

بسم الله الرحمن الرحيم

اقول

الحمد لله

والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

والله اعلم بالصواب

والحمد لله رب العالمين

رسالہ ابطال ہمارے "موسوئے ابطال اعجاز" مولفہ بطلان موگیری کا جواب

عبد مسمی بہ مد

تنویر البصائر

فیما

آیۃ اللہ

قد نوشتہ

مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فضل و نشتی فضل

قد ناظر صیغہ تالیف و اشاعت قادیان مد

مدنی مد

ضیاء الاسلام میں قادیان میں ہاشمیہ عبدالرحمن قادیانی پڑھ چھو اگر شائع کیا

۱۹۱۵ء

قادی کے کاروبار نمودار ہو گئے ۔ کافر جو کہتے تھے وہی ثابت ہو گئے
الحمد لله والمنه کہ "ابطال اعجاز" کا جواب اس سال شائع ہوا ہے۔ حضرت سید موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے جو اعجازی قصیدہ عربی زبان میں پایہ تکمیل تک پہنچا تھا اور جس کی نظیر کے
لئے تمام مخالفین کو چیلنج دیکر دس ہزار روپیہ کا انعام مندر کیا تھا۔ اس قصیدہ پر محمد علی
نے اپنی درمندی کی کثوت دینے کے لئے کچھ روز اعتراضات شائع کیے تھے اور وہ
بھی کئی سال بعد۔ سو اس کتاب تنویر الایضہ میں مولوی محمد امجد علی
صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل نے اعتراضات کا جواب بڑی عمر کی سہ
حد ورجہ کی محنت اور تحقیق سے تحریر کیا ہے۔ جزاءہم اللہ احسن الجزاء۔
اعتراضات تو دشمن کرتے ہی رہے ہیں۔ آخر خدا تعالیٰ کا کلام بھی ایسا قرین و
سچ نہ رہا۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کا ایک عظیم ارشاد نشان ہے کہ مخالفین کلام اسی کی نظیر
لانے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں۔ واللہ وحمدہ واللہ اکبر۔
کتاب تو دیر سے مکمل ہو چکی تھی مگر بعض مشکلات اور موافق کی وجہ ایک شائع
نہ کی جا سکے تھی چنانچہ باوجود کوشش کے کتاب کا مقدمہ پھر بھی باقی رہ گیا اور جلسہ کے
موقع پر شائع نہ ہو سکا ۔

وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

والسلام

۱۱

حسین بخش ناظر تالیف و شاعت قادیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

الْقَصَّةُ الْعَجَازِيَّةُ

ایا ارض مڈ قد دفاک مڈ مڈ (۱) و ارداک ضلیل اغراک موغرا
 اے مڈ کی زمین ایک ہلاک شدہ یہی خوشگلی کی حالتیں تھیں جو ہلاک کیا اور سخت گمراہ کر دیوے تھے جو مارا اور ایک غصہ مڈ نے تھیں جو گمراہ کیا

یہ مڈ عربی علم ہے عجی نہیں مسلمان جن جن ملکوں میں گئے اور جو جو انہوں نے نام رکھے وہ اکثر عربی تھے۔ مڈ
 + دق کے معنی ہیں خستہ کو کشتہ کرنا سو مڈ کے لوگ اپنے اوام کی وجہ سے پہلے ہی خستہ تھے شنا اللہ نے جا کر اور جھوٹ بول کر ان کو
 کشتہ کر دیا اور وہ خود مڈ تھا یعنی ہمارے آگے ہلاک شدہ تھا سو ہلاک شدہ نے ان نادانوں کو ہلاک کر دیا۔ مڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ الْكَذِبُ

قَالَ كَذِبٌ اَنْ يَأْتِي بِآيَةٍ اَوْ يَأْذَنَ لِلَّهِ فَاِذَا بَعَاثَ الْمَلٰٓئِكَةُ نَفْسًا تَخْرُجُ مِنْ جُحْنٍ
 ابطال مونگیری کے تنقیدی حصہ پر نظر

شعرا، قوله اس میں مرزا صاحب نے مڈ کے منصرف ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے۔ "مڈ
 عربی علم ہے عجی نہیں مسلمان جن جن ملکوں میں گئے اور جو جو انہوں نے نام رکھے وہ اکثر
 عربی تھے" کیا مرزا صاحب بتا سکتے تھے کہ کس زمانہ میں کس مسلمان نے اس موضع کا
 نام مڈ رکھا تھا +

اقول۔ کسی لفظ کو کسی ایک زبان سے دوسری زبان میں منقول ثابت کر نیکی لئے یہ ضروری نہیں کہ اسکے ناقل کا نام اور پتہ اور اس لفظ کے نقل کیا جانے کا زمانہ بھی بتایا جائے اور اگر یہ بات ضروری ہو تو اس صورت میں عربی زبان کے ہزار الفاظ جو مختلف عجیب زبانوں میں مخلوط ہیں اور نیز عجیب زبانوں کے لاکھوں الفاظ جو ایک زبان سے آکر دوسری زبان میں منتقل گئے ہیں اور انکی بناوٹ وغیرہ قرائن صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ الفاظ فلاں فلاں زبان سے منقول ہیں ان میں سے غالباً فی ہزار ایک لفظ بھی منقول ثابت نہیں ہو سکے گا +

قولہ۔ سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی خوشی کے ہیں اور بخوبی ممکن ہے کہ قدیم باشندوں نے اس کا نام مذکور رکھا ہو +

اقول۔ (۱) سنسکرت زبان کا لفظ جس کے معنی خوشی کے ہیں وہ مذکور نہیں بلکہ مودھ یا مودھا ہے +

(ب) مدہندوستان کا کوئی پُرانا شہر نہیں جو اس ملک کے قدیم باشندوں کی طرف منسوب ہو سکے۔ بلکہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو ارائیس قوم کے مسلمانوں کا آباد کردہ ہے اور اب تک یہی قوم اس دیہہ کی مالک اور باشندہ چلی آتی ہے اور کوئی قوم اس میں آباد نہیں پس کوئی وجہ نہیں کہ اس کے مسلمان بانیوں نے اسکے نام کے لئے اپنی مقدس مذہبی زبان کو چھوڑ کر اسکے مقابلہ میں سنسکرت زبان کو ترجیح دی ہو۔ بالخصوص جبکہ اس قوم کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہم عربی الاصل ہیں۔ اور ہماری اصل زبان عربی اور ہمارا اصل وطن ارض مقدسہ عرب ہے (یہ لوگ اپنے آپ کو شیخ سلیم راعی عربی کی طرف منسوب کرتے اور ارائیس نام کا اصل الراعیین بتاتے ہیں جیسا کہ ان لوگوں کے قومی رسالہ "ارائیس میگزین لاہور" کا مطالعہ کرنے والوں پر محضی نہیں ہے) پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان حالات کے باوجود یہ لوگ عربی زبان کو چھوڑ کر اپنے آباد کردہ گاؤں کے لئے سنسکرت زبان کا نام اختیار کرتے +

(ج) اس لفظ کی شکل اور ہیئت بھی صاف بتا رہی ہے کہ یہ عربی الاصل ہے عربی زبان میں مدغلہ نہ پانے کے ایک چھوٹے سے پیمانہ کا نام ہے جو کہ گستاخ چٹانک کا ہونا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شتکار قوم نے اپنی آباد کردہ اس چھوٹی سی بستی کے لئے اس

مناسبت کی بنا پر یہ نام اختیار کیا کہ اس کا تعلق غلہ کے ساتھ ہے جو ان لوگوں کے پیشہ کا حاصل ہے اور جس طرح وہ ایک چھوٹا سا پیما نہ ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور اس کے باشندوں اور بانیوں کے پیشہ کے لحاظ سے غلہ پر ہی اس کا دار و مدار ہے۔ نیز اس نام میں یہ تفاعل بھی ہے کہ یہ بستی ہمیشہ غلوں کا مرجع رہے گی +
قولہ۔ چونکہ یہ (لفظ مد) عجم ساکن الاوسط ہے اس لئے منصرف ہے جیسے نوح لوط وغیرہ +

اقول۔ (۱) عجمی زبان کے لفظ کو عجم نہیں کہتے بلکہ عجمی کہتے ہیں۔ عجم تو مصدر ہے جس کے معنی ہیں عجمی ہونا (اصل معنی اس کے ابہام۔ خفا۔ عدم فصاحت۔ اور زبان میں لکنت ہونے کے ہیں اور عجمی ہونے کے معنی ان سے ماخوذ اور مستفاد ہیں) معلوم ہوتا ہے کہ آپ عربی زبان سے بالکل نا آشنا ہیں ورنہ ایسی ٹھوکر نہ کھاتے۔ ابتدائی مکاتیب میں پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ عجم اور چیز ہے اور عجمی اور تعجب ہے کہ جس شخص کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ لفظ عجمہ کے کیا معنی ہیں اور عجمی زبانوں کے الفاظ عجمہ کہلاتے ہیں یا عجمی۔ وہ ایک ایسے قصیدہ پر نکتہ چینی کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے جسکی نظیر لانے کے رُوے زمین کے تمام مدعیان علم و فضل و فصاحت و بلاغت عاجز ثابت ہو چکے ہیں +
 (ب) آپ کے اس اعتراض سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ علم نحو سے بھی بالکل نا آشنا ہیں حتیٰ کہ علم نحو کا کوئی ابتدائی رسالہ بھی آپ نے کسی سے سمجھ کر نہیں پڑھا ورنہ ایسا بیہودہ اور جاہلانہ اعتراض نہ کرتے۔ لفظ نوح اور لوط مونث نہیں بلکہ مذکر ہیں اس لئے باوجود عجمی علم ہونیکے منصرف ہیں لیکن مد کا لفظ مونث ہے کیونکہ یہ ایک قریبہ (گاؤں) کا نام ہے اور لفظ قریبہ مونث ہے پس اگر اسے عجمی قرار دیا جائے تو وہ جو باغیر منصرف ہوگا لیکن چونکہ یہ عربی الاصل نام ہے اس لئے اس کا انصرف اور منع صرف ہر دو امر جائز ہیں۔ چنانچہ ہدایۃ النحویں (جو علم نحو کا ایک ابتدائی رسالہ ہے) لکھا ہے:-

”ثم المعنوی ان كان ثلاثیا ساکن الاوسط غیر عجمی یجوز صرفه وتركه لاجل الخفة
 ووجود السبب ان کھند والا یجب منعه کزینب وسفر و ماہ وجود یعنی مونث معنوی

اگر سہ حرفی ہو اور اس کا درمیانی حرف ساکن ہو۔ اور وہ عجمی نہ ہو تو اسے سخت کی بنا پر منصرف
 اور دو سبب منع صرف کے موجود ہونے کی وجہ سے غیر منصرف کرنا ہر دو امر جائز ہیں جیسے لفظ
 ہند (عورت کا نام) اور اگر ان تین شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اس صورت میں اسے
 غیر منصرف کرنا واجب ہوگا جیسے زینب (چار حرفی) سقّر (متحرک الاوسط) ماہ اور جملہ
 (ہر دو عجمی) +

ایسے الفاظ کی تذکیر و تانیث کے متعلق علامہ سیوطی اپنی کتاب جمع الجوامع میں لکھتے
 ہیں: "القبائل والبلاد والکلمۃ والہجاء یبکی علی المعنی" (جلد اول صفحہ ۳۴) از کتاب
 الجمع الجوامع (یعنی قبیلوں۔ شہروں۔ کلموں اور حروف ہجاء کو تذکیر و تانیث کے باب
 میں انکے معنوں پر محمول کیا جاتا ہے۔ پس اگر ان سے مراد کوئی مذکر ہو تو انہیں مذکر قرار دیا
 جائیگا اور اگر کوئی مؤنث مراد ہو تو اس صورت میں انہیں مؤنث سمجھا جائیگا۔ سو چونکہ لفظ
 مذکر علم مؤنث۔ دو نشانہ ساکن الاوسط عربی ہے۔ اس لئے لفظ ہند و عدد مصرعہ اور فید کی
 طرح اسے منصرف یا غیر منصرف دونوں پر استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن اگر عجمی ہو تو لفظ
 ماہ۔ تورینج اور حصص کی طرح اسے غیر منصرف قرار دینا واجب ہوتا۔ اسی بات کی طرف اشارہ
 کرتے ہوئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "مذکر عربی علم ہے عجمی نہیں"
 چنانچہ اس مطلع کے شعر میں تو حضور نے اسے منصرف کر کے استعمال کیا ہے اور تثنائیں
 شعر میں اسے غیر منصرف کر کے لائے ہیں اور وہ یہ شعر ہے ۵

دفاعہم عما یات الاناس وحمقہم رفا مد قوم والمد قد شقروا
 نوٹ: معترض صاحب نے اپنی تنقید کے مقدمہ میں اس شعر (مطلع) کی طرف اشارہ
 کر کے بتایا ہے کہ اس کا آخری لفظ مدغیر (بفتح واو و تشدید غین) ہے نہ مدغیر (بیکون
 واو و وزن مدخل) جیسا کہ انکے ان الفاظ سے ظاہر ہے "مصرعہ یا بیت کے آخر ساکن
 سے لیکر اول ساکن جو اس سے قبل ہو مع متحرک ماقبل کو قافیہ کہتے ہیں جس طرح اس قصیدہ
 میں اوائل کے تین شعر کے آخر میں لفظ وغیر۔ عز۔ صبر و ا ہے۔ آخر ساکن واو اور اول
 ساکن اس سے قبل نہیں آئے۔ بلکہ اور متحرک ماقبل واو عین۔ صاد ہے (دیکھو مقدمہ تنقید صفحہ اول)

معترض صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم عروض سے بھی بالکل نا آشنا ہیں اور علم وزن اشعار سے انہیں کچھ بھی مس نہیں ہے کیونکہ اس شعر کا وزن کرنے میں جو انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے وہ اس علم کے ایک ماہر سے تو کجا ایک عامی شخص یا مبتدی کے بھی متوقع نہیں ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ معترض صاحب کے اس بیان کے رو سے اس دوسرے مصرع کا وزن یا تو یہ ہوگا "وارد ا فعلن ك ضلیل" مفاعیلن واغراک مفاعیلن موعر مفاعیلن" اور یا پھر اس کا یہ وزن ہوگا "وارد ا فعلن ك ضلیل" مفاعیلن واغرا فعلن ك موعر مفاعیلن" اور یہ ظاہر ہے کہ ان دونوں وزنوں میں سے کسی کو بھی بحر طویل میں داخل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کا وزن سالم فعلن مفاعیلن فعلن مفاعیلن (مکرر) ہے پس جب تک دوسرے فعلن کے آخر میں یا دوسرے مفاعیلن کے شروع میں ایک حرف متحرک زیادہ نہ کیا جائے اس وقت تک فعلن سے مفاعیل یا مفاعیلن (مقبوض) سے متفاعلن نہیں بن سکتا۔ اور اس بات کو ابتدائی مکاتب میں پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ وسط مصرع میں کوئی زیادتی کسی صورت میں جائز نہیں ہوتی پس یہ کسی صورت میں جائز نہیں کہ اس بحر میں فعلن کی جگہ مفاعیل کو یا مفاعیلن کی جگہ متفاعلن کو رکھا جائے مگر معترض صاحب نے موعر کو بفتح واو و تشدید غین قرار دیکر اور پھر وزن اسے درست مانکر اس مصرع کو ایسے وزن پر ڈھال دیا ہے جو کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا۔ اس سے ہر ایک شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ وزن شعر میں معترض صاحب کی دسترس کتنا کم ہے اور ان کے اعتراضات متعلقہ وزن کی (جو انہوں نے جا بجا اس قصیدہ پر کئے ہیں) کیا حقیقت ہے۔ افسوس جو شخص اتنا بھی نہیں جانتا کہ وارد ا ك ضلیل واغراک موعر (بتشدید غین) کا وزن عروضی کیسا ہے اور ایسے سادہ وزن والے مصرع کا وزن معلوم کر سکتے ہیں یا نہیں وہ اس مستحیانا اور مجراۃ قصیدہ کے وزن پر جا بجا حملہ آور ہوتا ہے جس کی نظیر لائیسے روئے زمین کے مدعیان علم و فضل عاجز ثابت ہو چکے ہیں۔ اس جرأت کی وجہ بجز اسکے اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ مرد جاہل در سخن باشد دلیر زانکہ آگہ نیست از بالا و زیر

وارد ا
مفاعیل
واغراک
مفاعیل

دعوت کذباً مفسداً صیداً الذی ۲
تو نے ایک جھوٹے مفسد میرے شکار کو بلالیا
کحوت غدیر اخذہ لا یعزر
جس کا پھرانا ڈھاب کی مچھلی کی طرح بڑا کام نہیں

شعر (۲) قولہ (۱) صید الذی کی ترکیب صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یہ نہ ماقبل کی صفت ہے کیونکہ ماقبل مکرہ ہے اور یہ معروفہ اور نہ عطف بیان ہے کیونکہ عطف بیان میں ضروری ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ سے ایسی توضیح ہو جائے جس سے مخاطب سمجھ لے اور یہاں معلوم ہی نہیں کہ اس سے کون شخص مراد ہے۔ اگر مولوی ثناء اللہ ہیں تو مرزا صاحب نے آگے چل کر دو شعر کے بعد ان کا نام لیکر وضاحت کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محض اس سے پوری توضیح نہیں ہوئی۔ اور نہ یہ بدل ہو سکتا ہے کیونکہ بدل میں متبوع مقصود نہیں ہوتا اور یہاں دونوں مقصود ہیں +

۱ قول ترکیب بالکل صحیح اور درست ہے۔ لفظ صیدی اس جگہ ترکیب میں بدل واقع ہوا ہے اور کذباً مفسداً اس کا مبدل منہ ہے۔ اور کوئی امر اس کے جواز کا مانع نہیں ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اس سے لازم آئیگا کہ کذباً مفسداً غیر مقصود ہو کیونکہ مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے حالانکہ کذباً مفسداً اس جگہ غیر مقصود نہیں ہے تو یہ خیال آپ کا علم نحو سے آپ کے نا آشنا ہونگی وجہ سے ہے کیونکہ مبدل منہ من کل الوجوہ غیر مقصود نہیں ہوتا اور نہ یہ لازم آئیگا کہ اسے گرا دینے سے اولے مقصود میں کوئی جرح واقع ہو بلکہ ایک غیر ضروری چیز کے دور ہو جانے سے کلام میں مزید خوبی پیدا ہو جائے حالانکہ بدل کے گرا دینے سے بسا اوقات مقصود بگڑ جاتا اور اصل مدعا لائق سے جاتا رہتا ہے چنانچہ علامہ زرخشری مفصل میں بدل کی بحث میں لکھتے ہیں :-

”وقولہم انہ فی حکم تنجیۃ الاول ایذا ان منہم باستقلالہ بنفسہ ومفارقة التالیف والصفة فی کونہما قمتین لہما یتبعانہ لا ان یعتوا اھذا الاول واطر^{حہ} الاول یتقول زبیداً رايت غلامہ رجلاً صالحاً فلو ذہبت تھدرا الاول لم یسند کلامی یعنی نحو یوں نے اپنے اس قول میں کہ مبدل منہ کو بدل برطرف کر دیتا ہے اس امر کو ظاہر کیا ہے

کہ جس طرح تاکید اور صفت اپنے متبوع کے لئے تتمہ کے طور پر ہوتے ہیں بدل اس طرح نہیں بلکہ وہ مستقل بنفسہ ہوتا ہے۔ ورنہ ان کا یہ مدعا نہیں کہ وہ اپنے مبدل منہ کو ردی کی طرح کر دیتا ہے دیکھو فقرہ زید رأیت علامہ (جلا صالحا) یعنی زید کا غلام ہاں ایک صالح شخص دیکھا میں سے اگر مبدل منہ (غلامہ) کو گرا دیا جائے تو باقی کلام اپنے اصل مدعا کے لحاظ سے درست نہیں رہے گا۔ اور اسکے معنی یہ ہو جائینگے کہ میں نے زید کو صلح سمجھا (دیکھو جملہ کتابی دہلی) علامہ ابن بعیش شرح مفصل میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”ان المعتمد بالحدیث هو الاسم الثاني والاوّل بياناً فالبيان في البديل مقدم وفي النعت والتاكيد موخر واعلم انه قد اجتمع في البديل ما اختلف في الصفة والتاكيد لان فيه ابضاحاً للمبدل فرفع لبس كما كان ذلك في الصفة وفيه رفع احتمال المجاز وابطال التوسع الذي كان يجوز في المبدل منه الا ترى انك اذا قلت ”جاءني اخوك“ جاز ان تريد كتابه او رسوله فاذا قلت ”زيد“ زال ذلك الاحتمال كما لو قلت ”نفسه“ او ”عينه“ فلذلك قال صاحب الكتاب وليفاد مجموعهما فضل تأكيد وتبيين لا يكون في الافراد“ (صفحہ ۳۸۷) یعنی مقصود بالذکر بدل ہوتا ہے۔ اور مبدل منہ بطور بیان کے ہوتا ہے۔ گویا بدل کی صورت میں بیان مقدم ہوتا ہے اور نعت اور تاکید کی صورت میں موخر و واضح ہو کہ بدل میں وہ فائدہ یکجائی طور پر پایا جاتا ہے جو نہ صرف نعت سے حاصل ہو سکتا ہے نہ صرف تاکید سے بلکہ ان دونوں میں اس کا ایک ایک حصہ پایا جاتا ہے کیونکہ بدل کی صورت میں ایک تو مبدل منہ کی وضاحت اور اسکے متعلق التباس و اشتباہ کا ازالہ ہو جاتا ہے (جو کہ صفت سے مقصود ہوتا ہے) اور دوسرے اس سے ارادہ مجاز اور توسع کا احتمال بھی رفع ہو جاتا ہے جو صرف مبدل منہ سے پیدا ہو سکتا تھا (اور یہ رفع احتمال مخالف کا فائدہ تاکید میں مضمر ہوتا ہے) دیکھو جب صرف یہ فقرہ کہا جائے کہ جاء اخوك تو اس سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ مخاطب کا بھائی خود نکلا ہو بلکہ اس کا خط یا پیغام رسان آیا ہو لیکن جب اس کے ساتھ لفظ زید بھی بڑھا دیا جائے تو اس صورت میں خط وغیرہ کا انما مراد نہیں لیا جاسکے گا بلکہ اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ

مخاطب کا بھائی یعنی زید خود آیا ہے اور اس لفظ زید کے آنے سے (جو کہ ترکیب میں بدل واقع ہوگا) وہ معنی حاصل ہو جائیگا جو فقرہ مذکورہ بالا کے ساتھ لفظ "عینہ" یا لفظ "نفسہ" کے لگانے سے حاصل ہوتے۔ اسی لئے مصنف نے کہا ہے کہ بدل کی صورت میں ایک یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ مبدل منہ اور بدل دونوں کے ملنے سے مزید تاکید اور مزید توضیح ہو جاتی ہے۔ اگر بدل کے آئیے مبدل منہ بالکل ردی کی طرح ہو جانا جیسا کہ آپ کے قول سے ظاہر ہوتا ہے تو یہ اسلوب کلام کسی بلیغ کلام میں ہرگز نہ پایا جاتا مگر یہ تو قرآن کریم میں بھی بکثرت موجود ہے جیسا کہ سورہ شوریٰ کے آخر میں ہے۔ "وَاتِلْ لَّهُمْ آيَاتِ الْقُرْآنِ الَّتِي صَرَّاحًا مُسْتَقِيمًا صَرَّاحًا اللَّهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَسْمٌ مِنْ دَعْوَتِ كَذِبًا مُفْسِدًا صَبِيْدِي" کی طرح مبدل منہ نکرہ ہے اور بدل معرفہ۔

اسکے سوا یہ بھی جائز ہے کہ لفظ صبیڈی اس جگہ مبتدائے محذوف (ھو) کی خبر ہو اور یہ جملہ اور نیز کذباً اور مفسداً موصوف محذوف کی صفات ہوں۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ "دَعْوَتِ رَجُلًا كَذِبًا وَمُفْسِدًا هُوَ صَبِيْدِي" اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ لفظ کذباً اس جگہ لفظ صبیڈی کا حال مقدم ہو اور لفظ مفسداً حال متداخل یا حال مترادف ہو۔

نوٹ۔ اس میں شک نہیں کہ لفظ صبیڈی اس جگہ ترکیب میں عطف بیان نہیں اور نہ ہی یہ عطف بیان ہو سکتا ہے لیکن اس بات کی وجوہ آپ نے بیان کی ہے کہ "عطف بیان میں ضروری ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ سے ایسی توضیح ہو جائے جس سے مخاطب سمجھ لے اور یہاں معلوم نہیں کہ اس سے کون شخص مراد ہے" یا یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بیان تو نکرہ بھی آ سکتا ہے (جیسا کہ زحشری۔ فارسی اور سیوطی کا اور نیز تمام کوفیوں کا مذہب ہے اور جس کے ثبوت میں متعدد جہ ذیل قرآنی شواہد کی شہادت کافی سے بڑھ کر ہے (۱) مِنْ مَّاءٍ صٰدِيْدٍ۔ (۲) كَفٰرَةٌ طَعَامِ مَسٰكِيْنٍ (۳) مِنْ شَجَرَةٍ مَبٰرَكَةٍ (ذِيْنُوْنَ) حالانکہ نکرہ سے ایسی توضیح جسکی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے حاصل نہیں ہوتی۔ اور اگر ان لوگوں کا مذہب لیا جاوے جن کے نزدیک نکرہ عطف بیان نہیں واقع ہو سکتا تو انکے

۱۔ بدل کو تاکید کے حکم میں قرار دینا مقصود نہیں بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ بدل کے آنے سے جو ترکیب حاصل ہوگی اس سے تاکید کا مفہوم بھی حاصل ہو جائیگا۔ منہ

نزدیک بھی عطف بیان کے لئے علمیت شرط ہے نہ کہ مجرد ایسی توضیح جس سے مقصود ظاہر ہو جائے (جو علمیت پر موقوف اور منحصر نہیں ہے) اس دوسرے مذہب کے رو سے بھی آپ کی توجیہ باطل ٹھیرتی ہے۔ ہاں اگر آپ یہ کہتے کہ چونکہ یہ علم نہیں ہے اس لئے اسے عطف بیان نہیں قرار دیا جاسکتا تو البتہ اس موخر الذکر مذہب کے رو سے یہ وجہ درست مانی جاسکتی تھی۔ اب ہم اس لفظ (صیدی) کے عطف بیان نہ ہو سکنے کی اصل وجہ بتاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ عطف بیان کی صورت میں تابع اور متبوع دونوں کے درمیان تعریف و تنکیر میں مطابقت اور موافقت کا پایا جانا ضروری ہے جو اس جگہ متحقق نہیں ہے اس لئے اسے عطف بیان نہیں کہا جاسکتا۔

قولہ (۲) یہاں صلہ اور موصول سے لانے کا موقع نہیں۔ افسوس ہے کہ دعوے اعجاز اور یہ معلوم نہیں کہ موصول کس جگہ لاتے ہیں۔

اقول۔ آپ کا یہ اعتراض بھی آپ کی جہالت کا اور علم بلاغت سے آپ کے نا آشنا ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اس جگہ موصول بغرض تعلیل (بیان علت) لایا گیا ہے یعنی ”دعوت کذب و کذب“ میں اہل مد کو شفاء اللہ کے بلانے میں غلطی پر قرار دیکر ”الذی کھوت غدیر الخ“ میں اس کی وجہ اور علت بتائی گئی ہے کہ وہ تو ایسا قابو میں آیا ہوا ہے کہ اسے پکڑنا کچھ بھی مشکل نہیں جیسا کہ انکی تحریرات کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے (مثلاً مولوی ثناء اللہ اپنی تفسیر ثنائی کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ ”نظام عالم میں جہاں اور قوانین الہی ہیں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے“ دیکھو مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ ۱۶۴۔ مولوی ثناء اللہ کا یہ مسلہ معیار جسے اس نے نصوص توریت اور قانون قدرت کی بنا پر قائم کیا ہے جس صفائی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو ثابت کر رہا ہے وہ کچھ بھی محتاج بیان نہیں ہے)۔

اس امر کے ثبوت میں کہ اسم موصول تعلیل یعنی بیان علت کے لئے بھی آتا ہے ہمیں کسی بڑی کتاب کی طرف مراجعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ رسالہ دروس البلاغہ کی (چونکہ بلاغہ کا ابتدائی رسالہ ہے) مندرجہ ذیل عبارت کافی ہوگی۔

اس علت کی طرف اس قصیدہ کے پہلے ہی شعر میں (لفظ دوسرے) اشارہ بھی کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو دوسرا حصہ متعلقہ شعر مذکور۔

وَجَاءَتْ صَحْبِي نَاصِحِينَ كَاخُوَّةِ	یقولون لا تبغوا هوى وتصبروا
اور کتنے تھے کہ ہواؤ ہوس کی طرف میل مت کرو اور صبر کرو	
فَطْلُ اسَارِكُمْ اسَارِي تَعْصَبُ	یریدون من یعوی کذب وخیتر
پس تم میں سے وہ لوگ جو تعصب کے قیدی تھے	انہوں نے کہا کہ ایسا شخص کاش کریں جو بھیرے کیلئے جھگڑے اور فریب دے

واما الموصول فيوتى به اذا تعين طريقا لاحضار معناه كقولك "الذي كان معنا امن سافر" اذا لم تكن تعرف اسمه اما اذا المية تعين طريقا لذلك فيكون لا غراض اخرى كالتهليل نحو ان الذين امنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جَنَّاتُ الفردوس نَزَّكَاءٌ (دیکھو رسالہ دروس البلاغہ صفحہ ۱۰۰ مصنفہ کبھی علامہ جامع ازہر) یعنی اسم موصول کو یا تو اس ضرورت کی بنا پر استعمال کیا جاتا ہے کہ ایک چیز کا ذکر کرنا مقصود ہو لیکن اس کے ذکر کے لئے اسم موصول کو استعمال کرنے کے سوا اور کوئی سبیل ہی نہ ہو ورنہ بعض اور اغراض کے لئے اسے لایا جاتا ہے مثلاً تعلیل (بیان علت) کیلئے جیسے آیت ان الذين امنوا الايتى سے ظاہر ہے جس میں حصول جنات الفردوس کی علت ایمان اور اعمال صلح بتانے کے لئے اسم موصول کا استعمال ہوا ہے +

شعر (۳) قولہ (۱) مدعی رسالت ایسے شاعر کے کلام سے اخذ کرتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ گمراہ فرمایا ہے یعنی امر القیس۔ مرزا صاحب نے اس کے جس شعر سے سرقہ کیا ہے وہ یوں ہے

وقوفا بها صبحی علی مطیہم یقولون لا تهلك اسی و تهمل
اقول (۱) آپ کے اس اعتراض سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث سے بھی بالکل نا آشنا ہیں کسی مرفوع حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امر القیس (ابن حجر بن عمر و کندی) کو کبھی گمراہ بادشاہ (الملك الضلیل یا الملك المضلل) فرمایا ہو۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ کسی نے دریافت کیا کہ سب سے بڑا شاعر کونسا ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا ان کان ولا مد

فالملك الضلیل یعنی اگر ہے اور لامحالہ کوئی ہے تو وہ ملک ضلیل ہے۔ (نہایت) جس لفظ سے معترض صاحب نے دھوکہ کھایا ہے وہ اس روایت میں لفظ "حدیث" ہے اپنے اس سے یہ سمجھ لیا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے (حدیث صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (وقول) اور تقریر) کو ہی نہیں کہتے بلکہ صحابی حقیقہ کے قول کو بھی حدیث کہتے ہیں) حالانکہ اس کے بعد کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مراد نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مراد ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی امر القیس کو اس نام (الملك الضلیل) سے اس کے لغوی معنی کے لحاظ سے نہیں ذکر کیا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ امر القیس کنڈی کا یہ ایک مشہور لقب تھا چنانچہ ایک شعر میں خود اس نے اپنے آپ کو المضلل کہا اور اس نام سے اپنا ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے :-

هَمْ اَبْلَغُوا حَيَّ الْمُضِلِّ اَهْلَهُمْ وَسَارُوا بِهِمْ بَيْنَ الْعِرَاقِ وَنَجْرَانَ
(شرح دیوان امر القیس طبع ہند صفحہ ۱۳۰)

تاج العروس میں الملك المضلل والضلیل کے ذیل میں لکھا ہے "وكان يقال له ذلك" یعنی امر القیس کو اس نام کے ساتھ پکارا جاتا تھا اور خود اس کے ہم عصر لوگ اسے اس نام سے مخاطب کرتے تھے۔ پھر یہ بھی تو قابل غور ہے کہ اگر وہ اس نام کے ساتھ مشہور نہیں تھا تو حضرت علی نے اسے اس کے اصل نام کی بجائے اس لقب سے کیوں ذکر کیا کم از کم بعد میں تفسیری طور پر ہی اس کا نام ذکر کر دینے۔ سائل نے بھی اسکی توضیح نہ کرائی میں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ امر القیس کے اس لقب سے خوب آگاہ تھا اور یہ نام امر القیس کا لوگوں میں مشہور و معروف تھا۔

(ب) اگر اس وجہ سے امر القیس کے کلام کی تفسیر یا اس سے اخذ جائز نہیں کہ اسے "الملك الضلیل" یا "الملك المضلل" کہا جاتا تھا تو آپ کا یہ اعتراض سب سے پہلے قرآن کریم پر ہی آئے گا۔ کیونکہ قرآن کریم میں بھی بعض جگہ اس کے کلام سے ایسی بھٹکت پائی جاتی ہے جس کا نام آپ کے خانہ زاد اور باطل اصول کے ماتحت (نعوذ باللہ) برقرار

ہے۔ چنانچہ ایک شعر میں امر القیس کہتا ہے ۵
 ومن الطريقة جائر وهدی + قصد السبیل ومنہ ذو دخل
 (دیکھو کتاب شعراء النصاریہ جلد اول صفحہ ۵) اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وعلى الله
 قصد السبیل ومنها جائز۔

اسی طرح ایک اور جگہ امر القیس کہتا ہے ۵
 من القاصرات الطرف لودب محول + من الذرفوق الأتب منها لا ثرا
 (شرح دیوان امر القیس صفحہ ۱۱) اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فیہن قاصرات
 الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اشعار
 میں بھی ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں جن میں امر القیس کے اشعار سے اخذ کیا گیا ہے اور
 صحابہ کرامؓ کے بعد بھی مسلمانوں نے اس سے اخذ کیا ہے۔ پوری تفصیل کی بجگہ گنجائش
 نہیں صرف چند ایک مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-
 (۱) امر القیس کہتا ہے:-

انی حلفت یمینا غیر کاذبة + انک اقلف الاما جبی القمر
 (شرح دیوان امر القیس صفحہ ۱۹۲)
 حسان بن ثابت (صحابی) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

انی حلفت یمینا غیر کاذبة + لوکان للحدارث الجفنی اصحاب
 (دیوان حسانؓ مطبوع مطبع السعادة مصر ۱۹۲۷)
 (۲) امر القیس کہتا ہے:-

ویخطو علی صم صلاب کانها + حجارة غیل وارسات بطلمب
 (شرح دیوان امر القیس صفحہ ۹۲)
 ثابتہ جعدی (صحابی) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

کان حوامیہ مدبرا + خضبن وان کان لم یخضب
 حجارة غیل برضاضة + کسین طلاء من الطلمب
 (الشعر والشعراء لابن قتیبة صفحہ ۵۳ طبع جرمنی)
 (۳) امر القیس کہتا ہے:-

کان المحصى من خلفها واماها + اذا فجلتہ رجها خذت اعسل
 (شرح دیوان امر القیس صفحہ ۱۱)
 شمنخ (صحابی) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:-

منہ کی ضمیر (مذکر) کا صیغہ (مؤنث) ہے جسے اس کے رادف الطریق پر محمول کرنے سے مذکر کا حکم دیا
 گیا ہے۔ (دیکھو کتاب شعراء النصاریہ صفحہ ۵)

لها منسجم مثل الحجارة خفه + كان الحصى من خلفه خذف اعسل
(الشعر والشعراء لابن قتيبة صفحہ ۵۳ طبع جرمنی)
(۴) امر القیس کتا ہے :-

سليم الشظاعيل الشوى شجر النسا + له حجابات مشرفات على الفال
(شرح ديوان امر القيس صفحہ ۵۳ طبع ہندستان)
کعب بن زهير (صحابی) کہتے ہیں :-

سليم الشظاعيل الشوى شجر النسا + كان مكان الرودف من ظهري قصر
(الشعر والشعراء لابن قتيبة صفحہ ۵۳ طبع جرمنی)
(۵) امر القیس کتا ہے :-

وقوفا بها صبحي على مطيهم + يقولون لا تهلك اسي وتجل
(معلقہ امر القیس)
فرزدق (تابعی) کتا ہے :-

وقوفا بها صبحي على وانما + عرفت رسوم الدار بعد التوهم
يقولون لا تهلك اسي ولقد بدت + لهم عبرات المستهم الممتيم
فرزدق کے ان دو شعروں میں سے پہلے شعر کا دوسرا مصرع معلقہ عنترہ کے مطلع سے
(دیوان فرزدق)
ماخوذ ہے جو یہ ہے :-

هل غادر الشعراء من متردم + امر هل عرفت الدار بعد توهم
(فرزدق تابعی ہے چنانچہ الشعراء میں لکھا ہے) "ولقي الفرزدق ابا هريرة
وقال له يا فرزدق اراك صغيرا لقد ميمن فان استطعت ان يكون لهما
غداً مقام على الحوض فافعل" وقال الفرزدق سمعت ابا هريرة يقول
على منبر المدينة الذبيح اسمعيل" (الشعر والشعراء لابن قتيبة طبع لبنان صفحہ ۲۹۴)
(ج) جس قصیدہ کے ایک شعر سے آپ نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس
شعر کو ماخوذ بتایا ہے اس کے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ امر القیس ضلیل بن حجر کندی
کا ہے یا امر القیس بن حاتم (یا ابن خدام) کا (جو امر القیس کندی سے پہلے کا شاعر
ہے اور جسکی طرز اختیار کرنے اور اس سے اخذ کرنے کا خود اس امر القیس کندی کو بھی
اقرار ہے) دیکھو کتاب الشعر والشعراء لابن قتيبة طبع لبنان صفحہ ۵۲ چنانچہ علامہ وزیر ابو بکر شرح
دیوان امر القیس میں اس کے متعلق لکھتا ہے "اعراب کلب ینشدون هذه

القصبیۃ لابن حذام یعنی بنی کلب اس قصیدہ کو ابن حذام کا بتاتے اور اس کی طرف منسوب کر کے اس کو روایت کرتے ہیں۔

(د) یہ اخذ بطور تقلید و اتباع نہیں بلکہ جس وضع کلام کو امرء القیس نے تشبیہ میں استعمال کیا تھا اسی وضع کو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شعر میں بالمقابل ارشاد و ہدایت الی الحق کے لئے استعمال کر کے دکھایا ہے جیسے خلف بن خلیفہ کے طریقانہ شعر

هو القین وابن القین لاقین مثله + لفظ المساحی او الجدل الاولاد احمد
(الشعر والشعراء لابن قتیبة صفحہ ۲۹۳)
 کے جواب میں بالمقابل فرزدق نے اس کے متعلق یہ شعر کہا۔

هو اللص وابن اللص كالص مثله + لنقب جد اراو لمیر الدر اہم
(الشعر والشعراء لابن قتیبة صفحہ ۲۹۳)
 جس میں فرزدق نے خلف کے شعر کی وضع میں ہی اسے بطور منافیۃ بالکس بواہد یا سہے۔
 (ه) تسلیم اخذ محض بطور تنزل ہے ورنہ فی الحقیقت یہ صرف ایک اشتراک الفاظ متعارف ہے جسے کسی صورت میں سرقہ نہیں کہا جاسکتا۔ (العمدہ جلد ثانی صفحہ ۲۲۲)

اہل فن کی اصطلاح کے رو سے بھی اس اخذ کا نام اتہار نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے اہلاد (چونایت علی درجہ کے محاسن میں سے ہے) کی ایک قسم مانا اور اس کا نام اخذ رکھا ہے چنانچہ شرح علامہ راجی علی عقود جلد ثانی ص ۱۸ میں لکھا ہے۔ ”ربما اخذ الشاعر الثاني اصل المعنى من الاول لكنه تصرف فيه و احسن في التصرف فيه بزيادة شئ او نقله من محل الى اخر او نحو ذلك بحيث تفوق على الاول فصار كالابتداء ای المختار له لا كالالمقتطف ای المتبع لغيره۔ فاخرجه بحسن التصرف من قبيل الاتباع الى حينز الا بتداع ويسمى ذلك بالاحتذاء“ منہ

یہ فرزدق کے دادا صعصعہ کے یہاں چند لوگ رہتے تھے جن میں سے ایک کا نام جہیر تھا۔ فرزدق کے حریف بطورطن اس کے والد غالب کو بجائے صعصعہ کے جہیر لوبانہ کا بیٹا قرار دیکر فرزدق کو لوہار کہنے لگے۔ خلف بن خلیفہ مقطوع البید تھا اور چمڑے کا بیچہ لگائے رہتا تھا۔ اس بنا پر فرزدق نے اسے چور قرار دیا۔ گویا چوری کی سزا میں اس کے ہاتھ کاٹے گئے تھے۔ حکم الماسارق والماسارقة فاقطعوا ابید بھما منہ

دیکھو کتاب العمدة لابن رشيق جلد ثانی صفحہ ۲۱۸۔

قولہ (۲) مرزا صاحب چونکہ شاعر کے کلام کو سمجھے نہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے کلام میں نہایت ہی فصیح و بلیغ تقاضا مل اور لغو ہو گیا کیونکہ دوسرے مصرعہ میں امر القیس کے راقی اس کو کلمات تشفی آئیں گے ہیں کہ غم سے ہلاک نہو اور صبر کرو لیکن مرزا صاحب کے اصحاب اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ ہواؤ ہو س کی طرف میل نہ کرو اور صبر کرو۔ صبر کی تعلیم اپنے لوگوں کو کرنی چاہیئے کہ مخالفین کے ظلم پر صبر کرو نہ کہ مخالفین کو کہہ کر ہمارے ظلم پر صبر کرو +

اقول۔ صبر کے اصل معنی روکنے اور بند کرنے کے ہیں چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے اصل الصبر الحبس۔ پس اگر کسی شاق اور ناپسند بات کو برداشت کرنے میں ضبط طبیعت سے کام لیا جائے تو یہ بھی صبر ہے اور اگر کسی محبوب و مرغوب چیز سے طبیعت کو روکا جائے تو یہ بھی صبر ہے۔ ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت کا نام صبر علی المکروہ ہے اور دوسری صورت کا نام صبر عن المحبوب ہے اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آپ نے اس شعر کے سمجھنے میں دھوکا کھایا ہے امر القیس کے شعر میں پہلی قسم کا صبر مراد ہے اور حضرت اقدس کے شعر میں دوسری قسم کا چنانچہ اس کے لئے ساتھ ہی لفظی قرینہ (لا تبغواھو) بھی موجود ہے۔ اقرب الموارید میں لکھا ہے (صبر) الرجل علی الامر (ض) صبراً فیض جزع ای جزع و شجع و تجلدا فلو صابرو صبیرو و صبور (صبر) عن الشئ امسك۔ یعنی صبر (جس کا مضارع یصبر آتا ہے) کے معنی ہیں نہ گھبرایا اور جرأت و شجاعت سے کام لیا۔ اور صبر عن الشئ کے معنی ہیں اس چیز سے رک گیا (یا رک رہا) اور پھر مزید توضیح کے طور پر لکھا ہے تقول صبرت علی ما کرہ و صبرت عما احب یعنی کسی (نا پسندیدہ) چیز پر استقلال قائم رکھنے کے لئے بھی صبر کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور کسی (مرغوب) چیز سے رک رہنے کے لئے بھی۔ اور ان دونوں میں فرق اس طرح سے کیا جاتا ہے کہ پہلے مفہوم کو ادا کرنے کے

یہ لفظ بالتاء (۵۵) صحیح نہیں بلکہ بلا تاء ہے یعنی مصرع یا مصرع لیکن آپ نے اسے اپنی ساری کتاب میں بالتاء بصورت (مصرعہ) ہی استعمال کیا ہے حالانکہ کتب لغت عربیہ اور کتب علم الشعر میں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ منہ

وَنَعْنِي ثَنَاءَ اللَّهِ مِنْهُ وَظَهَرَ

اور مراد ہماری اس ثناء اللہ ہی اور ہم ظاہر کرتے ہیں

وَقَالَ اَفِرْجُوا نِي كَيْ مَظْفَرٍ

اور کہا تم خوش ہو جاؤ میں بہادر فتحیاب ہوں

اَخَافُ عَلَيْهِمْ اَنْ يَفِرُوا وَيُذَبِّرُوا

اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ بھاگ نہ جائیں

فَجَاءَ وَابْذَنَ بَعْدَ جَهْدٍ اِذَا هُمْ

پھر بہت کوشش کے بعد ایک بھیڑیے کو لائے

فَلَمَّا اتَاهُمْ سَرَّهْمُ مِنْ تَصَلَّفٍ

پس جب ان کے پاس آیا تو لاف زنی سے انکو خوش کر دیا

وَقَالَ اسْتَرُوا امْرِي وَاِنِّي اُرْوِيهِمْ

اور کہا کہ میری بات پوشیدہ رکھو کہ میں انکو نکال کر دے گا

لئے صبر کا صلہ علی لایا جاتا ہے اور دوسرے کے لئے عن۔ باقی رہا مخالفین کو صبر کی تلقین کرنے کا اعتراض۔ سو یہ بھی سراسر باطل ہے کیونکہ کاخوۃ کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ صحابۃ المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اہل مد کے پاس جا کر انہیں صبر نہ کور کی تلقین کرنا برادرانہ شفقت کے طور پر تھا نہ کہ دشمنانہ طور پر +

شعر (۵) قولہ۔ (۱) عنی کا صلہ من نہیں بلکہ با آتی ہے عنی بہ کتے ہیں عنی منہ نہیں کتے +

اقول۔ عنی کا اصل صلہ تو حرف باہی ہے اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے اسے کئی جگہ استعمال فرمایا ہے چنانچہ حضور اپنے رسالہ المدی کے صفحہ ۱۰۰ پر لکھتے ہیں۔

”وَلَا نَعْنِي بِالصُّورِ هَهُنَا مَا هُوَ مَوْكُوفٌ فِي مَتَخِيلَةِ الْعَامَةِ بِلِغْنِي

بِهِ الْمَسِيحُ الْمَوْعُودُ الَّذِي قَامَ بِهَذِهِ الدَّعْوَةِ“ لیکن حرف من با کی جگہ

استعمال ہو سکتا اور ہوتا ہے جیسا کہ کتب لغت اور کتب نحو میں مفصل طور پر مبین ہے

بلکہ اکثر کو فی آئمہ نحو کا اور بعض بصریوں کا تو یہ مذہب ہے کہ تمام حروف جارہ ایک دوسرے

کی جگہ قیاسی اور مطرد طور پر استعمال ہو سکتے ہیں چنانچہ علامہ ابن ہشام اپنی کتاب

معنی میں بحث حرف باء کے آخر پر لکھتے ہیں ”مذهب البصريين ان احرف الجر

تقرب الموارد میں حرف من کے معانی میں لکھا ہے السابع مرادفة الباء نحو ينظرون من طرف خفي

او تداع العروس میں ہے والعاشر مرادفة الباء كقول تعالى ينظرون من طرف خفي اي بطرف خفي

لا یتوب بعضها عن بعض بقیاسی کما ان احرف الحزم واحرف النصب
 كذلك. وما اوهم ذلك فهو عندهم اما مؤول تاویلا یقبل اللفظ کما
 قيل فی ولاصلبتکم فی جذوع النخل ان فی لیست بمعنی علی ولكن
 شبه المصلوب لتمکنه من الجذع بالحال فی الشئ واما علی تضمین
 الفعل معنی فعل یتعدی بذلک الحرف. کما ضمن بعض من یسری
 فی قوله شربن بماء البحر معنی شربن واحسن فی وقد احسن
 معنی لطف واما علی شذوذ انابة کلمة عن اخرى. وهذا الاخير
 هو محل الباب کله عند اکثر الکوفیین وبعض المتأخرین. ولا یجعلون
 ذلك شاذاً ومذهبهم اقل تعسفاً (قال صاحب القصر المبنى علی
 حواشی المغنی المراد فی التعسف من اصله. وفي ذلك میل منه
 لمذهب الکوفیین) یعنی نیابت حروف جر کے متعلق بصری ائمہ کو کاندھیب یہ
 کہ جس طرح حروف جزم یا حروف نصب کو قیاسی طور پر ایک دوسرے کی جگہ
 استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح حروف جر کو بھی قیاسی طور پر ایک دوسرے
 کی جگہ لانا درست نہیں ہے اور جہاں کہیں کسی ایک حرف جر کا کسی دوسرے
 حرف جر کے موقع و محل پر استعمال سمجھا جاتا ہو اسے تضمین یا صرف عن الظاہ
 (مجاز وغیرہ) پر محمول کر لیتے ہیں۔ ورنہ نیابت ہی کو تسلیم کر کے اس پر شذوذ کا
 حکم لگا دیتے ہیں یہ جمہور بصریوں کا مذہب ہے اور اکثر کوفیوں اور بعض متأخرین کے نزدیک
 تمام صورتوں میں نیابت ہی معتبر ہوتی ہے جسے وہ شاذ نہیں بلکہ قیاسی مانتے ہیں
 ان کا مذہب کجروی سے پاک ہے علامہ خالد ازہری نے بھی تصریح میں ایسا ہی
 لکھا اور ابن ہشام کی طرح اسی کوفیوں کے قول کو ترجیح دی ہے +
قوله (۲) یہاں نظہر بالکل لغو ہے کیونکہ عطف ہے نعتی پر تو عبارت
 یہ ہوگی و نظہر ثناء اللہ متہ +
اقول عطف کے لئے یہ ضروری نہیں کہ معطوف علیہ کے معمول یا متعلق

وارضی اللئام اذا احنا من ارضهم ۸ علی النار مشاہم وقد کان یطر

اور لوگوں کو خوش کیا جب انکی زمین کے نزدیک ہوا ان کو آگ پر چلایا اور بہت خوش ہوا

کا تعلق معطوف کے ساتھ بھی ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں بیسیوں ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں معطوف علیہ کا متعلق مذکور ہے لیکن معطوف کے ساتھ اس کا کچھ بھی تعلق نہیں مثلاً فلقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی۔ جیسے القی پر لا تخافی ولا تحزنی کا عطف ہے مگر القی کے متعلق (فی الیم) کا لا تخافی ولا تحزنی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تفصیل اکی یہ ہے کہ اگر القیہ فی الیم (اسے دریا میں ڈال دے) کی طرح لا تخافی ولا تحزنی کے بعد بھی فی الیم مانا جائے تو یہ ایک متعلق بلا تعلق ہوگا کیونکہ خود اُمّ مویٰ نے دریا میں نہیں جانا تھا تا انہیں دریا کے اندر پہنچ کر خوف و غم کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔

قولہ اسکی اصلاح یوں ہو سکتی ہے۔ ونعنی بہ ابا الوفا وھو یھذر

اقول گو آپ کا مولوی ثناء اللہ کی طرف ہندو ہندیان کو منسوب کرنا بجائے خود

تو بالکل بجا اور درست ہے لیکن اس جگہ نغنی بہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی سیاق کلام اسے یہاں درج کرنے کی اجازت دیتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ثناء اللہ کی کسی گفتگو کی طرف اشارہ نہیں کہ اسے بھوکا اس قرار دیا جائے۔ اس لئے یہاں ہندیان مولوی ثناء اللہ کی طرف نہیں بلکہ آپ کی طرف منسوب ہوگا۔

فائدہ۔ اس جگہ بزعم خود جو اصلاح آپ نے کی ہے اس میں رعایت وزن کیلئے

آپ نے ہو کی ہا کو ساکن اور وفاء کے ہمزہ کو حذف کر دیا ہے۔ حالانکہ حضرت اقدس نے جہاں کہیں کوئی ایسا تصرف کیا ہے اس پر آپ نے اعتراض کئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ضد و عناد کی وجہ سے حضرت اقدس پر اعتراض کئے ہیں اور انھوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ جو تصرفات آپ خود کرتے ہیں انکی بناء پر حضرت اقدس پر اعتراض کرتے۔

شعر (۸) قولہ۔ مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے اور فساد دو جگہ ہے۔ قطع

وارضی فعولن لئام اذا اسفا علتن۔ ذنا من فعولن ارضهم فاعلن (یعنی مفا علتن

بجائے مفاعیلین اور فاعلین بجائے مفاعلن لایا گیا ہے۔ مجیب)

اقول (۱) اس مصرع میں ارضی اللہام کے بعد والالفظ ”اذا“ نہیں بلکہ ”اِذ“ ہے جسکے بعد الف سہو کا تلب سے لکھا گیا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ یہاں مستقبل کی ظرف (اِذا) کا موقع ہی نہیں بلکہ ماضی کی ظرف (اِذ) کا موقع ہے لسان العرب جلد ۱۸ ص ۲۹ میں لکھا ہے ”اِذا واذ ظرفان من الزمان فاذا المعایاتی واذ لما مضی“ پس اس کا وزن مفاعلتن نہیں بلکہ مفاعلن ہے جو بالکل درست ہے اور آخری جزو (من ارضہم) میں ہمزہ کی حرکت اس سے پہلے حرف ساکن (نون) کو دیگر ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے جیسے کمر آسے بحذف ہمزہ کمر بنایا جاتا ہے (دیکھو فضول الکبریٰ بحث اصول مہموز) غرض اس مصرع کا وزن وہ نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں بلکہ یہ ہے واصل فعولن لثام اذ مفاعلن دنا فعل (مخدوف) منروضہم مفاعلن۔ (ب) اگر آخری جز میں تخفیف ہمزہ کا قاعدہ جاری نہ کیا جائے بلکہ اسے اپنے اصل پر ہی رہنے دیا جائے تو بھی وزن (دنا من فعولن ارضہم فاعلن) بالکل درست اور صحیح ہے کیونکہ فعولن کو مقبوض کر کے فعول بنایا جاسکتا اور نہایت کثرت سے بنایا جاتا ہے اور چونکہ اس کے بعد مفاعلن (مقبوض) ہے جسکے شروع میں ذنہ مجموع ہے اور اس کے قبل فعول (متحرک الآخر) آئیگی وجہ سے تین متحرک حرف جمع ہو گئے ہیں اسلئے جائز ہے کہ بزحاف تحقیق ان تین متحرک حرفوں میں سے درمیانی حرف کو ساکن کر کے فعول مفاعلن بر وزن فعولن فاعلن بنالیا جائے (یا بلفظ دیگر یوں کہے کہ جب فعولن کے بعد مفاعلن واقع ہو تو مفاعلن کے پہلے حرف کو اگر اسے فاعلن بنایا جاسکتا ہے) پس اس صورت میں بجائے فعولن مفاعلن کے فعولن فاعلن آئیگا جو کہ عینہ دنا من ارضہم کا وزن ہے۔ گویا مفاعیلین مقبوض میں خرم (حذف حرف اول) واقع ہوا ہے جسکی وجہ سے وہ فاعلن بن گیا ہے اسی بات کو ظاہر کرتے ہوئے مفتی سعد اللہ صاحب اپنی کتاب عروض باقافیہ (طبع دوم ص ۲۳) میں لکھتے ہیں ”فیصیر فعولن فَعْلٌ فی التقارب ومفاعیلین فاعلن فی الطویل والنزج والمضارع“ یعنی بحر متقارب

میں (بذریعہ اجتماع خرم و قبض) بجائے فاعل کے فعل آسکتا ہے اور اسی طرح
بجائے مفعول میں بجائے مفاعیلین کے فاعل آسکتا ہے +
۱۔ اور سید غلام حسین بلگرامی اپنی کتاب قواعد العروض کے صفحہ ۴۹ و ۵۰ پر بحث
ذخافات و علل میں لکھتے ہیں۔ ”تخلیق۔ صاحب حدائق المعجم کے نزدیک اس کا حرف
دوم خائے معجم اور سوم نون ہے (یعنی یہ لفظ تخلیق ہے) لیکن علامہ نقشبندی
شرح خزر جہ میں اس کا حرف دوم خائے حطی اور سوم بائے موحہ صحیح جاننا ہے
(یعنی اس کے نزدیک یہ لفظ تخلیق ہے) بقول محقق طوسی و شایخ خزر جہ جب وند مجموع
رکن کے شروع پر ہو اور وہ رکن صدر یا ابتدائی میں نہ ہو بلکہ حشو یا عروض و ضرب میں
واقع ہو اور اس رکن کے ماقبل ایک حرف متحرک ہو جس سے تین متحرک متوالی ہو جائیں
تو اس وقت کے حرف اول کو ساکن کرنا۔ اس صورت میں تخلیق گویا وند کے شروع حرف
کی تعریف ٹھہری جو کہ ساکن ہو کر اپنے ماقبل متحرک سے مل گیا ہے محمد ابن قیس کا قول ہے
کہ جلیب خرم کو سولے صدر و ابتدائے اور کہیں لائیں تو اس کا نام تخلیق ہے۔ اور مولف کے
قیاس میں اصل الاصول سب کی تسکین ہے اور گویا اسکی تین قسمیں ہیں۔ ایک خود تسکین
دوسری تخلیق تیسری تشعبت ذخافات تسکین تو ہر جگہ اور دو دو رکن میں بھی اپنا
عمل کر سکتا ہے اور تخلیق خاص دو رکن یعنی وند مجموع ابتدائی (رکن کے شروع میں) یا وند
وند) اور رکن غیر ابتدائی (جو مصراع کا پہلا جزو نہ ہو) میں۔ اور تشعبت خبن کے بعد
خاص عروض و ضرب میں عامل ہے۔ پس وزن بالکل درست ہے اور آپ کا اعتراض
سراسر جهالت پر مبنی +

۲۔ ذخافات تسکین کا ذکر کرتا ہوا مصنف مذکور قواعد العروض کے صفحہ ۴۹ پر لکھتا ہے ”جس تمام
پر تین متحرک متوالی ایک جا ہو جائیں خواہ ایک رکن کے ہوں مثلاً مفتعلن یا فعلناتن
میں۔ خواہ دو رکن کے جس طرح مفعول مفاعیلین میں۔ پس در میان ذلے متحرک کو ساکن
کر لینا۔ جیسے مثال اول دوم کو مفعولین اور مثال سوم کو مفعولین مفعولین بنالینا“ منہ

<p>تکلم بالاجلاف من غیر فطنتہ اس نے کینوں کی طرح بغیر دانائی کے کلام کیا وان کنت فی شک فسل یا مکذِب اور اگر تجھے شک ہے</p>	<p>و یا تیک بالاختیار من کان ینظر اور دیکھنے والوں سے تو خود سن لے گا دھاقین مدی والحقیقۃ الہر تو مد کے زمینداروں سے پوچھ لے</p>
---	---

شعر (۹) قولہ (۱) اجلاف بمعنی کینے عربی میں نہیں بلکہ پنجابی زبان میں اس
 معنی میں بولتے ہیں۔

اقول۔ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اعتراض کرنے سے پہلے عربی زبان کی کم از کم کسی
 چھوٹی سے چھوٹی کتاب لغت سے ہی اس لفظ کی تحقیق کر لیتے۔ دُور جانے کی بھی
 ضرورت نہیں تھی منتخب اللغات ہی دیکھ لی ہوتی جو فارسی زبان میں عربی لغت کی ایک نہایت
 سہل اور چھوٹی سی کتاب ہے جسے شد و بود جاننے والے بچے بھی جانتے اور اس سے
 مستفید ہوتے ہیں۔ اس میں بھی اس لفظ کے یہ معنی لکھے ہوئے موجود ہیں چنانچہ اس
 لفظ کا ذکر کر کے اس میں اس کے معنی لکھے ہیں کہ ”فرومایہ و ستمگار“ یعنی کینہ اور ظالم
 اسی طرح صراح میں لکھا ہے و یقال اعرابی جلف ای جاف یعنی جلف کے معنی
 جانی کے ہیں اور لفظ جانی کے معنی ہیں ”جانی الخلق ای کر غلیظ العشرۃ خرق
 فی المعاملۃ متعامل عند الغضب والسورۃ علی الجلیس“ (تاج العروس) یعنی
 بد خلق۔ بد سلوک۔ بد معاملہ غضب اور جوش کے وقت اپنے ہمنشین پر حملہ آور ہو کر
 آپے سے باہر ہو جانے والا +

قولہ (۲) مصرعہ ثانیہ سرقہ ہے طرفہ بن العبد صاحب معلقہ ثانیہ سے پورا شعر
 سکا یوں ہے سہ سببک لک الا یام ما کنت جاہلا۔ و یا تیک بالاختیار من لصتزوج
 فسوس اس پر ہے کہ اس بیچائے شاعر کا مصرعہ اولیٰ بھی مرزا صاحب کے دستبروسے نہ
 بیچا نہ لکھتے ہیں سہ سببک لک الرحمن مقسوم حبکم (دیکھو شعر نمبر ۱۲۵) +
 قول۔ (۱) یہ سرقہ نہیں بلکہ محض اشتراک الفاظ متعارف ہے جس کے متعلق

علامہ ابن رشیق اپنی کتاب الحمدة فی صناعة الشعر ونقدہ (جلد ثانی ص ۲۲۲) میں لکھتے ہیں "وما یعدُّ سرقاً و لیس بسرقة اشتراك اللفظ المتعارف" یعنی الفاظ متعارف کا اشتراک سرقہ میں داخل نہیں ہے۔ اور پھر اسکی امثلہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کقول عنترۃ ۛ

وخیل قد دلفت لها بخیل ۛ علیہا الاسد تھتصر اھتصارا
وقول عمرو بن معدی کرب ۛ

وخیل قد دلفت لها بخیل ۛ تحیة بینہم ضرب وجیع
وقول خنساء ترقی اھا صخرا ۛ

وخیل قد دلفت لها بخیل ۛ فداوات بین کبشیہا رھاھا
ومثلہ ۛ

وخیل قد دلفت لها بخیل ۛ تری فرسانھا مثل الاسود
اور ان امثلہ کو ذکر کر کے لکھتے ہیں "وامثال ہذا کثیر" یعنی اس اشتراک لفظی کی مثالیں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں جنہیں سرقہ پر محمول کرنا نادانی ہے ۛ
ایسے معمولی اشتراک لفظی کی مثالیں قرآن کریم میں بھی موجود ہیں یعنی قرآن کریم کے بعض فقرات یا انکے مشابہ فقرے شعراء زمانہ جاہلیت کے بعض اشعار میں پائے جاتے ہیں چنانچہ

(۱) قرآن کریم میں ہے فیہن قاصرات الطرف (الرحمن ع ۳۷) اور امر القیس
کتابہ ۛ

من القاصرات الطرف لودب محول ۛ من الذرفوق الاتب منها الاثرا
شرح دیوان امر القیس ص ۱۱۷
(۲) قرآن کریم میں ہے وعلى الله قصد السبیل ومنها جاضر (نحل ع ۱۷)
اور امر القیس کتابہ ۛ

ومن الطریقۃ جاضر وھدی ۛ قصد السبیل ومنہ ذو دخل
شعرا فیہ النظر فیہ جداول ص ۱۱۷
(۳) قرآن کریم میں ہے فیھا انھار من ماء غیر اسن (محمد ع ۲) اور امر القیس

کتاب ہے ۵
 و ملو آسن برکت علیہ + کات مناخرا ملق لیام
 (۴) قرآن کریم میں ہے یخرت دن للاذقان سجدۃ (بنی اسرائیل ع ۱۲) اور
 اعشی قیس کتاب ہے ۵

وخرت تمیم للاذقانہا + سجوداً الذی التاج فی المعجمہ
 (۵) قرآن کریم میں ہے قال انه صرح حمرد من قواریر (نمل ع ۳) اور
 طرفہ کتاب ہے ۵

جالیۃ وجناء حرف تخالہا + بانساعہا والرحل صرحاً عمردا
 (۶) قرآن کریم میں ہے او سکما فی السماء (انعام ع ۲) لعلی ابلغ الاسباب
 اسباب السموات (مومن ع ۲) اور زہیر کتاب ہے ۵

ومن هاب اسباب المنیۃ یلقہا + ولورام اسباب السماء یسلم
 (۷) قرآن کریم میں ہے ما یدئی الباطل وما یعیید (سبا ع ۴) اور عبید
 بن الابصر کتاب ہے ۵

اقفر من اہلہ عبید + فالیوم لا یدئی ولا یعید
 (۸) قرآن کریم میں ہے ان عذابہا کان غراماً (فرقان ع ۶) اور بشر بن
 ابی حازم کتاب ہے ۵

ویوم النساء ویوم الفجاء + کانا عذاباً وکانا غراماً
 (۹) قرآن کریم میں ہے ولا قضر خذک للناس (تہان ع ۲) اور شمس
 کتاب ہے ۵

وکنا اذا الجبار صغر خذہ + اقمنا من مبلہ فتقوم
 (۱۰) قرآن کریم میں ہے ویقولون خمسة سادسہم کلہم رجلاً بالغیب
 (کہف ع ۳) اور ابو قیس بن اسلم کتاب ہے

رجموا بالغیب کما یعلموا + من عدید القوم ما لا یعلم
 (۱۱) قرآن کریم میں ہے (نور ع ۲) اور مملکت لیلہ میں ۵

(۱۱) قرآن کریم میں ہے خلق الانسان من صلصال كالفخار (الرحمن ع ۱) اور امیہ بن ابی الصلت کتا ہے ۵

كيف المجود وانما خلق الفتنه : من طين صلصال له فخر
(جمہور ص ۱۲۱)
(۱۲) قرآن کریم میں ہے کان علی ربك حتما مقضيا (مریم ع ۵) اور امیہ بن ابی الصلت کتا ہے ۵

رب كلا حتمته و اردنا : و کتاباً حتمته مقضيا
(جمہور ص ۱۲۱)
(۱۳) قرآن کریم میں ہے فسوف یلقون غیا (مریم ع ۴) اور امیہ بن ابی الصلت کتا ہے ۵

لقيت المهلك في حربنا : وبعد المهلك لاقيت غيا
(جمہور ص ۱۲۱)
(۱۴) قرآن کریم میں ہے اذ نفشت فيه غم القوم (انبیاء ع ۶) اور امیہ بن ابی الصلت کتا ہے ۵

نفشت فيه عشاء غم : سرعاء ثم بعد العتمه
(جمہور ص ۱۲۱)
(۱۵) قرآن کریم میں ہے وعنت الوجوه للحی القيوم (طہ ع ۶) اور امیہ بن ابی الصلت کتا ہے ۵

ملك على عرش السماء هيم : لعنته تعنوا الوجوه وتسجد
(جمہور ص ۱۲۱)
ایسے ہی اشتراک یسیر کی بنا پر آپ کی طرح پادری لوگ کمال وقاحت سے کلام لیتے ہوئے قرآن کریم پر اخذ و ستر کے جھوٹے اور سراسر جھوٹے الزام لگایا کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر دیکھئے۔ پادری ٹسڈل اپنی کتاب ینایع الاسلام (ج ۱) کا مبحث ہی یہ ہے کہ قرآن کریم اور اسکی تعلیم مختلف کتب سے ماخوذ و مسروق ہے تعالیٰ عن ذلک علواً کبیراً کے صفحہ ۸ پر کتاب تحفه اثنا عشریہ تصنیف شاہ عبدالحزیز رحمۃ اللہ علیہ باب دوم ذکر کیدیہ ۳۷ میں کے اولایہ عبارت نقل کرتا ہے :
ان وفد بکر بن وائل قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما فرغوا من حوائجهم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل فيكم احد يعرف قس

ابن ساعدة الايادي قالوا كلنا نغفره۔ قال ما فعل قالوا هلك فقال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم كافي على جل اجمر بعكاظ قائماً يقول "يا ايها الناس
 احتمعوا واسمعوا وعوا كل من عاش مات۔ وكل من مات فات۔ وكل ما هو
 آت آت۔ ان في السماء لخبراً وان في الارض لعبداً۔ عماد موضوع۔ وسقف
 مرفوع۔ وبها رموز۔ وتجارة لن تبور ليل داج۔ وسما ذات ابراج۔ اقسام
 قس حقاً لان كان في الامم مرضى ليكون بعدة سخط وان الله عزت قد تدبنا
 هو احب اليه من دينكم الذي انتم عليه۔ مالي اري الناس يذهبون فلا
 يرجعون۔ ارضوا فاقاموا۔ ام تركوا فناموا؟

اور پھر دسواس خناس کا مظہر بنکر مصنف مذکور اس پر حسب ذیل بنیاد ^{علی}
 جرف ہار (کھڑی کرتا ہے) (فانہار بہ فی نار جہنم) (دیکھو ص ۱۹) بیابان الاسلام
 مترجمہ بزبان اردو کہ "حافظہ حضرت کا زبردست تھا دیکھو قس کا کلام جو نشر
 میں ہے آپ کے فہم میں کیسا تازہ رہا۔ اہل عرب میں عوام الناس کے مذاق بگڑ
 ہوئے تھے فحش و عیا شانہ کلام کی قدر تھی جیسا کہ امر القیس وغیرہ مشہور روزگار
 لوگوں کا ہوتا تھا۔ عمدہ و عالی مضامین کو پسند کرنے والے معدودے چند تھے ان
 میں آنحضرت کی طبیعت اس کے لئے از بس مناسب و موزون واقع ہوئی تھی
 پس کچھ عجب نہیں کہ قرآن کے اندر ضد یا دینداروں کا متفرق کام نشر و نظم ویسا
 ہی یا کچھ رد و بدل کے ساتھ محفوظ رہ گیا ہو۔ اور جو لوگ قرآن کو کلام ربانی نہیں
 مان سکتے بلکہ کلام انسانی۔ وہ اس کو انہیں باحتیاط لوگوں کے ملفوظات سمجھتے ہیں
 جو بوجہ دینداری کے ہر دلعزیز نہ ہوئے۔ اور جن کے نتائج طبع بد اخلاق زمانہ کی ہر قدر
 نے نسبتاً منسباً کر دیئے۔ شہرستانی نے عرب محصلہ کے بیان میں ایسے بعض
 لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ اس میں اسی قس بن ساعدہ کا ایک شعر ہے ۵
 کلا بل هو الله احد ۶ ایس بمولود ۷ ولا والد
 اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے قرآن کے ان جملوں سے قل هو الله احد

لم یولد ولم یولد۔ اور امیہ بن ابی الصلت کا ایک سخن شہرستانی نے نقل کیا ہے کل دین یوم القیامۃ عند اللہ۔۔۔۔۔ الا دین الحنفیۃ۔ اور اس کا مقابلہ قرآن کی اس آیت سے کرنا چاہئے ومن یتبع غیرا کاسلام دینا فلن یقبل (آل عمران ع ۹) اور زید بن عمرو بن نفیل جس کا ذکر آخری فصل کتاب میں آئے گا یہی دعویٰ کرتا تھا۔ لم یبق علی دین ابراہیم احد غیری۔ اور اسی مقام پر زہیر بن ابی سلمیٰ کا ایک مقولہ درج ہے سیحی العظام وہی رمیم۔ اس کو قرآن کی اس آیت سے ملا دو قال من یحیی العظام وہی رمیم (یس ع ۵)۔
اب آپ (مقرض صاحب) اپنے اعتراض اور پادری مذکور کے اعتراض کا مقابلہ کریں کیا ان میں کچھ فرق ہے۔ اگر کوئی فرق نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے تو خدا را ذرہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو سہی کہیں آپ ایسی اعتراضات کر کے ان آیات کے مصداق تو نہیں بن رہے کذلک قال الذین من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم۔ یضاہئون قول الذین کفروا من قبل قائلہم انی یؤفکون +

(ب) اگر بطور تنزل اسے اخذ پر ہی محمول کر لیا جائے تو بھی یہ اخذ سرفہ نہیں کہلا سکتا (کیونکہ جس کلام سے اسے ماخوذ قرار دیا گیا ہے وہ نہایت شہرت یافتہ ہے) بلکہ تضمین کہلائیگا جو محسنات بدیعہ میں سے ایک صنعت ہے چنانچہ احمد ہاشمی جواہر البلاغ میں اسے صنائع بدیعہ کے ذیل میں درج کرتا ہوا لکھتا ہے التضمین وسیعی البداع و هو ان یضمن الشعر شیئاً من شعر اخر مع التنبیہ علیہ ان لم یشتمھ یعنی تضمین جس کا دوسرا نام ایداع ہے اسے کہتے ہیں کہ ایک شعر میں کسی دوسرے اور شعر کا کوئی حصہ رکھ دیا جائے اور اگر وہ دوسرا شعر غیر مشہور ہو تو ساتھ ہی کسی کسی رنگ میں اس بات کو ظاہر کر دیا جائے کہ اس میں کسی اور شاعر کے کسی شعر کا کوئی (بڑا یا چھوٹا) حصہ داخل کیا گیا ہے اور علامہ قرظینی ایضاً میں لکھتے ہیں۔ واما التضمین فهو ان یضمن الشعر شیئاً من شعر الغیر مع التنبیہ علیہ ان لم یکن مشہوراً

عند البلغاء كقول بعض المتأخرين وهو ابن التلميذ الطيب النصارى
 ۛ كانت بلهنية الشبية سكرة + فصحت واستبدلت سيرة مجمل
 وقعدت انتظر الفناء كراكب + عرف المحل فبات دون المنزل
 البيت الثانى لمسلم بن الوليد الافضل - وقول عبد القاهر بن طاهر التميمى ۛ
 اذا ضاق صدرى وخفت العدى + تمثلك بيتاً بحال يلىق
 فبا الله ابلغ ما ارجى + وبالله ادفع ما لا اطيع - وقول ابن العميد ۛ
 وصاحب كنت مغبوطاً بصحبته + دهر افغادنى فرداً بلا سكن
 هبت له ریح اقبال فطار بها + نحو السرد والجأنى الى الحزن
 كانه كان مطويّاً على احن + ولم يكن فى ضرب الشعر انشدنى
 ان الكرام اذا ما اسهلوا ذكروا + من كان يالفهم فى المنزل الحشن
 البيت لابی تمام - وكقول الحریری ۛ

على انى سأتشدد عند بيعى + اضاعونى واى فتى اضاعوا
 المصراع الاخير قبيل هو للعرجى وقيل لامية بن ابى الصلت وتام البيت
 ۛ ليوم كرهية وسداد ثغر + ولا حاجة الى تقديره لتام المعنى بدونه
 ومثله قول الاخر ۛ قد قلت لما طلعت وجناته حول الشقيق الغفور وضامن
 اغداره السارى العجول ترفقن - ما فى وقوفك ساعة من باس
 المصراع الاخير لابی تمام - وكقول الاخر -

كنامعاً امس فى بؤس نكادة + والعين والقلب منانى قذى واذى
 والان اقبلت الدنيا عليك بما + تهوى فلا تنسنى ان الكرام اذا
 اشار الى بيت ابى تمام

علامه ابن رشيق العمدة نيس لکھنؤ ۛ ومن التضمن ما يجمل الشاعر فيه
 احالة ويشير به اشارة (جلد دوم ص ۛ) يعنى تضمين کی ایک قسم یہ ہے کہ کسی شعر
 یا اشعار کے مضمون کی طرف اشارہ کر دیا جائے اور اس شعر کی طرف متوجہ کر دیا جائے

اور پھر لکھتا ہے ”فہذا النوع البعد التضمینات کلھا و اقلھا وجوداً و ذلک
نحو قول ابی تمام ۛ

لعمرو مع الرضاء و النار تلتظ + ارق و احمی منك فی ساعۃ الكرب
اراد البیت المضروب بہ المثل ۛ
المستجیر بعی و عند کربتہ + کالمستجیر من الرضاء بالنار
یعنی یہ قسم تضمین کی نادر الوجود ہے اور اسکی مثال ان دو شعروں میں سے پہلا شعر
ہے جو دوسرے شعر کے مضمون کی طرف اشارہ کرتا ہے +

غرض اس صنعت کو نہ صرف معیوب نہیں سمجھا گیا بلکہ یہ ایک نہایت اعلیٰ پایہ
کی خوبی مانی گئی ہے۔ ہاں سرقہ اور تضمین میں فرق اور امتیاز کے لئے اس شرط کو نظر
رکھنا ضروری ہے جو تضمین کی تعریف میں ماخوذ ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی اخذ کا نام
تضمین صرف اسی صورت میں رکھا جاسکتا ہے کہ یا تو اصل شعر جس میں سے دوسرا شعر اخذ
کیا گیا ہے بلقاء اور ادب میں خوب شہرت یافتہ ہو۔ اور یا پھر اس بات کا کسی رنگ میں اظہار
کیا گیا ہو کہ یہ شعر کسی دوسرے شاعر کے شعر سے ماخوذ ہے۔ جیسا امثلہ گذشتہ میں (جو
ایضاح والے حوالہ کے ضمن میں مذکور ہوئی ہیں) اس بات کا کسی نہ کسی رنگ میں
التزام کیا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ امر القیس طرفہ وغیرہ شعراء کا کلام جسکی تضمین
حضرت اقدسؒ نے بعض مواقع پر اپنے کلام میں کی ہے نہایت ہی شہرت یافتہ ہے
چنانچہ خود معترض صاحب نے اسکی اس شہرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
”جس کلام سے مرزا صاحب نے سرقہ کیا ہے یعنی سبۃ معلقہ وغیرہ وہ اس قدر مشہور
اور شائع ہے کہ عرب کیا عجم کے بھی معمولی عربی پڑھنے والے بچوں کی نوک زبان پر ہے“
(تمہید رسالہ ابطال اعجاز ص ۱۱) پس ایسے مشہور و معروف کلام کا اخذ سرقہ کیونکر کھلا سکتا ہے؟
اس جگہ اس بات کو واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احسن صورت تضمین
کی وہی ہے جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشعار میں پائی جاتی ہے یعنی
اصل شعر کی شہرت پر اعتماد کر کے اپنے کلام میں اس کی طرف اشارہ نہ کرنا اور یہ

نہ بتانا کہ یہاں پر کسی اور شعر کی تفسیم کی گئی ہے اور بغیر کسی ایسے اشارہ کے تفسیم کرنا
چنانچہ علامہ ابن شریق اپنی کتاب العہد ورجلہ ثانی صفحہ ۶۸ میں لکھتا ہے

یا خاضب الشیب والایام تظہرہ ۞ ہذا شباب لعمر اللہ مصنف غ
اذکرتنی قول ذی لب وتجربہ ۞ فی مثلہ لک تادیب و تقدر
ان الجدید اذا ما زید فی خلق ۞ تبیین الناس ان التوب مرقوع
بطور مثال تفسیم لکھ کر اسکے متعلق لکھتا ہے: "ہذا جید فی بابہ۔ واجود منہ

ان لو لم یکن بین البیت الاول والاخر واسطۃ۔ لان الشاعر قد دل بذلک
على انه متهم بالسرقة او على ان هذا البیت غیر مشہور۔ وليس كذلك
بل هو كالشمس اشتہاداً۔ ولو اسقط البیت الاوسط لکان تفسیماً عجیباً

علامہ ابو ہلال عسکری اپنی مشہور و معروف تصنیف کتاب الصنائع میں

میں لکھتے ہیں۔ کہ بسا اوقات شعراء ایک دوسرے کے کلام کو بلا مضائقہ اپنے کلام
میں داخل کر لیتے ہیں۔ اور اخذ و دم کا انہیں وہم بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ کتاب مذکور کے
صفحہ ۱۴۷ پر لکھتے ہیں۔ "ربما اخذ الشاعر قول المشہور ولم یبال۔ كما فعل النابغة

فانه اخذ قول وهب بن الحناث بن ذہرہ

تبدوا کواکبه والشمس طالعة ۞ یجری علی الکاس منہ الصاب والمقر

وقال النابغة تبدوا کواکبه والشمس طالعة ۞ لا النور نور ولا الاظلام اظلام

واخذ قول رجل من کندہ فی عمرو بن ہند

هو الشمس وافت یوم دجن فاضلت ۞ علی کل ضوء والملوک کواکب

فقال به بانک شمس والملوک کواکب ۞ اذا طلعت لم یبد منہن کواکب

پس یہ بھی اسی قسم تفسیم کی طرف اشارہ ہے۔ جو اسکی سبب بڑھکر پسندیدہ صورت ہے

اور یہی قسم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں پائی جاتی ہے

(ج) اشتراک لفظی اور تفسیم کے علاوہ توار و بھی شعراء کے کلام میں کثرت سے پایا جاتا ہے

اور اس میں بھی سرقت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ ابن شریق العہد میں لکھتا ہے۔

— سر جادہ در بیا دھم الحافہ علی الحافہ (جلد ثانی ص ۱۲) یعنی شعر کو بھی ایک راستہ
 ہی سمجھو پس جس طرح راستہ میں چلتے ہوئے بسا اوقات ایک گھوڑے کے نشان قدم پر اس کے
 بعد آئیوں لے گھوڑے کا قدم بھی آ پڑتا ہے۔ اس طرح ہر ایک شاعر کے کہے ہوئے کلام جیسا
 اور بعینہ ویسا ہی جمایا کلام ایک دوسرا شاعر بھی کہہ دیتا ہے۔ اور اس میں ایک دوسرے
 کی تقلید یا اس سے اخذ کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔

علامہ قزوینی ایضاً میں لکھتا ہے "ہذا کلامہ اذا علم ان الثاني اخذ من
 الاول۔ وهذا لا يعلم الا بان يعلم انه كان يحفظ قول الاول حين نظم قوله او بان
 يخبره عن نفسه انه اخذ منه۔ ليجوز ان يكون الاتفاق من قبيل توارد الخواطر
 ای مجبئہ علی سبیل الاتفاق من غیر قصد الی الاخذ والسرقة" (مجموع شروح
 التلخیص جلد رابع ص ۵۰)

اور ابن یعقوب مغربی موارب الفتح میں لکھتا ہے "وانما اشترط استمرار العلم
 الی وقت القول لانه ان ذهب عن المحافظة جملة فینبغی ان تبعه من توارد الخواطر"
 ابن یعقوب نے اس موقع پر ابن میادہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ اس نے ایک
 شخص کی مدح میں ایک شعر کہہ کر سنایا۔ جس پر اسے یہ جواب ملا کہ یہ تو حطیثہ کا شعر ہے۔ ابن
 میادہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں بھی
 شاعروں کے زمرہ میں شمار ہو سکتا ہوں۔ کیونکہ میں نے ایک مستند شاعر کے کلام کے
 ٹھیک مطابق شعر کہ لیا۔ ورنہ اس سے قبل مجھے قطعاً علم نہیں تھا کہ حطیثہ نے بھی ایسا کہا ہے۔
 ابو بلال عسکری کتاب الصنائع میں لکھتا ہے "سئل ابو عمرو بن العلاء عن

الشاعرین یتفقان علی لفظ واحد ومعنی۔ فقال عقول رجال توافقت علی السمتا وذلك
 وقوفاً بہما صحبی علی مطہم۔ یقولون لا تہلك امی وتجلد۔ وهو قول امرء القیس۔
 وقوفاً بہما صحبی علی مطہم۔ یقولون لا تہلك امی وتجلد۔ فغیر طرفة القافية۔
 وقال الحادث بن وعلہ۔ الان لما ابیض مسریتی۔ وعضضت من نابی علی
 جذم۔ وقال الغسان السلیطی۔ الان لما ابیض مسریتی۔ وعضضت من نابی اجذامی

وقال البعیت سے اتر جو کلیب ان یحییٰ حدیثا۔ بخیر وقد اعیى اکیلیبا قدیمها۔
وقال ألفردوق سے اتر جو ربیع ان تجیی صغارها۔ بخیر وقد اعیى ربیعاً کبارها۔
اور پھر لکھتا ہے یہ مثل ہائے کثیر فی الشعار ہم جداً (ص ۱۴۳)

اور پھر لکھتا ہے۔ "سوی لنا ابن عمر بن ابی ربیعۃ انشد ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے تشطغلاً واذ جیراننا۔ فقال ابن عباس سے وللداء بعد غدٍ ابعد۔
فقال عمر واللہ ما قلت الا کذا لک" (ص ۱۴۳)

اور پھر ایک واقعہ اپنا بھی لکھتا ہے کہ "انشدت اصحاب اسمحیل بن عباد
کانت سراة الناس تحت اظلمہ۔ فسبقنی وقال سے فغدت سراة الناس فوق
سراة۔ وکذا لک کنت قلت" (ص ۱۴۳)

اسی طرح مصنف مذکور لکھتا ہے "وقد یقع للمتاخر معنی سبقہ الیہ المتقدم
من غیر ان یلم بہ۔ ولكن كما وقع للاول وقع للآخر۔ وهذا امر عرفتہ من نفسی۔
فلست امتری فیہ۔ وذا لک انی عملت شیئاً فی صفة النساء سے سفرق بدوراً
وانتقبت اہلہ۔ فظننت انی سبقت الی جمع ہذین التشبیہین فی نصفیت
الی ان وجدته بینه لبعض البغدادیین۔ فکثر تعجبی وعزمت علی ان لا حکم
علی المتاخر بالسرق من المتقدم حکماً حتماً" (ص ۱۴۶)

غرض معترض صاحب نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کو اخذ اور
سرقہ پر محمول کرنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ کسی کلام کو سرقہ قرار دینے کیلئے معیار یہ سمجھ
لینا کہ اس سے پہلے کے کسی کلام کیساتھ اس کا کسی رنگ میں اشتراک ہو۔ اور ہر ایک
اشتراکی صورت کا نام اخذ رکھنا بڑی نادانی ہے۔ سرقہ اور غیر سرقہ میں امتیاز کرنا۔
اور پھر سرقہ کی مختلف اقسام میں سے مقبول اور مردود۔ یا ممدوح اور مذموم کے فرق
کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جسے معترض صاحب جیسا ایک علوم و فنون اور
عقل و خرد سے سراسر کورا انسان بھی اپنے ماتھے میں لے سکے۔ جنہیں آنا بھی معلوم
نہیں کہ علماء بلاغت سرقہ کسے کہتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔ "کسی غیر کے کلام کا اخذ

سرقہ ہے۔ اگر اس سے بہتر نہ ہو۔ ورنہ حسن اخذ ہے۔ حالانکہ یہ تقسیم بالکل باطل اور غلط ہے۔ کیونکہ اگر اس میں لفظ اخذ اپنے اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے تو چونکہ اصطلاحاً سرقہ اور اخذ مترادف ہیں۔ اسلئے ان میں سے ایک کو دوسری کی قسم بنانا بڑی ناہنجاری ہے۔ ہر ایک اخذ خواہ حسن ہو یا غیر حسن۔ سرقہ کہلائیگا۔ اور اگر یہ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جو عام ہیں تو اس کا حصہ سرقہ اور حسن اخذ میں باطل ہے۔ کیونکہ تفہیم اور اقتباس وغیرہ پر بھی اخذ کے لغوی معنی صادق آتے ہیں۔ پس اخذ کی اس آپچی تقسیم ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپکو ابھی تک اتنا بھی معلوم نہیں کہ ارباب بلاغت کے نزدیک اخذ اور سرقہ کے کیا معنی ہیں۔ یونہی کسی سے یہ الفاظ سن کر بے سوچے سمجھے جہل مرکب کے فتنے میں آپ اعتراض پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

علامہ ابن رشيق العمدة (جلد دوم ص ۲۱۵) میں لکھتے ہیں: "لست تعد من جہانہذا الکلام ولا من نقاد الشعر حتى تمیز بین اصنافه واقسامه دخیط برتبة ومنالہ" یعنی کوئی شخص منقذ شعر نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ اسے اخذ کے تمام اقسام واصناف اور اسکے مراتب و مدارج کے متعلق وسیع علم اور گہری واقفیت نہ ہو۔ پھر لکھتے ہیں: "اتکال الشاعر علی السرقۃ بلا دة وعجز۔ وقرکہ کل معنی یضیق الیہ جملہ۔ ولكن المختار له عندی او مطالحات" (جلد ثانی صفحہ ۲۱۶) یعنی اگر کسی شخص کی شعر گوئی کا تمام دارو مدار اخذ و سرقہ پر ہو۔ تو اسے شاعر مت سمجھو۔ بلکہ وہ شعر کہنے سے عاجز اور کوڑمغز ہے اور اگر ایک شخص اس پہلو کو بالکل ہی چھوڑے ہوئے ہے۔ اور پہلے نامی شعراء کلام سے کہیں بھی اخذ نہیں کرتا۔ تو وہ فن شعر سے بالکل بیخبر و جاہل ہے۔

نیز علامہ موصوف لکھتا ہے: "هذا باب تقسم جہاں کا یقیناً واحد من الشعراء ان یدعی السلامة منه" (ص ۲۱۵) یعنی سرقات شعریہ کا باب (دروازہ) ایک ایسا باب ہے جس سے ہر ایک شاعر کو گذرنا پڑتا ہے۔ اور کوئی شاعر نہیں جو اس میں سے کبھی نہ گذرنے کا دعویٰ کر سکے اور اپنے کلام کو بکلی اس سے خالی کر سکے۔

مہم جناب مترض صاحب کون تنقید شعر میں ماہر و نیکابڑا آدمی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہدیان متعلق تنقید شعریہ کا عنوان "تنقید" ہی رکھا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھتے ہیں۔

میں اس موقع پر مکرر اس بات کو واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ کسی کلام کو سرقہ پر محمول کرنے سے قبل کم از کم مندرجہ ذیل امور پر پوری طرح نظر ہونی چاہئے :

(۱) جس معنی یا کلام کو مسروق قرار دیا گیا ہے۔ وہ شعراء میں ایسا مشہور و معروف تو نہیں کہ اسے اپنے کلام میں داخل کرنا سرقہ (چوری) کہی نہ سکیں۔ کیونکہ سرقہ (چوری) بغیر پردہ اور خفا کے ممکن ہی نہیں۔ اور چوری کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ لوگوں کو کسی چیز سے غفلت میں پا کر اس غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ناجائز طور پر اس چیز کو اپنے قبضہ و تصرف میں لایا جائے۔ (یہ بھی یاد رہے کہ کلام یا معنی کے سرقہ کے سوال پر جن لوگوں کی غفلت دیکھی جاتی ہے۔ وہ عام پبلک نہیں بلکہ صرف ارباء و اعیان کا طبقہ ہے)۔

(۲) وہ کلام یا معنی شاملات کی طرح ایسا تو نہیں کہ اس کو استعمال کر نیکاح حق پبلک کو حاصل ہو۔ اور وہ کسی خاص شخص کی مملوکہ چیز کی طرح نہ ہو۔ بلکہ وہ عام معنی یا مشہور لفظ یا محاورہ جس کے متعلق کسی شخص کا یہ دعویٰ نہ چل سکے کہ وہ میری ہی ایجاد ہے۔ یا یہ کہ میں نے اس میں فلاں جدت پیدا کر دی ہے۔ جس کے باعث وہ میرا ملک ہو گیا ہے۔ بلکہ عام متداول لفظ یا ترکیب یا معنی ہو۔ کیونکہ ملک عام چیز کو اپنے استعمال میں لانیوالا شخص سارق نہیں کہلا سکتا۔ چنانچہ ابن رشیق اس بارہ میں لکھتا ہے : "والسرق ایضا انما هو فی البدیع المخترع الذی یختص بہ الشاعر لا فی المعانی المشتركة التی ہی جاریہ فی عاداتهم ومستعملہ فی امثالهم ومحاوراتهم مما ترفع بہ الظنۃ فیہ عن

الذی یوردہ ان یقال انہ اخذہ من غیرہ" (العمد جلد ثانی ص ۲۱۶)

(۳) اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ وہ کلام یا معنی اسکا اپنا طبع زاد نہیں ہے بلکہ اس نے اسے کسی دوسرے کے کلام سے اخذ کیا ہے ؟ اور جب کسی معنی یا کلام کا مسروق ہونا ثابت ہو جائے۔ تو پھر اسے نقل اعتراض قرار دینے سے قبل اس بات پر غور کر لینا ضروری ہوتا ہے کہ (۱) جس شخص کو دوسرے کے کلام کا اخذ قرار دیا گیا ہے۔ اسکے اپنے کلام پر نظر کرنے سے کیا یہ تو نہیں ثابت ہوتا کہ وہ خود ایسا ہی کلام یا اس سے بھی بڑھ کر کہہ سکتا ہے۔ کیونکہ ایسی ثابت ہو جائیگی صورت میں اسکے اخذ کو قابل گرفت یا عجیب نہیں قرار دیا

جاسکتا۔ چنانچہ ابن رشیق عمدہ (جلد ثانی صفحہ ۲۲) میں لکھتا ہے: "والشاعر قد
 يستوہب البيت والبیتین والثلاثۃ والکثیر من ذلک اذا کانت شیبۃ
 بطریقۃ۔ ولا یعد ذلک عیباً لانه یقدر علی عمل مثلها۔ ولا یحیی ذلک لالا
 للمخاض المبرز" (۲۲) اخذ کا قول (جس میں اس نے کچھ تصرف بھی کر لیا ہو۔ رتبہ
 میں ماخوذ عنہ کے قول سے بڑھ کر یا اسکے برابر تو نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس سے بڑھ کر ہو
 یا اسکے مساوی ہو۔ تو اس پر نہ صرف اعتراض ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ مستحق تعریف ہے۔
 افضلیت کی صورت میں تو اس لئے کہ وہ اسے پہلے سے بھی بہتر بنا دینے کی وجہ سے
 خود بدرجہ اولیٰ اس کا مستحق ہو گیا ہے۔ اور مساوات کی صورت میں اس لئے کہ اس
 نے پہلے کلام کو عمدگی سے اپنے کلام میں ملا لیا۔ اور ٹھیک طور پر حسب موقعہ و محل اسے
 اپنے استعمال میں لاسکتا۔ اور لایا۔ چنانچہ عمدہ میں ہے: "ان المتبع اذا تناول معنی فاجاد
 بان یختصره ان کان طویلاً او یبسطه ان کان کثراً او یبینه ان کان غامضاً
 او یختار له حسن الکلام ان کان سفسفاً ودر شقیق الوزن ان کان جافياً
 فهو اولیٰ بر من مبتدعہ وکذا لک ان قلبہ او صرفہ عن وجهہ الی وجهہ اخرہ
 فان مساوی المبتدع فله فضیلة حسن الاقتداء لا غیر" (جلد ثانی صفحہ ۲۲۳)
 غرض کسی کلام پر اخذ۔ یا کسی اخذ پر عیب کا حکم لگانے سے قبل بہت کچھ دیکھنے
 ضروری ہوتے ہیں۔

اب میں ذیل میں اخذ وغیرہ کی چند ایک مثالیں پیش کرتا ہوں۔
 (نوٹ) اختصار کی غرض سے کتا بونکے پورے نام لکھنے کی بجائے اس فہرست میں حسب
 ذیل علامات سے کام لیا گیا ہے۔

ط۔ معلقہ طرف	۱۔ شرح دیوان امر القیس مطبوعہ ممبئی
ع۔ دیوان عنترہ	ح۔ دیوان حسان بن طبع مصر ۳۳۱ھ
ع۔ دیوان عروہ	حط۔ شرح دیوان حطینہ
ف۔ دیوان فرزدق	ز۔ شرح دیوان زہیر

من خمسہ دواوین العرب

ش. الشعراء و الشعراء لابن قتيبة طبع حمص
مثل - قصيده شملية اعش
شم - ديوان شماغ
شن معلقة شمر
ش. شعراء اليمن
ص. كتاب الصناعتين لابي هلال

کک - قصیده بانث سعاد لکعب رف
ل - معلق لبید رف
م - معلق امر القیس
ن - دیوان نابغه (من خسته دواوین العرب)
یض - ایضاح قر و نی

استاذ

نام شاعر و تاریخ	نام قلم و تاریخ	شعر	ماخوذ	نام شاعر و تاریخ	شعر	ماخوذ
نام شاعر و تاریخ	نام قلم و تاریخ	شعر	ماخوذ	نام شاعر و تاریخ	شعر	ماخوذ

١٥	زیر بنیانی (دوست) و ناظرین نظر جان قذا همما	کانهما لکھولتان یا شرب	طیون بن البدر (ط)	طخوان حواد القذی ذنراها	لمو لقی مذخوداً ام فرقل
١١	وسا معین تعرف الحق فیها	الی حذر دلا لولها لکعب محمد	"	مؤلفات تعرف الحق فیها	کما معنی نشاة بجو ط مفرد
١٣	لبی رضى شری (شرح) تشق خامل الدلهنا یلا	کما لعب الملقا حر بالفعال	"	لیتو حجاب الما و غیره بها	کما شتم الذریب المفاثل بالید
١٣	(شرح) [و مکان زعل ظلمنا نلا	کخرایق الکبشیین الزجول	(شرح ص ٥)	و مکان زعل ظلمنا نلا	کما نجا من الحجب فی الیوم الکذر
١٤	مدی بن زید (شرح) [و مکان زعل ظلمنا نلا	حور فی مرقیها کالفتل	"	قد تبطنش و تحتی شرح	تتقی الارض بمنشوم معبر
١٥	طری بن البدر (ط) و قفا بها صعبی علی مطیهم	کر جالی الحبش متشی بالعد	"	(بشرح ص ٥) برود شرح	
١٦	عنته شیخ (شرح) لمن طلل بالرقیقین شجانی	یقولون لا تملک اسئ و تجلد	لبر القیس (م)	وقوفاً صعبی علی مطیهم	یقولون لا تملک اسئ و تجلد
١٦	اص بن بحر (شرح) یزل قعود الرحل عن حد یا تانا	علی لاصی کانه ظهر برجل	(١٣٣)	وعنس کلواح الاراک نسا ترا	علی لاصی کالبر و حدی الجبراتی
١٨		و عانت بریدی الی الی فی کانی	را (١٣٤)	لمن طلل ابهرت و فتجانی	کخط الزبور فی العسیب الیانی
		کما زک من عظم الشجر الخالی	(م)	کبیت یزل اللید عن حال متنبه	کما زلت الصفوا و بالمشنزل

سبب بن عيسى قدس سره نظرته المليك بعين جاز شدة	في ظل باردة من السدر	كسجم جفرا بالكلاب نقيب	واعينهم تحت الكد يدخول	فكل منايا النفس خير من الفول	يلاد وان يظلم بها يتظلم	عن الجمل حتى حملته من ملها	اعرافهن لا يدنيا مناديل	لو كان للحارث الجفرا حجاب	كان مكان الورد منظر قفر	والعقود عند رسول الله ممول	ورفعها عن بنات الزور مقول	٢٩
زير ائيل قدس سره يحسم على الساقين بعد كلالة	استغنى ثمن ^{١٢١} كان نعام الدواب من عليهم	اقيموا بني امي صمد ورمطكم	هو الجواد الذي يعطيك نالده	ومن يعول طواف الزجاج فانه	تمش بأعوارك الجباد اكفنا	اني حلقت يمينا غير كاذبة	سليم الشظا عبد الشظي شيخ النسا	انبثت ان ابا قابوس اوعدن	فقد عجا ترني اذ لا الرجاح له	مقدرة بدي خسر الخضر بالها	٢٨	
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	٢٧
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	٢٦
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	٢٥
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	٢٤
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	٢٣
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	٢٢
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	٢١
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	٢٠
جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	جوراء حانية على طفل	١٩

٣٥	ك	من خادوم من ليوث الاسدي	من بطون غيل دونه غيل	زبير زنة	ليثا بعشر يسطاد الرجال اذا	ماكد ب اللبث عن اقرانه صدق
٣١	ك	يغذو فيلحم ضراغا ومن عيشهما	لحم من القوم مغرور خرديل	شماره ثمن	بانت سعاد قد عم العدين مملوكا	وكان من قصي من مملوكا طولا
٣٢	ك	بانت سمعاه فقلبي اليوم عتبول	ميتهم اثرها ليرفيد مكنول	مء	ترحم الغيوب بمراتين من ذهب	صلتين ضاحيه بالانفس معتقولا
٣٣	ك	ترحم الغيوب بعينه صفر لهوت	اذا تو قد رست الخرا زوا ليل	مء	غلباء رقباء علكوم مذ كورة	لدا فها سعة قد امها ميل
٣٤	ك	غلباء وجناء علكوم مذ كورة	في دلفها سعة قد امها ميل	مء	وجلدها من اطوم ما يؤيسه	طير بضاحية الصيلا وهزرك
٣٥	ك	وجلدها من اطوم لا يؤيسه	من خطبها ومن الخبير برطيل	مء	كنا فافات جينها ومذ جها	مشرجم من علالة القير محطولا
٣٦	ك	كنا فافات عينيها وذا بجها	منها لباك واقرب زها ليل	مء	تذبت ضيقا من المشعره منزا	منها لباك واقرب زها ليل
٣٧	ك	يمشي القواد عيدا اثره لقتة	خفيين وان كان لم يخفيهم	القيس من	ويخطو على صم صلاب كاتبا	سجادة غيل وارساكت بطليب
٣٨	ك	كنا فافات عينيها وذا بجها	كسين طلاء من انطليب	زبير زنة	امناعت فلم تنفض لها غفلا	فلاقت بيانا عند آخر معهل

<p>اختب بهم الخلفان واحفلا وجداك لرا حفل متى قام عودي كبيت متى ما تعل بالماء ترزبدا تعبط اخاك ان يقال حكم</p>	<p>الراي ش^{٢٤٩} من ايد خرقاء اليد بين مسيفة طرقه فلو لا ثلاث هن من عيشة الفقة فمنهن سبقي العا ذلات بشرية ر^{٢٥٠} ك^{٢٥١} بر^{٢٥٢} يابي الشباب الا فوريين ولا لنعم الفقة تعشوا الى صنونا ردة اذا ما اثار في السماء تعرضت ويا كلن بهي جعدة حبشية كلني ورحلى فوق احقب قلع نا بد زيات^{٢٥٣} ليمني كهران قد فقيم يومنا سقط الضيف ولترتد اسقامها يوما با جود منه سنيب نا فلة م^{٢٥٤}</p>	<p>يحب بها مستحق غيرا ثن وجداك لرا حفل متى قام رامن كان اخاها معلما الشمس ناعن اصي فلان ليس^{٢٥٥} حكما اذا اريح هبت والمكان جديد كواكبها كالجزع صخرات يا كرن برد الماء بالسبرات بالشطنان نهما قرة التعشير منادي عبيدان الحلة باقرة حياة وصدت بتقينا باليد بكفيه لا يملك من ناكل الغدا</p>	<p>ورا^{٢٥٦} ش^{٢٥٧} من ايد خرقاء اليد بين مسيفة فلو لا ثلاث هن من عيشة الفقة فمنهن سبقي العا ذلات بشرية بن قمية ش^{٢٥٨} لا تعبط المر ان يعال له حطية حطمة^{٢٥٩} فنعم الفقة تعشوا الى صنونا ردة م^{٢٦٠} اذا ما اثار يا آخر الدليل اعفت م^{٢٦١} عظام مقيل الهام غلب رقاها م^{٢٦٢} وكان رحلى فوق احقب قلة م^{٢٦٣} فهل كنت الانثيا اذ دعوتني م^{٢٦٤} فلما رأت من في الرجال تعرضت م^{٢٦٥} وذالك عواري يعطى اليوم ناعلا م^{٢٦٦}</p>
---	---	---	--

٢٨ ٢٩ ٥٠ ٥١ ٥٢ ٥٣ ٥٤ ٥٥ ٥٦ ٥٧ ٥٨

من الرقش في انيا بهما السم ناعم تطلقه طورا وطورا تراجم وعامت بضعبها بخاء الخفيد خفاقة ملوى من القنط محطد تجاوب اظفار على ربح ردي مشدونا العجاج وعقد الكرب ولر ترنا را تير حويل مجتري يقولون لا تملك اسى وتجلى	نابز ياتى فبت كافي ساورتنى ضييلة تناذرها لاقون من سوء مديها وان شئت ساعى واسط الكور لها وان شئت ليرتقوا ان شئت ليرتقوا اذا رجعت في هويتها خلعت صوتها اذا ما عقدنا له ذمته عواذب ليرسم نبوح مقامه وقوفها صاحب على مطيهم	نقيم لالتلثها رقاها بسوطى فاذ نذرت نجاء الخفيد علالة ملوى من القنط محطد تجاوب اظفار على ربح ردي مشدونا العجاج وشدها فوقه الكور ولر تحتلب الا نهجا را ضجورها عراقت بر سوم اللذير بعد التوهم لهم عراقت برت المستهام المتيهم نجير وقد اعيدا ربيعا كبارها ان النوداع لمن نجب قليل	مطية خطنت كافي ساورتنى ذات سم واد فاع حرجوج تقا للث موها تلاعب اثنا الزفام وتبقى كان هوى الريح بين فريجهما قوم اذا عقد واعقد الجارهم عواذب ليرسم نبوح مقامه وقوفها صاحب على وانما يقولون لا تملك اسى وقد يند اترجوا ربيع ان تجي صفارها ودعها مامة حان منك رجل
--	---	--	--

٦٩

٤٩	بيت شمسك ولا اكونى الصالح برافعات	فمن العرق قبل ما كويسنا	نابذ فيا زك	لكن فتنى ذنبا مرة وتركت	كذى العري كوى غيره وهو راق
٥٠	شمسك	معوها به المشتق الا سقل	انظر شمسك	قرم تعلق اشتقاق اللديات	اذا لمعون اقرت فوقه سحلا
٥١	شمسك	ونأى انك غير صاخر	امر القيرين	قف بالديار وقوف صايس	وتأى انك غير آيس
٥٢	"	فت بهادرا الظلمين واثر	"	ما ذا عليك من الوق	فت بهادرا الظلمين دارس
٥٣	"	نت المراتحات من الاعاصير	"	لعبت بمن الاعاصير	ت المراتحات من الرواس
٥٤	"	مشتاقا قرحى الكلى البرى	عمر بن شمس	واسيا قنا آثا رهن كانا	مشتاقا قرحى قريبا كها هلك
٥٥	"	لدى الجندى الا انه لا يكثر	فلم يرا	اذا جعل كبرياء والشمس تلطف	على الجندى من حزن الهندا يقوم
٥٦	"	حنيفا وفي قران الله يتنصر	شمسك	يكون حنيفا بالعتى وبالع	يصلى انصا نية ويصو
٥٧	"	كل جنين لثوق السر بال	رد بن شمس	يطرحن بالمدوية الاملاس	بكل ذنوب قفرة ولا س
٥٨	"	فجج عنه حلق الاطفال	"	موقى البوظام حية الانفاس	اجنة فى قفس الاغراس
٥٩	"	والحر تكفيه الامشاد لا	الكر بن الربيع	العبد يفرح بالعصا	والحر يكفيه الوعيد
٦٠	بيت شمسك	لا اكونى الصالح برافعات	شمسك	كان اللديات اذا علهت	كذى العري كوى غيره وهو راق
٦١	شمسك	قف بالديار وقوف ذاثر	شمسك	ما ذا عليك من الوق	وتأى انك غير آيس
٦٢	"	درجت عليه الفسا ديا	"	لعبت بمن الاعاصير	ت المراتحات من الرواس
٦٣	"	نسب في انهام اثارها	"	واسيا قنا آثا رهن كانا	مشتاقا قرحى قريبا كها هلك
٦٤	ند المرش	يظل به الكبرياء للشمس فاثلا	"	اذا جعل كبرياء والشمس تلطف	على الجندى من حزن الهندا يقوم
٦٥	"	اذا حلى الظلم العتسى لا يته	"	يكون حنيفا بالعتى وبالع	يصلى انصا نية ويصو
٦٦	"	يطرحن بالمدوية الاملاس	"	يطرحن بالمدوية الاملاس	بكل ذنوب قفرة ولا س
٦٧	"	موقى البوظام حية الانفاس	"	موقى البوظام حية الانفاس	اجنة فى قفس الاغراس
٦٨	"	العبد يفرح بالعصا	"	العبد يفرح بالعصا	والحر يكفيه الوعيد
٦٩	ابو ذاد اليا	شمسك	"	"	"

٨٠	بشار بن برد شمس	الحريجي	والعصا للعبد	وليس للطلعت مثل الرد	والكبر الرب	العبد يفرح بالعصا	والحر يكفيه الوحي
٨١	ابن سناء	العبد يفرح بالعصا	والعصا للعبد	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٨٢	شمس	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٨٣	ابن سناء	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٨٤	شمس	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٨٥	ابن سناء	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٨٦	شمس	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٨٧	ابن سناء	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٨٨	شمس	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٨٩	ابن سناء	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا
٩٠	شمس	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا	والعبد يفرح بالعصا

فاني سجد الله مالي معبدا
قد ما ونطقها اذا لم تلحق
ولا جازع من صرفة المحتول
واسيا فنا ليلك تملو كوكا كيه
قتيلو يكي من حب قاتله قبل
وانس مشباب راحل
وشيب كان لهريزل
يداعه ويغلبه على النفس حيا
ولا اللار بالار التي كنت تعلم
اذا السنن الشهباء دعوها القطر
اصبت حلما او اصابك جاهل

مالم الطال ش^{١٢٨} اذا كان بعض المال ربنا لا هله
فصل السبوت اذا قصرن بخطو
ببر بن برونش^{١٢٩} ولست بمطرح اذا لاهر سترني
تالو شراش^{١٣٠} كان مثالا للفق فوف رؤسهم
بنا بن برونش^{١٣١} خيلتي فيما عشتما هل رايتما
عالم شوش^{١٣٢} جلاء مشيب سنزل
علي بن برونش^{١٣٣} مشباب كان لهرين
عالم لا في افياء^{١٣٤} ومن يستدع ما ليس من خيم نفسه
ع^{١٣٥} وما الناس بالاسد الذي عهد لهم
مفرت عاب^{١٣٦} فتي يبتري حسن الشاة بجاله
البر لا بوي^{١٣٧} اذا انت لم تعرض عن الجمل والخننا
ع^{١٣٨} ارسل بن حجر^{١٣٩}

الى المال ربنا تجدي بقية خلا
خطانا الى اعدائنا ففنا رب
ولا جازع من صرفة المتقلب
سقا كوكا للبعض المبساتير
من مشاة الوجع على القاتل
بعقب مشباب راحل
وشيب كان لهريزل
يداعه ويغلبه على النفس حيا
ولا اللار بالار التي كنت تعرف
ويعلم ان اللار كنت تدور
اصبت حلما او اصابك جاهل

صا بن برونش^{١٤٠} ذرني اكن للمال ربنا ولا يكن
فيس بن برونش^{١٤١} اذا قصرت اسيا فنا كان جعلها
ببر بن برونش^{١٤٢} ولست بمطرح اذا لاهر سترني
عابان ش^{١٤٣} تبني هسنا بكها من فراق رؤسهم
ابو التاثير ش^{١٤٤} يا من راى قبل قتيلا بلاني
مورالوان شوش^{١٤٥} ودا قد شيب طسا
شباب كان لهرين
يعن جلد^{١٤٦} ومن يقتوف خلفاوه خلونفسه
فرزوق^{١٤٧} وما الناس بالار التي كنت تعرف
ابو نواس^{١٤٨} فتي يبتري حسن الشاة بجاله
زهرير^{١٤٩} اذا انت لم تعرض عن الجمل والخننا

قولہ۔ اور جن کو عربی زبان کا ذوق سلیم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ دونوں مصرعوں کا
اخذ کیسا بھونڈا اور بیسح ہے۔

اقول۔ آپ کی عربی دانی اور ذوق سلیم کی حقیقت تو معلوم ہی ہے۔ کہ بحر جہیں
مرکب کے (جو ظلمات بعضہا فوق بعض کا مصداق ہے) اور کچھ بھی آپ کے پاس نہیں
ہے۔ پس اگر آپ اسے قبیح قرار دیں تو آپ حکم لیں سئلی الا عنی حرج معذور ہیں
لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے بصارت و بصیرت سے بہرہ یاب کیا ہوا ہو۔ وہ کبھی
اس کے متعلق ایسا نہیں کہہ سکتا۔

سنیئے۔ اگر اسے اخذ تسلیم کیا جائے تو طرفہ کے شعر کو (جس سے آپ نے حضرت اقدس
کے شعر کو ماخوذ بتایا ہے) اس حضرت اقدس کے کلام سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔
کیونکہ طرفہ کے شعر میں "و یاتیک بالاخبار من لمر تزد" محض تکرار اور پہلے مصرع کا
اعادہ ہے۔ پہلے مصرع (ستبدی لك الايام ماكنت جاہلا) کا حاصل بحر اس کے
کچھ نہیں کہ زمانہ تجھے وہ باتیں بتا دیگا۔ جو تو نہیں جانتا۔ اور تیری کارروائیوں کی حقیقت تجھے
ظاہر ہو جائے گی۔ اور بعینہ ہی مضمون و مدعا دوسرے مصرع "و یاتیک بالاخبار
من لمر تزد" کا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کے کلام میں پہلے مصرع (تکلم کلا جلا
من غیر فطنۃ) کے اندر ایک دعویٰ بیان ہوا ہے۔ اور دوسرے مصرع (و یاتیک
بالاخبار من کان ینظر) میں اس دعویٰ کی دلیل جس سے دونوں مصرعوں میں نہ
صرف ایک نہایت لطیف ارتباط پیدا ہو گیا ہے۔ بلکہ ایک ہی شعر میں پہلے دعوے
اور پھر دلیل بیان ہونے سے یہ شعر بلحاظ بلاغت بہت بند پایہ کا ہو گیا ہے۔

نیز طرفہ نے "و یاتیک بالاخبار من لمر تزد" میں مخبر ایسے شخص کو قرار دیا ہے
جسے مخاطب سے نزاد نہیں ملا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خبر کے پہنچنے کے ساتھ ساتھ
(یعنی مخبر کو نزاد نہ ملنے) کا کوئی تعلق نہیں جس کے مقابل پر حضرت اقدس کے
کلام میں مخبر ایسے شخص کو قرار دیا گیا ہے جو اس واقعہ کو چشم خود دیکھنے والا ہو۔
نہایت سے وہ واقعہ گنجلان سے اس طرفہ کا قرار حضرت مسیح موعود کے

نہیں رکھتا۔ اسی طرح حضرت اقدس کے جس دوسرے شعر یعنی ۵
 سُبْدُكَ لَكَ الرَّحْمَنُ مَقْسُومٌ حَبْكُمُ ۝ سَعِيدٌ فَلَا يُلْسِيهِ يَوْمَ مَقْدَرٍ
 کو آپ نے طرفہ کے قول سُبْدُكَ لَكَ الْاِيَامُ مَأْكُنَتْ جَاهِلًا سے ماخوذ قرار دیا
 ہے۔ وہ بھی اس سے برتر ہے۔ اور بر تقدیر تسلیم اخذ جو دونوں تبدیلیاں اس میں
 واقع ہوئی ہیں ان کی وجہ سے اس شعر کی شان میں بہت رفعت پیدا ہو گئی، جو
 پہلی تبدیلی یہ ہے کہ الْاِيَامُ کی جگہ لَفْظُ الرَّحْمَنُ لایا گیا ہے۔ اور یہ با فکل ویسی ہی
 اصلاح ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ
 کے قصیدہ بابت سعاد میں ”مہند من سیوف الہند مسلول“ کی اصلاح فرما کر
 اس کی بجائے ”مہند من سیوف اللہ مسلول“ رکھا تھا۔ اور دوسری تبدیلی یہ
 ہوئی ہے کہ ”مَأْكُنَتْ جَاهِلًا“ (مہم کی جگہ) ”مَقْسُومٌ حَبْكُمُ“ لایا گیا ہے۔ جو تہذیب
 حبیب (مولوی محمد حسین بٹالوی) کے مقسوم و مقدر کو بالصراحت ذکر کر کے ابہام کو
 رفع کرنے کے علاوہ اسم مودول سے کہیں بڑھ کر اپنے مدلول کی اہمیت کو ظاہر کر رہا ہے۔
 قولہ (۳) وَاَتَيْكَ وَاَوْعَاطِفُ ہے اور معطوف علیہ کا یہ نہیں چسپا عطف ہو
 اقول۔ وَاَوْعَاطِفُ جگہ استیناف ہے نہ عاطفہ جیسے آیت وَمَنْ يَضِلْ
 اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ میں۔ (دیکھو منی اللیب
 بحث حرف الواو)

قولہ۔ مصرعہ اولیٰ کی اصلاح یوں ہو سکتی ہے ”تَكَلَّمَ كَالزَّيْنِمِ مِنْ غَيْرِ فُطْنَةٍ
 اقول۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق بعض لوگوں کا
 وہی خیال ہے جسے آپ کا لفظ ”الزَّيْنِمِ“ ظاہر کرتا ہے۔ مگر معلوم نہیں۔ کہ
 اس کے ساتھ عدم فُطْنَةٍ کا کیا تعلق اور کیا جوڑ ہے۔ شائد آپ کو اس بات کا
 علم کسی اپنی ذاتی خصوصیت کی بنا پر ہو گا۔ واللہ اعلم بسر حالکم ۝
 قولہ۔ اور میں یوں عرض کرتا ہوں ”تَكَلَّمَ كَالْاَشْرَافِ مِنْ غَيْرِ فُطْنَةٍ“
 اقول۔ آپ نے مولوی ثناء اللہ کی شرافت کا ثبوت تو خوب ہی دیا ہے کہ

فلما التقى الجمعان للبحث والوغا ۱۱ ونودی بین الناس الخلق احضروا
پس جب دونوں فریق بحث کے لئے جمع ہو گئے اور لوگوں میں سنا دی کرائی گئی۔ اور لوگ حاضر ہو گئے

اُس نے وہاں کوئی فتنہ نہ برپا کیا۔ یہ بالکل ویسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی شخص نے کسی خسیس و لئیم کی ضیافت کی۔ اور تمام لوازم مہمانداری مہیا کئے جس کے صلہ میں اس لئیم نے اپنے اس میزبان پر اپنا یہ احسان جتایا کہ جب تم میرے لئے کھانا لانے کی غرض سے بار بار اپنے مکان میں جلتے تھے تو اُس وقت مجھے اس بات کا کافی موقع مل جاتا تھا کہ تمہارے مکان کو آگ لگا کر راکھ کا ڈھیر کر دیتا۔ مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس طرح سے ہزاروں روپے کا تم پر احسان کیا۔ پس آپ کی یہ اصلاح اور تشاؤ کی یہ تعریف اس مہمان کی منت نہی سے کم نہیں ہے ۛ

شعر (۱۱) قولہ۔ التقى الجمعان کا استعمال جنگ کے لئے ہے نہ بحث کے لئے۔

اقول۔ اولاً۔ آپ کی یہ تخصیص سراسر ہڈیاں اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ جس کا کوئی بھی ثبوت نہیں ہے۔ ثانیاً۔ اگر بالفرض یہ لغت کے رو سے جنگ کے لئے مخصوص ہوتا تو بھی مجازاً بحث کے لئے اس کا اطلاق ہو سکتا تھا۔ کیونکہ بحث بھی ایک لحاظ سے جنگ ہی ہوتی ہے۔ جس کیلئے یہاں قرینہ "البحث والوغا" بھی ظاہر موجود ہے ۛ

قولہ۔ وغی کا اطلاق ہے ۛ

اقول۔ آپ کا یہ اعتراض آپ کو علم رسم خط سے نا آشنا ثابت کرتا ہے ۛ

سنئے۔ علامہ سیوطی جمع البوامع میں لکھتے ہیں۔ وکما ذهب بعضهم وهو الصحيح الى ان جميع ما جاز ان يكتب بالياء جاز ان يكتب بالالف۔ یعنی جس الف کو یاء کی صورت میں لکھنا جائز ہو۔ اُسے صحیح مذہب کے رو سے الف کی صورت میں لکھنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ انہی ہر دو جواز کی صورتوں کو دکھلاتے ہوئے اس لفظ کو اس شعر میں تو لفظ سے کہا گیا ہے۔ اور اسی قصیدہ میں دوسری جگہ (واعظیہم الرحمن من قوة الوغی) میں اسے یاء کے ساتھ لکھا گیا ہے ۛ

۱۲	واو جس خیفۃ شرۃ بعض لفقتے اور پوشیدہ طور پر میرے بعض رفیقوں کو فتنہ دینا
لما عرفوا من خبت قوم تنصروا کیونکہ قوم کی درندگی انہوں نے معلوم کر لی تھی	فانزل من لب السماء سکینۃ پس میرے اصحاب پر آسمان سے قلبی نازل کی گئی
علیٰ صجبتی واللہ قد کان ینصر اور خدا مدد کر رہا تھا۔	

شعر (۱۲) قولہ (۱۱) مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔ و اوج فعیول من خیفۃ شری
مفاعلتن رہ یع فعیولن ض رفعتی مفاعلتن۔

اقول۔ وزن فاسد نہیں۔ بلکہ آپ کا فہم فاسد ہے۔ آپ مفاعلتن کو مفاعلتن سمجھے
ہیں۔ اعمیٰ اس جگہ برعایت وزن خیفۃ کے آخر کو ساکن کیا گیا ہے۔ جس کی نظیریں اشعار
عرب میں بکثرت موجود ہیں۔ نمونہ کے طور پر آپ کی تنبیہ کی غرض سے عرب کے بعض
نامی شاعروں کے اشعار سے اس کی دو چار مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-
(۱) امرء القیس کہتا ہے۔ ۵

فالیوم اشرب غیر مستحقب * اثما من اللہ ولا واعل
اس پر ابن قتیبہ اپنی کتاب الشعر والشعراء (طبع جرمنی) کے صفحہ ۲۲ پر لکھتا ہے۔ ولولا ان النویین
یذکرون هذا البيت ویحتجون به فی تسکین المقرک لاجتماع الحركات وان کثیرا
من الرها لا یوردونه هكذا الظننتہ۔ فالیوم اسقی غیر مستحقب یعنی بخوی اس شعر کو ذکر
کے اس سے یہ استدلال کیا کرتے ہیں کہ قوالی حرکات کی صورت میں اسکان مستحق جائز ہے اور کثیر التعداد
مادوں نے بھی اسی طرح اس شعر کو روایت کیا ہے اگر یہ قوائد نہ ہوتا۔ تو میں اس کے متعلق یہی خیال
کرنا کہ غالباً امرء القیس کے شعر میں دراصل بجلے اشوب کے اسقی ہو گا۔ اور ریاض نے
تحریف کر کے اسے اشوب بنالیا ہو گا۔ لیکن چونکہ اشوب کی روایت قوائد کے درجہ کو
پہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس لئے اب اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے)

(۲) امرء القیس کہتا ہے ۵

خلیلیٰ ترابی علیٰ امر جندب * لتقصنی لبانات القواد المعذب
(شرح دیوان امرء القیس ص ۸۲) اس شعر میں لبانات کا عامل فعل مضارع ایک بیت

میں لنقضی بیاء ساکنہ ہے جس میں برعایت وزن یاء متحرکہ کو ساکن کیا گیا ہے :

(۳) نابغة ذبیانی کہتا ہے ۔

ولثبت الثالث الباقي بناخذة من باسل عالم بالطعن كتر

(التوضيح والبيان من نابغة وبيان صفحہ ۱۱۳)

اس میں الباقي کی یاء مفتوحہ کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے :

(۴) لبیدرضی اللہ عنہ کہتے ہیں ۔

تراث امکنہ اذا لمارضها اریعتلق بعض النفوس حامها

جس میں یعتلق کے قاف مفتوح کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے ۔ چنانچہ علامہ فیضی شرح مقلات میں اس شعر کے نیچے لکھتے ہیں ۔ "والفعل منصوب في الاصل

فان كلمة آو هذا بمعنى آان واكن اسكن آخره ضرورة كما في قول

امراء القيس اليوم اشرب غير مستحب - بسكون باء

اشرب وكان موضع الرفع (صفحہ ۲۵۴)

(۵) کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ۔

ارجو وأمل ان تدنو مودتها وما اخال لدينا منك تنويع

جس میں ان تَدْنُو کی بجائے ان تدنو بسکون واو لایا گیا ہے ۔

(۶) ابونواس کہتا ہے ۔

وصيف كاس محدثه مليك تيه مغين وظروف زنديق

(الشعر والشعراء صفحہ ۵۱۹) جس میں لفظ محدث کے آخر کو ساکن کر دیا گیا ہے ۔

(۷) ابن قتیبہ ابونواس کے اس مذکورہ بالا شعر کے لئے شاہد کے طور پر نقل

کرتا ہے ۔ " اذا اعجز جن قلت صاحب قوم (صفحہ ۵۲۰)

قوله (۲) عرت کا صلہ نہیں لایا گیا ہے (نہیں کا لفظ سہو کا تپ سے

معلوم ہوتا ہے ۔ اور معرض کے اصل الفاظ بجائے نہیں لایا ہے " کے غالباً

مِن لایا ہے " ہیں ۔ عجیب) :

اقول - اولاً من صلد نہیں۔ بلکہ بیان یہ ہے۔ جو اپنے مدخل سمیت مامومولہ کا بیان واقع ہوا ہے۔ ثانیاً جائز ہے کہ مامصدر یہ ہو اور من بعضیہ ثالثاً اسے زائد قرار دینا بھی جائز ہے۔ علامہ خالد ازہری تصریح میں زیادة من کی بحث میں لکھتے ہیں: "واجازها الا خفش والکسائی و هشام بلا شرط ووافقهم الناطم فی التسهیل وعلله فی شرحه بثبوت السماع بذلك نظماً و نثراً" یعنی اخفش کسائی اور هشام کے نزدیک تقدم نفی وغیرہ امور کے بغیر بھی من زائدہ آسکتا ہے۔ اور ابن مالک (مصنف الفیہ) نے بھی تسهیل میں اپنا یہی مذہب بیان کیا ہے۔ اور شرح تسهیل میں اس کا ثبوت یہ پیش کیا ہے کہ نظم و نثر بلقاء عرب میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ زائدہ سے مراد بیفائدہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے جس سے مراد موکدہ ہے۔ چنانچہ تصریح میں (بحث مذکورہ صدر کے صدر میں) لکھا ہے: "فزیادة من انما افادت مجرد التکید لان ما جاء احد و ما جاء من احد ستیان فی افهام العسوم من دون احتمال فان قلت اذا كانت من تفید التنصيص فکیف تكون فائدة اجیب بان المراد من زیادتها كونها تاتی فی موضع یطلب العامل بدونها فتصیر مقحمة بین طالب و مطلوب وان کان سقوطها محلاً بالمعنی المراد کما قالوا فی لا انفاء مع سقوطها یخل بالمعنی" اور فخر النخاعة علامہ ابن ہشام اپنی کتاب مغنی میں (آن کی بحث میں) لکھتا ہے: "ولا معنی لاین الزائدة غیر التکید کسائر الزوائد"

قوله - لام کے ساتھ بھی اس معنی میں اس کا صلد آیا ہے۔ جیسے انا اعرف للمحسن والمسنی اے لا ینحی علی ذلک

اقول - یہ بھی آپ کی کم علمی ہی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ لام جو انا اعرف للمحسن والمسنی میں ہے۔ اعرف کا صلد نہیں ہے۔ اور نہ کسی لغت کی کتاب کے اس بات

وَاعْطَاهُمُ الْجَنِّ مِنْ قُوَّةِ الْوَعْيِ ۱۴ وَاَيَّدَهُمُ رُوحٌ اَمِينٌ فَالْبَشْرُ وَا

اور خدا نے ان کو قوت لڑائی کی دے دی اور روح القدس کو مدد دی پس وہ خوش ہو گئے

کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ لام تو ہر ایک شبہ فعل متعدی کے ایسے مفعول پر آتا ہے جس کی طرف وہ شبہ فعل مضاف ہو جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مناع الخیر مصداقاً لما معکم۔ ہم للزکوٰۃ فاعلون۔ عداوۃ للذین امنوا۔ مودۃ للذین امنوا۔ وغیرہ وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ انا اعترف الخ میں۔ اعترف کو عربی زبان سے تاواقیفیت کے باعث فعل مضارع سمجھے ہیں۔ حالانکہ یہ فعل مضارع نہیں بلکہ اتم تفصیل ہے

قوله - اوجس کے معنی اخفاء کیا۔ معلوم کیا ہیں نہ پوشیدہ طور پر دلوں میں خوف ہوا

اقول - یہ ترجمہ لفظی نہیں۔ بلکہ اصل عبارت جو مفہوم حاصل ہوتا ہے۔ اسے عام فہم الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ لفظی ترجمہ "اوجس خیفۃ شر بعض رفقتی" کا یہ ہے کہ میرے بعض رفیقوں نے اس کی شرارت کے اندیشہ و خوف کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا جس کا حاصل اس شعر کے ذیل میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ پوشیدہ طور پر میرے بعض رفیقوں کے دلوں میں خوف پیدا ہوا اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مولوی نذیر احمد دہلوی نے آیت و اوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ (ط) کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ "موسیٰ اپنے جی ہی جی میں ڈرے" اس کی مثال خود اس ترجمہ میں بھی موجود ہے جو اس شعر کے دوسرے مصرع کا اپنے بتایا ہے جس میں آپ نے قوم تنمروا کا ترجمہ درندہ قوم کیا ہے۔ حالانکہ اس کا لفظی ترجمہ ہے "وہ لوگ جو چیتہ بک کی مانند ہو گئے" اسی طرح اپنے اپنی کتاب کے ٹائٹل پر جو آیت (بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغ فاذا هو ذابح) لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے "ہم حق کو باطل کے سر پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کے سر کو کھلتا ہے۔ اور باطل فنا ہو جاتا ہے" جو لفظی ترجمہ کسی صورت میں بھی نہیں کہلا سکتا

27

شعر ۱۴ قولہ اعطا دوسرے مفعول کی طرف بنفسہ متعدی ہوتا ہے۔ حق کے ساتھ

اوس کا صلہ نہیں آتا" ۛ

اقول - من اس جگہ بطور صلہ نہیں بلکہ زائدہ آیا ہے۔ اور تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آیت و اتاکم من کل ما سئلتموه میں ہے۔ جن میں آیتاؤں کے دوسرے مفعول پر من لایا گیا ہے۔ جسے زائدہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اور تبعیضیہ بھی ۛ

قولہ - روح امین کو تائید کا فاصل عامی مسلمان بھی نہیں سمجھتا۔ شرک ہے۔ چہ جائیکہ نبی صاحب شریعت ۛ

اقول - معلوم ہوتا ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتذب اور آپ کی لائی ہوئی پاک شریعت کے منکر ہیں۔ نہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہے نہ آنحضور کی لائی ہوئی شریعت پر۔ ورنہ ایسے الفاظ آپ کبھی منہ پر نہ لاتے۔ جن کی زد خود آنحضرت پر پڑتی ہے۔ کیونکہ جس بات کو آپ نے شرک اور منافی نبوت قرار دیا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لحسان ان روح القدس لا یزال یؤیدک ما نأفحت عن اللہ ورسولہ ۛ (صحیح مسلم طبع مصر ۱۳۲۸ھ جلد ثانی صفحہ ۳۵۶) یعنی لے حسان! جب تک تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہو کر کفار کی ہجو کا ذب اور دفاع کرتا رہے اس وقت تک روح القدس برابر تیری تائید کرتا رہتا ہے ۛ

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت سے فرمایا تھا کہ اجب عن رسول اللہ والروح الامین معک یعنی خدا کے رسول کی طرف سے جواب دے۔ جبریل تیرا مددگار ہو گا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خود قرآن کریم میں ہی بات (جس کا نام آپ نے شرک رکھا ہے) موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فان اللہ هو مولیٰ وجبریل وصالح المؤمنین والملائکۃ بعد ذلک ظہیر ۛ یعنی اللہ ہے اس کا رفیق اور جبریل اور نیکو ایمان والے اور فرشتے اس کے پیچھے مددگار ہیں ۛ (دیکھو ترجمہ شاہ عبد القادر در سورہ تحریم آیت سبعم)

وكان جدال يطرد القوم بالفضيلة ۱۵ الى خطه او الى اليها المعشر

اور لوگ قریب آٹھ بجے کے بجٹ دیکھنے کیلئے رواد ہو اس تکریر کی طرف جس کی طرف گرد و غبار نے اشارہ کیا تھا

اور یہ جو آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام لگایا ہے کہ حضور صاحب شریعت نبی ہونے کے مدعی ہیں یہ سراسر آپ کا بہتان ہے۔ جو آپ نے حضور پر باندھا ہے۔ حضور کا ایسا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ اس بارہ میں حضور کا دعویٰ (خود حضور ہی کے الفاظ میں) یہ ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیا ہیں۔ اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے، تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے۔ کہ جھوٹے بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ نہ مان نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ ائمہ ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے۔ جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔ (الرعبین ص ۶۷ صفحہ ۶)

پس اگر کوئی شخص اس بیان شریعت کا نام صاحب الشریعت ہونا رکھ کر حضرت اقدس کی طرف یہ دعویٰ منسوب کرتا ہے۔ تو اس میں شک نہیں کہ بیان شریعت کا واقعی حضرت اقدس کا دعویٰ تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی شریعت جدیدہ کا دعویٰ اپنی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ سراسر جھوٹا اور کذاب ہے۔ حضرت اقدس کا ہرگز ایسا کوئی دعویٰ نہیں تھا۔

شعر (۱۵) قولہ - اگر معشر پڑھیں تو وزن فاسد

اقول - اولاً - فساد وزن کوئی نہیں۔ کیونکہ بزمات تحقیق بقول مفاہین کی جگہ قولن فاعلن آکتاب ہے۔ جیسا کہ آٹھویں شعر کے ذیل میں بالتفصیل بتایا جا چکا ہے۔

ثانیاً المعشر کے لام کو برعایت وزن مستحکم کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ احمد ہاشمی اپنی کتاب جواہر البلاغہ میں جو اذات شعر یہ کی بحث میں لکھتا ہے: "و یجوز للشاعر سخر یاک الساکن کقولہ وقد حرك الهاء الساکنۃ فی الزجر تبقی صنائعہم فی الارض بعدہم والنمیت ان سار البقی بعد الزجر ..."

تحریر الہذا البحث ارضا شجيرة ۱۶
اور بحث کے لئے ایک زمین اختیار کی گئی جس میں ایک درخت تھا
فكان شاعر الله مقبول قومه
اور شاعر اللہ اس کی قوم کی طرف سے مقبول تھا
الى الجانب الغربي والجند جند واد
اور وہ جگہ کاؤں سے باہر غریب طرف تھی اور شاعر دوست ہاں شاعر
ومنا تصدئ للتفا صم سرمد
اور ہماری طرف کی مولوی سید محمد سرمد شاعر پیش بھیجئے

وَقَوْلُ ابْنِ الْجَوْزِيِّ - وَحَرْفُ لَامٍ حَلَمٌ

۵۔ تَبَالُغُ الْمَطْلَبِ دُنْيَا لَا بَقَاءَ لَهَا ۵۔ کَانَهَا هِيَ فِي تَصْرِيفِهَا حُلْمٌ
شعر (۱۶) قولہ - غری کے معنی قصہ کے ہیں۔ عرب کہتے ہیں یہ غری الامرای یقصدہ نہ اختیار

اقول (۱) جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے۔ یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے۔ چنانچہ حضور خود فرماتے
ہیں۔ ”اللہ عبادہ کی عادت ہے کہ ترجمہ کی نیت سے کہیں بلکہ تفسیر کی نیت سے کہیں گے۔ اگر آپ اس سے
اس اعتبار سے غری کے معنی اختیار کرنے کے کہنے میں کوئی مہرج نہیں ہے ۵

(ب) غری کے معنی اختیار کرنے کے بھی لغت میں موجود ہیں۔ چنانچہ تاج العروس میں
اس کے ایک معنی یہ لکھے ہیں کہ ”والعزم علی تخصیص شئ بالفعل والقول“ یعنی
غری کے ایک معنی یہ ہیں کہ کسی چیز یا کسی بات کو عمل میں لانے یا کہنے کے لئے اسے مخصوص
کر لینے کا عزم کرنا۔ اور اسی عزم تخصیص کا نام اختیار کہتے ہیں۔ اور اس شعر میں مقصود بھی یہی
ہے کہ انہوں نے ایک زمین بحث کرنے کے لئے معین کی ۵

قولہ (۲) ارضا شجيرة کا ترجمہ ایک زمین جس میں ایک درخت تھا۔ غلط ہے

ارض شجيرة ای کثیر الشجر اس زمین کو کہتے ہیں جس میں بہت درخت ہوں ۵

اقول - یہ ہو کا تب ہے معنی اس میں کا تب نے غلطی سے ”ایک“ کا لفظ دوبارہ

لکھ دیا۔ اور پھر اپنی سہو کتابت کی وجہ سے یہ ٹھوکر کھائی کہ ”تھے“ کے بجائے ”تھا“ لکھ دیا

اور یہ ایک معمولی سہو کتابت ہے جس کا وقوع کچھ بھی بعید نہیں بالخصوص ایسی کتابت کے

اندر جو باوجود قریباً چھ جُز کی ضخیم کتاب ہونے کے صرف ایک ہفتہ کے اندر تصنیف

ہوئی۔ اور اسی ہفتہ میں قریباً ساٹھ سو پانچ سو اشعار کا ایک بہت بڑا قصیدہ (جس کے

برابر یا اس سے زیادہ اشعار کا کسی عربی شاعر زمانہ جاہلیت کا دیوان بھی شاذ و نادر طور پر ہی

لے گا) کچھ کہ اس میں شامل کیا گیا۔ اور پھر اسی ہفتہ کے اندہ ایک قصبہ بلکہ گاؤں میں چھپکر تیار ہوئی۔ علاوہ اس کے جس روز یہ کتاب شائع ہوئی (یعنی ۱۶ نومبر ۱۹۱۶ء) اسی روز کی ڈائری میں جو اخبار البدیع جلد اول نمبر ۶۵ میں چھپکر شائع ہو گئی تھی۔ ایسی اغلاط کے متعلق خود حضرت اقدس نے فرمادیا تھا کہ اگر ترجمہ کی کتابت میں کہیں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو عربی متن سے اسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور اگر متن عربی کی تحریر میں کہیں نقطہ وغیرہ کی کوئی غلطی رہ گئی ہو۔ تو ترجمہ کو دیکھ کر اسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اخبار مذکور کے اصلی الفاظ یہ ہیں :-

”چونکہ یہ کتاب مات کو چھپی تھی۔ اس سے بعض جگہ سہو کا تب سے غلطی رہ گئی تھی۔ اور بعض جگہ نقطہ وغیر لگانا یا دور کرنا رات کو اندھیرے میں رہ گیا تھا۔ اس کے دو پر تذکرہ ہوا حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ کوئی غلطی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ساتھ ہی ترجمہ ہے۔ ادا لگانی لفظ عربی سے ملو تختہ (یہ سہو کا تب سے صحیح لفظ نقطہ ہے۔ محیب) وغیرہ کی غلطی ہے تو نیچے ترجمہ اس کی صحت کرتا ہے۔ اور اگر ترجمہ میں کوئی غلطی محسوس رہ گئی ہے۔ تو پھر اصل عبارت عربی موجود ہے۔ اس سے صحت ہو جاتی ہے“ اس کے مقابل پر آپ کی کتاب جس کے لئے ساہا سال سے تیار کیا ہو رہی تھیں اور جو ساری جگہ اعجاز احمدی کے مقدمہ یعنی اردو حصہ سے بھی تھوڑی ہے۔ اس قدر اغلاط سے پر ہے کہ اس میں آپ کو کئی صفحے اغلاط نامہ کے لئے وقف کرنے پڑے۔ اور پھر بھی بہت سی اغلاط باقی رہ گئی ہیں۔ جن کے لئے کئی صفحات کا ایک اور اغلاط نامہ تیار ہو سکتا ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب کی بہت سی ایسی غلطیاں جن کا سہو کا تب پر سببی ہونا کبھی واپس میں بھی نہیں آ سکتا۔ بیچارے کا تب پر تصویب دی ہیں۔ حالانکہ ایسا ہونا عادتاً ناممکن ہے (بجز اس صورت کے کہ خود مصنف نے ہی اپنی کتاب کچھ کاپی نویسی کی ہو) مثلاً یہ کہ آپ کی کتاب کی تہذیب کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے کہ ”ایک قصیدہ تیار کیا گیا ہے۔ جو بہت جلد شائع ہو گا۔ مگر پہلے کا قصیدہ اس وقت بھی تیار ہے۔ جو مرزا صاحب سے کہیں بڑا چارہ ہے۔ جس کو اہل علم جابجائے گئے ہیں۔ اور انشاء اللہ عنقریب یہ بھی شائع کیا جائے گا جسے ناظرین اہل علم دیکھ کر محفوظ ہو سکیں“

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ قصیدہ اعجازیہ کے مقابل کہ ایک قصیدہ تو دیر سے تیار شدہ
 پڑا ہے۔ جو مرزا صاحب (حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے قصیدہ سے
 بڑھ چڑھ کر ہے وہ اپنی شائع نہیں کیا گیا۔ اہل علم اسے ہمارے پاس اگر دیکھ سکتے۔ اور
 جانچ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور قصیدہ بھی قصیدہ اعجازیہ کے مقابل پر اپنی
 ایام میں لکھا گیا ہے۔ یہ دونوں قصیدہ شائع کئے جائینگے لیکن افسوس ہے کہ غلط نام میں جا کر
 آپ نے اس پہلے قصیدہ کے ذکر اور اس کے متعلق ساری کی ساری عبارت کو
 غریب کاتب پر موقوف دیا۔ اور اسے اس کا سہو قرار دیا ہے جو ایک نہایت ہی
 مضحکہ خیز بات ہے۔ اسی طرح شعر ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں
 ان سب کو کاتب کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ بھلا کوئی عقلمندان باتوں کو کاتب
 کی طرف منسوب کر سکتا ہے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کو قصیدہ اعجازیہ پر
 تنقید کرنے کا شوق تو کوہدا۔ مگر عربی زبان سے چندال واقفیت تھی نہیں جو کچھ خیال
 میں آیا لکھتے گئے۔ جب کتابت بھی ہو چکی۔ اس وقت آپ کو خیال ہوا کہ کسی اور شخص کو بھی
 بغرض اصلاح مصنفوں دکھلا دینا چاہیئے۔ چنانچہ اسے کاپیاں یا پرودت دکھلائے گئے
 وہ بھی کچھ ایسا ہی لال بھکڑ ملاں مگر مولف ابطال سے بہر حال کچھ نہ کچھ ترجیح رکھتا
 تھا۔ اس لئے جو جو اصلاحیں اس نے کیں۔ وہ مولف صاحب کو ماننی پڑیں لیکن کامیوں
 اور تھپروں پر اصلاح نہ کرائی جاگی۔ اس لئے آخر میں ایک غلط نامہ لگا کر اس میں مولف
 صاحب کی ان جہالتوں کو جنہیں مصلح صاحب نے نوٹ کیا تھا۔ غریب کاتب کی طرف
 منسوب کر دیا گیا۔ اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ بعض جگہ مصلح صاحب نے مولف کی جو تفسیر
 یا اصلاح کی تھی وہ بھی ساتھ ہی چھپ گئی ہے۔ چنانچہ رسالہ ابطال کے صفحہ ۸۸ پر
 مولف نے حضرت اقدس کے شعر نمبر ۲۷۰ پر جو اعتراض کیا تھا۔ مصلح صاحب نے اس پر
 لکھا تھا کہ ”یہ صراحت طلب ہے“ لیکن مولف صاحب یہ اصلاح نہ کر سکے۔ اس لئے
 غلط نامہ میں اس اعتراض کو سہو کاتب قرار دے دیا۔ گو یا کاتب نے خود بخود
 قصیدہ اعجازیہ کا شعر نقل کر کے اس پر جرح کی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس سے

سہوا سرزد ہوا ہے۔ اور ایسی بہو صرف ایک دوبار نہیں۔ بلکہ مختلف مقامات پر متعدد جگہ واقع ہوئی ہے۔ جس کی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔

قولہ۔ اس کی جگہ مکان شجری ذی شجر کہنا چاہیئے۔

اقول۔ آؤ۔ آپ کی اس اصلاح پر بھی وہی اعتراض آتا ہے۔ آپ نے اس شعر کے

اصل الفاظ پر کیا ہے۔ کیونکہ شجر یا شجرة کے معنے بھی شجیر اور شجیرۃ کی طرح

کثیر الاشجار یا کثیرۃ الاشجار ہی کے ہیں۔ چنانچہ منجد میں لکھا ہے۔ مکان شجر

و شجیر کثیر الشجر اور قاموس میں لکھا ہے۔ ارض شجرة و مشجرة و شجر کثیر

افسوس لغت دیکھ کر بھی آپ معلوم نہ کر سکے کہ اس لفظ (شجر) کے کیا معنے ہیں۔

جو شخص کسی عربی لفظ کے معنے کسی معمولی کتاب لغت عربیہ کی امداد سے بھی نہیں سمجھ

سکتا۔ اور اتنی استعداد بھی نہیں رکھتا کہ خود بخود کسی لغت کی کتاب سے کسی لفظ کے

صحیح معنے معلوم کر سکے۔ اور معمولی عبارت کے سمجھنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتا۔ اس کا

ایک فنیسح و بیغ متدیانہ قصیدہ پر تنقید کے لئے کھڑا ہونا کس قدر حیرت انگیز ہے۔ علم عروض

سے بھی اس قدر ناواقفیت اور ناآشنائی ہے کہ اتنا بھی معلوم نہیں کر سکے کہ جو اصلاح

میں کر رہا ہوں۔ اس سے وزن بھی فاسد ہو جائے گا۔

ثانیاً۔ اگر شجر کے وہی معنے درست مانے جائیں۔ جو آپ نے بیان کئے ہیں (یعنی

ایک درخت والی جگہ) تو بھی آپ کا اعتراض باطل ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جائزاً و درستاً

کہ شجیرۃ تصغیر شجرة (مونث شجر) ہو۔

قولہ (۳) الحمد کا ترجمہ "ہمارے دوست" معلوم مرزا صاحب نے کس

لغت سے لکھے ہیں۔

اقول جس لغت سے آپ نے قوم تہمروا کے معنے درندہ قوم لکھے ہیں

اسی میں یہ بھی دیکھ لیجئے۔ اگر بچوں کو زبان سکھانے کے لئے ترجمہ کیا جاتا یا اس ترجمہ

کا نام لفظی ترجمہ رکھا گیا ہوتا تو بیشک آپ یا اعتراض کر سکتے تھے۔ مگر جب اس مقصود

حاصل منہوم بیان کرنا ہے۔ تو اس صورت میں آپ کے اس اعتراض کی بنا سوائے

بہالت یا مخالطہ وہی کے اور کس بات پر ہو سکتی ہے۔ عربی میں جس مفہوم کی استعارۃ ادا کرنے کے لئے لفظ الجند لایا گیا۔ اسے اردو میں صراحتہ بیان کر دیا گیا تاکہ تفسیر و توضیح ہو جاوے۔ علاوہ اس کے لفظ جند کے معنی اعوان و انصار کے بھی ہیں والجند الاعوان والانصار والجند العسک (سان العرب جلد ۴ صفحہ ۱۰۷) اور بھی معنی لفظ دوست کے ہیں۔ پس آپ کے اعتراض کی بنا و سراسر جمالت پر اور بس ۔

قولہ۔ جمرہ کو ضمتہ دے کر اس کا ترجمہ بٹھیرا سمجھ گئے کیا ہے۔ مالاخر جمع ہونے کے معنی میں لازم ہے نہ متعدی۔ عرب کا محاورہ ہے بجمروا القوم علی کامیاء جمعوا۔ **اقول**۔ یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ جس پر کتب لغت شام ہیں۔ چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے۔ جمرۃ علی الشی بنحو جمع و جمعاً للقوم علی کامیاء جمعوا علیہم و انضمتوا یعنی جمرہ متعدی (بمعنی جمع کیا) اور لازم (اکٹھے ہوئے) دونوں طرح ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔

قولہ۔ میں نے ترجمہ کی غلطی کو بھی غلط میں اس وجہ سے شمار کیا ہے کہ مرزا قاسم نے جو اس کی متعدی کی ہے۔ اس میں ترجمہ کو بھی شامل کیا ہے۔ چنانچہ قصیدہ کے منہ میں فرماتے ہیں ”مگر چہ میمے کہ میرے قصیدہ کی طرح ہر ایک بیت کے نیچے اردو ترجمہ لکھیں اور منجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں اور صفحہ ۳۳ میں ”وہ بھی ایک نشان ہے“

اقول۔ ترجمہ کو شرائط میں داخل قرار دینے کا صرف یہ منشا ہے کہ اس قبیل عرصہ میں اتنے بڑے کام کا باوجود اس قدر پابندیوں کے (جن میں سے ایک ترجمہ بھی ہے) تحسین کو پہنچ بانا بجز خاص تائید الہی کے ممکن نہیں۔ اور یہ امر بالکل غارق عادت ہے کہ یہ کہ اس قصیدہ کا یا کسی اور قصیدہ یا عربی عبارت کا کوئی شخص ایسا ترجمہ نہیں کر سکتا۔ اگر محض اسی کے شرائط میں داخل ہونے سے وہ ترجمہ نکل سکتا ہے۔ جو آپ نے نکالا ہے تو شرائط میں سے تو ایک شرط یہ بھی ہے کہ جو کتاب بالمقابل لکھی جائے وہ اسی معین عرصہ میں چھپو اگر شائع بھی کبھی جائے۔ جیسا کہ اعجاز احمدی اس سے بھی تھوڑے بلکہ قریباً تیسرے

کانت مقام البحث کان کا جسمیۃ ۱۸ به الذنب یعوی والغصنفر یزید
 گویا مقام بحث ایک ایسے بن کی طرح تھا جس میں ایک طرف بھیر یا چھتا تھا اور ایک طرف شیر غراتا تھا

حصہ وقت میں تصنیف ہو کر چھپ کر شائع بھی ہو گئی ہے۔ تو کیا چھپائی فی نفسہ کے متعلق بھی کوئی سختی کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ چھپائی کو صرف اس اعتبار سے شرائط میں سے قرار دیا گیا ہے کہ اس کام پر بھی اس وقت کا ایک بہت بڑا حصہ خرچ ہوا جو ثابت کرتا ہے کہ اصل تصنیف پر خارق عادت طور پر بالکل حقوق اس وقت خرچ ہوا ہے نہ اس اعتبار سے کہ ایسی چھپائی کسی اور سے ہو سکتی ممکن نہیں۔ اگر ترجمہ یا چھپائی وغیرہ کے متعلق فی نفسہ اور مستقل طور پر سختی کی گئی تھی۔ تو اس کتاب کے ساتھ ہی یہ اعلان کیوں کیا گیا تھا کہ چھپائی میں بعض جگہ جلدی کی وجہ سے یہ نقص رہ گیا ہے کہ تصحیح پورے طور پر نہیں کی جاسکتی۔ غرض ترجمہ کا سختی کے ساتھ اس سے بڑھ کر کوئی تعلق نہیں جو چھپائی کو سختی کے ساتھ تعلق ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ چھپائی کا تعلق اس سختی کے ساتھ صرف مقدار وقت کی جہت سے ہے نہ اس کی کسی ذاتی خصوصیت کے لحاظ سے پس یہی امر ترجمہ کی شریعت میں ملحوظ ہے۔ بانی رہا صفحہ ۳۶ والا حوالہ۔ سوا عجاز احمدی کا صفحہ ۳۳ سارے کا سا لٹا پڑھا جاؤ۔ اس میں ترجمہ کا ذکر تک نہیں۔ اصل عبارت جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے یہ ہے: اگر وہ اس مبعاد میں ایسا قصیدہ

معد اسی قدر اشد و مضمون کے جواب کے جو وہ بھی ایک نشان ہے بنا کر شائع کر دیں تو میں بلا توقع دس ہزار روپیہ ان کو دیدوں گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ عبارت ترجمہ کے متعلق نہیں۔ بلکہ اس اور مضمون کے متعلق ہے۔ جو عجاز احمدی کے شروع میں یا اخیر میں ہے۔ علامہ اس کے آپ نے اپنے بیسویں اعتراضات کے ساتھ اس ترجمہ پر جس قدر حیل کئے ہیں۔ وہ سب الٹ کر آپ پر پڑتے ہیں۔ پس اس طرح سے آپ نے اپنے عمل کے ساتھ اس کے نشان الہی ہونے پر خودی مہر کر دی ہے۔

شعر (۱) قولہ۔ اگر اجماع کے حکیم کو بالفتح صحیح پڑھیں تو وہ دن قاسد ہے
 اقول۔ اس کا جواب ذیل شعر میں آچکا ہے۔ رعایت وزن کے لئے

مستحک کو ساکن کرنا بلا اختلاف جائز ہے *

قوله - الاجمة مؤنث ہے - دوسرے مصرعہ میں یہ ضمیر مذکر اور مرجع مؤنث
فی الجب *

اقول - اولاً لفظ اجمة کی طرف ضمیر مذکر کے راجح ہونے میں کوئی جرح نہیں
کیونکہ اس کی تاویل لفظ ماویٰ یا مکان سے ہو سکتی ہے (اس لئے کہ اس کے معنی ماویٰ
الاسد یعنی شیروں کا مکان ہے یعنی چونکہ اس کے معنی ماویٰ کے ہیں جو مذکر ہے
اس لئے اس کی طرف مذکر کی ضمیر راجح ہو سکتی ہے۔ چنانچہ علامہ ثعالبی اس اسلوب بدیع کا ذکر
کرتا ہوا اپنی کتاب فقہ اللغة و سر العربیہ کے صفحہ ۲۱۶ (طبع مطبعة عمومیہ مصر ۱۳۱۵ھ) پر لکھتے
ہیں کہ "من سنن العرب ترك حكم ظاهر اللفظ وحمله على معناه كما يقولون ثلاثة
انفس والنفس مؤنثة وانما حملوه على معنى الانسان او معنى الشخص" یعنی
کلام عرب کے اسالیب بدیع میں سے ایک یہ بھی ہے کہ معنی کے اعتبار سے ایک لفظ
کو جو بظاہر مذکر ہوتا ہے۔ مؤنث قرار دیا جاتا ہے یا بظاہر مؤنث ہوتا ہے۔ تو اسے
مذکر کے احکام دیئے جاتے ہیں۔ اور علامہ سیوطی بحوالہ خصائص ابن جنی اپنی کتاب
الاشباه والتضاریر جلد اول کے صفحہ ۲۰۶ پر حمل علی المعنی کے مسئلہ پر بحث
کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اعلم ان هذا النوع غور من العربية بعيد ومذهب نازح مبید و
قد ورد به القرآن و فیصح الکلام منشورا ومنظوما کتائث المذکر
وتذکیر المؤنث الخ"

اور پھر لکھتے ہیں - "حکمی الاصمعی عن ابی عمرو انه سمع رجلاً من اهل اليمن
يقول فلان لغوب جائته کتابی فاحتقرها - فقلت له اتقول جائته
کتابی - فقال نعم الیس بصحيفة" اور علامہ ابن فارس اپنی کتاب الصاحی
میں لکھتے ہیں "وفی کتاب الله جل ثناؤه السماء منقطبة - حمل
على السقف وهذا يتسع جداً" *

وقام ثناء الله يغوي جنوده ۱۹ و يغري على صبي لئلا يهذر

اور کھڑا ہوا ثناء اللہ اور اپنی جماعت کو اغوا کر رہا تھا اور میرے دوستوں پر برا بھلا کہتا تھا

قوله (۳) سرقة ہے تا بظن شر کے دو سے مہر سے اس کا شعروں ہے وادجوف العير قفر قطعتہ * بد الذائب يغري كالمخلع المصلي

اقول - اول تو یہ کوئی اخذ ہی نہیں اور اگر بطور تنزیل و فرض محال سے اخذ تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کی مفصل بحث شعروں کے ذیل میں آچکی ہے۔ وہاں دیکھو۔

قوله - مرزا صاحب کا سرقة ظاہر ہے۔ اگر توارد ہوتا تو ہما الذائب کہتے * **اقول** - بصورت تسلیم اخذ یہ تضمین ہے جسکی رعایت سے یہ ہی آنا چاہیئے ہما

شعر (۱۹) قوله - يغري على صبي غلط ہے۔ اغراء کا صلہ علی نہیں آتا۔ اغراء بمعاد

اقول (۱) آپ کا دعویٰ باطل ہے کہ اغراء کا صلہ علی نہیں آتا۔ اس میں شک نہیں

کہ اس کا صلہ باء بھی آتی ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کوئی حرف اس کا صلہ نہ واقع ہو سکے۔ اس کا صلہ علی بھی آتا ہے۔ چنانچہ علامہ زنجیری کشاف میں ویا مکر

بالفحشاء کے نیچے لکھتے ہیں۔ و یغریکم علی البخل ومنع الصدقات اغراء الا مراموں اور علامہ بیضاوی انوار التنزیل میں اسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں۔

و یغریکم علی البخل اور روح البیان جلد اول صفحہ ۲۹۲ میں آیت مذکورہ کے ذیل میں لکھا ہے۔ ای و یغریکم علی البخل ومنع الصدقات اغراء الا مراموں

علی فعل المامو ما بہ اسی طرح شرح حلسہ و مقننی میں بھی یہی استعمال موجود ہے * (ب) علاوہ ازیں اگر یہ بھی بطور تنزیل مان لیا جائے کہ اس کا اصل صلہ باء ہی ہے۔

تو بھی باء کی جگہ علی استعمال ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مغنی اللیب میں علی کے معانی میں لکھا ہے۔ السالغ موافقة الباء نحو حقیق علی ان لا اقول وقد قراءه الخ بالباء

وقالوا ركب علی باسم الله

(ج) چونکہ اس مسئلہ پر پانچویں شعر کے ذیل میں بحث کی جا چکی ہے اس لئے مکرر اس جگہ

اس پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں علاوہ اس جواب کے جو مفصل طور پر پہلے دیا جا چکا ہے۔ اس اعتراض کا ایک یہ جواب بھی ہے کہ چونکہ اغراء کے نظائر مثلاً حمل حث۔ تحریر یض وغیرہ کا صلہ علی آتا ہے۔ اس لئے جائز ہے کہ اس مناسبت کی بنا پر اغراء کا صلہ بھی علی لایا جائے۔ کیونکہ جن الفاظ میں باہم معنوی مناسبت موجود ہو انکو ایک دوسرے پر محمول کرنا یعنی ایک کو دوسرے کا حکم دینا جائز ہوتا ہے۔ جتنی کہ اگر ضدیت کی نسبت بھی ان میں پائی جاتی ہو تو اس نسبت کی بنا پر بھی ایک کو دوسرے کا حکم دے کر ایک کے لئے دوسرے کا صلہ لایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ اپنی کتاب الاشباہ والنظائر جلد اول کے صفحہ ۲۱۳ پر لکھتے ہیں: "انهم قد يحملون النقيض على النقيض كما يحملون النظير على النظير وقال ابن جنى في الخصائص كان ابو علي يستحسن قول الكسائي في قوله اذا رضيت عليك بنو قشير انه لما كان رضيت ضد لخطت عدی (رضیت بعلى حملاً للشئ على نقيضه كما يحمل على نظيره) اور صفحہ ۲۱۵ پر لکھتے ہیں: "فضل عدوها بعن حملاً على نقص" "شكر عدوها بالباء حملاً على كفر فقالوا اشكروا له وبه قاله ابن خالويه" "كما يحملون النظير على النظير غالباً كذلك يحملون النقيض على النقيض قليلاً" (د) اسی طرح حملاً على التضمين بھی اس جگہ باء کی جگہ علی کا لانا جائز ہے کیونکہ اغراء اس جگہ متضمن معنی اشتلاء ہے جس کا صلہ علی آتا ہے (اشتلاء کے معنی ہیں گتے کو شکار کے لئے بھڑکانا گویا جس طرح شکاری گتے کو براہیگنہ کرتا ہے۔ اسی طرح ثناء اللہ نے کہنے لوگوں کو احمدیوں کے خلاف بھڑکایا)۔

تضمين کے متعلق شہاب خفاجی علی البیضاوی میں لکھا ہے: "والتضمين المصطلح كما قال السيد السندان يقصد بلفظ فعل معناه الحقيقي ويلاحظ مع معنى فعل آخر يناسبه ويدل عليه بذكر صلتها كاحمد اليك فلانا اي انهي حمده اليك وفائدة التضمين اعطاء مجموع المعنيين فالفعالان مقصودان معاً قصداً وتبعاً" (جلد اول ص ۲۱۱)

وكان طوى كشاً على مستكنة ۲۰ وماراد نهج الحق بل كان نهج

اور اس نے کینہ کو اپنے دل میں ٹھان لیا اور حق جوئی نہ کی بلکہ بکواس کرتا رہا

لستع فتان لتكذيب عوتی وكان يد سى ما تجلى ويمكر

اس نے فتنہ انگیز آدمی کی طرح میری دعوت کی تکذیب کی کوشش کی۔ اور وہ حق پوشی کر رہا تھا۔ اور مکر کر رہا تھا

اور ابن جنی اس کی یوں تشریح کرتے ہیں: "اعلم ان الفعل اذا كان بمعنى فعل آخر

وكان احد هما يتعدى بحرف والاخر باخر فان العرب قد تتسع فتوقع احد الحرفين

موقع صاحبه ايذاناً بان هذا الفعل في معنى ذلك الاخر فلذلك جيئ

معه بالحرف المعتاد مع ما هو في معناه" (الاشباه والنظائر جلد اول صفحہ ۱۱۰)

اور پھر لکھتے ہیں: "وجدت في اللغة من هذا الفن شيئاً كثيراً لا يكاد يحاط

به ولعله لو جمع اكثره ولا جميعه لجاء كتاباً ضخماً وقد عرفت طريقه فاذا مر

بك شيئاً منه فقتبله وانس به فانه فصل في العربية لطيف حسن" یعنی

تضمین کی مثالیں لغت عرب میں اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ شمار اور احاطہ قریباً

ناممکن ہے۔ اور اگر انکے احاطہ کے خیال کو چھوڑ کر انکے ایک بڑے حصہ کو بھی جمع کیا جائے

تو بہت بڑی کتاب تیار ہو جائے۔ اس کا طریق تو بتایا جا ہی چکا ہے۔ پس جہاں کوئی

ایسی مثال پائی جائے۔ اسے بطیب خاطر قبول کر لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ عربیت کے فنون

میں سے ایک لطیف فن ہے۔ (دیکھو کتاب الاشباه والنظائر لاسیوطی جلد اول ص ۱۱۱)

پس بدین صورت علی کو صلہ لانانہ صرف جائز بلکہ ضروری ٹھہرا۔ اور آپ کا یہ کہنا

کہ یغیری کی جگہ یحضر چاہئے تھا۔ یہ ایسی ہی اصلاح ہے۔ جیسے کہ کسی نے قرآن کریم کی

آیت وخرموسى صعداکی اصلاح کر کے بجائے اس کے خرعیسنے لکھ دیا تھا

کیونکہ شناء اللہ کا اہل مذکور احمدی مبلغین کے خلاف بھڑکانا ایک بدترین فعل تھا۔

مگر لفظ حض کے متعلق تاج العروس میں لکھا ہے: "وفي التهذيب لخصرا لخصر علی الخیر

شعر (۲۰) قوله انفس حضرت نے کہاں کہاں ہاتھ بڑھایا لسان العرب میں

مستکنہ کی لغت میں پورا شعر عبد بن الطیب کا اس طرح نقل کیا ہے ۷

وكان طوى كشفاً على مستكنة ۷ فلا هوا بداها ولم يتجهم
اس کا پورا مصرعہ اولیٰ مرزا صاحب نے نقل کیا ہے۔ کل قیامت کو مرزا صاحب کا
دامن ہوگا اور اس شاعر کا ہاتھ ۷

اقول۔ آپ اتنی دور کیوں جاتے ہیں بسج معلقات میں سے تیسرے معلقہ
میں یہ شعر موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ابھی تک سارا بسج معلقات
بھی نہیں دیکھا۔ جسکی نسبت خود آپ کو بھی مستم ہے کہ ”وہ اسقدر مشہور اور شائع
ہے کہ عرب کیا عجم کے بھی معمولی عربی پڑھنے والے بچوں کی نوک زبان پر ہے۔“
افسوس کہ باوجود ایسی جہالت کے آپ ایک ایسے قصیدہ کی تنقید کے لئے کھڑے ہو گئے
جس کے مقابلہ میں تمام علماء عرب و عجم کا عجز و زور و روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے۔ اس پر
طرہ یہ ہے کہ اس شعر کے لئے آپ نے لسان العرب کا جو حوالہ دیا ہے۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لسان العرب بھی نہیں دیکھی بلکہ کسی نے آپ کو دھوکہ دہی
کے طور پر کہہ دیا ہے کہ لسان العرب میں ایسا لکھا ہے، سنیے یہ عبد بن الطیب
کا شعر نہیں۔ بلکہ زہیر ابن ابی سلمیٰ کا ہے اور اس کے معلقہ میں موجود ہے۔ لسان العرب
میں بھی اسے زہیر کی طرف ہی منسوب کیا گیا ہے۔ نہ کہ عبد بن الطیب کی طرف۔ چنانچہ
لفظ مستکنہ کے ماتحت زہیر کے اس شعر کو بطور شاہد لایا گیا ہے۔ افسوس آپ نے
زہیر شاعر کا شعر عبد بن الطیب کی طرف منسوب کر کے بیچائے زہیر پر وہ ظلم کیا ہے
کہ قیامت کے دن آپ کا دامن ہوگا اور اس کا ہاتھ اور آپ کا ہاتھ اور فرشتوں کی
ہتھکڑی ۷

باقی رہی اخذ کی بحث سودہ نوٹیں شعر کے ذیل میں بالتفصیل گزر چکی ہے اسکی
طرف رجوع کیا جائے، ما حاصل یہ کہ یہ سرقہ نہیں بلکہ تضمین ہے جو محاسن سے چرچہ

قولہ ترجمہ میں بھی مرزا صاحب نے یہ غلطی کی ہے کہ کینہ کا لفظ بڑھا دیا جائے

واظہر مکر اسولت نفسہ لہ ۲۲ ولہم یرض طول البحت فالقود سحر

اور ایک مکر اس نے ظاہر کیا جو اس کے دل میں پیدا ہوا اور لمبی بحث سے انکار کیا اور قوم اس کے قریب میں آگئی

فشق علی صبی طریق ارادہ ۲۳ وقد ظن ان الحق یخفی ولیستر

پس میرے دوستوں پر وہ طریق گراں گذرا جبکہ اس نے ارادہ کیا اور انہوں نے گمان کیا کہ اس سوچ پر شاید وہ بھاگے

شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ کینہ کیا جائے ۔

اقول یہ بھی آپ کو سراسر دھوکہ لگا ہے ۔ کینہ مستکنہ کا ترجمہ ہے جس کے

متعلق آپ کسی عربی دان کے ذریعہ کتب لغت سے اپنا اطمینان کرا سکتے ہیں دو ترجمے

کی بھی ضرورت نہیں جس کتاب (لسان العرب) کا خود اپنے حوالہ دیا ہے اسی میں ٹھیک

اس موقع پر جسکی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اس لفظ کے معنی حقد یعنی کینہ کے لکھے ہوئے

موجود ہیں ۔ بلکہ انہی معنوں کے ثبوت میں اس شعر کو بطور شاہد پیش کیا گیا ہے لسان العرب

کی اصل عبارت یہ ہے المستکنۃ الحقد قال زہیرہ

دکان طوی کشتا علم مستکنۃ ۴ فلا هو ابدا ہا ولم تتجسم

(لسان العرب جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۲)

شعر (۲۲) قول یہاں خاص مکر کا بیان ہے یعنی طویل بحث سے انکار ۔ اس

لئے مکر کو معروف باللام لکھنا تھا

اقول یہ بھی آپ کی سراسر نادانی ہے یہاں لفظ مکر کو اسی لئے تو نکر کے

لایا گیا ہے ۔ کہ اس سے مراد ایک خاص طرح کا مکر ہے یعنی یہ تنکیر بیان نوعیت کے لئے

ہے جیسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ "فی قالو کھو مرض" یعنی انکے دلوں

میں ایک خاص قسم کی بیماری ہے جو بیماری نفاق ہے نہ یہ کہ انکے دلوں میں کوئی

ایک بیماری ہے پس آپ کی یہ اصلاح صرف اس شعر ہی کی اصلاح نہیں ۔ بلکہ ساتھ ہی

قرآن کریم کی بھی اصلاح ہے (معاذ اللہ منہ)

شعر (۲۳) قول ظن اگر معروف ہے اور مرجع اس کا صحبی ہے جیسا کہ

روا برج بھتا تشاد و قعمر ۲۴ فقالوا کھا ک اللہ کیف تزور

انہوں نے ہستان کا قلعہ دیکھا برج بنایا جاتا تھا
پس انہوں نے کھا کھا کی ملامت شجرہ تو کیسا جھوٹا بل ہوا

مرزا صاحب کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ تو عجبی جمع ہے اور ضمیر راجع واحد اور اگر مجہول ہے۔ تو ترجمہ غلط ہے۔

اقول ظن معروف نہیں بلکہ مجہول ہے جیسا کہ اس کتاب میں اس پر اعراب لگا کر صاف بتایا بھی گیا ہے۔ اور اسی لئے اسے بصیغہ واحد لایا گیا ہے اور چونکہ ترجمہ لفظی کا التزام ہی نہیں کیا گیا۔ بلکہ اصل مقصود و مفہوم کو اردو الفاظ میں ادا کرنا مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ اعتراض بیہودہ ہے۔

قوله مترجم اور مؤلف دونوں ہیں۔

اقول پھر اس سے کیا ثابت ہوا۔ جس طرح اعجاز احمدی میں قصیدہ اعجازیہ کو اور اس سے قبل دالے مضمون کو حضرت اقدس نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ کیا اسی طرح اس ترجمہ کے متعلق بھی کہیں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ حضرت اقدس کا اپنا لکھا ہوا ہے اور جب یہ بات نہیں۔ تو پھر آپ کی اس یادہ گوئی کا کیا حاصل کہ مترجم اور مؤلف دونوں ہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اس ترجمہ کے ذریعہ سے بھی جا بجا آپ کی علمیت کی اسی طرح قلعی کھلی ہے۔ جس طرح نفس قصیدہ کے ذریعہ سے آپ کی پردہ ورسی ہوئی ہے۔ پس بلاشبہ یہ ترجمہ بھی خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔

شعر (۲۴) قوله شاد الحائط محاورہ ہے۔ دیوار کو گچ کرنا یا چونا وغیرہ پھیرنا اور شاد البناء بنیاد اونچی کرنے کو کہتے ہیں۔ اب تشاد البرج کے معنی قلعہ میں چونا وغیرہ پھیرے جانے کے ہوئے اور قعمر کے معنی بنائے جانیکے حاصل یہ ہوا کہ قلعہ بنائے جانے سے پہلے سفیدی پھیری گئی یہ ہے مرزا صاحب کی بلاغت۔

اقول نہ تو تشاد کے معنی صرف چونا پھیرنے کے ہیں۔ اور نہ بناء کے معنی اساس یا بنیاد ہوتے ہیں۔ تشاد کے ایک معنی بنیاد اٹھانے اور اونچا

کرنے یعنی عمارت بنانے کے ہیں۔ چنانچہ فتح البیان میں زیر آیت فی بروج مشیدہ لکھا ہے۔ کہ شاد القصر رفعہ (یعنی محل بنایا، قال الزجاج والقتیبی معنی مشیدہ مطولہ) یعنی اس آیت میں مشیدہ کے معنی اونچے اور بلند بنائے ہوئے مکان کے ہیں) اور لسان العرب میں ہے شاد البناء رفعہ (عمارت کو بلند کیا) اور بناء کے معنی بنیاد لغت سے ثابت ہی نہیں ہوتے۔ ہاں اردو زبان میں یہ لفظ بنیاد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن حضرت اقدس کا یہ قصیدہ اردو زبان میں نہیں بلکہ عربی میں ہے پس آپ کا اس عربی عبارت میں بناء کے معنی بنیاد قرار دینا آپ کی سراسر جہالت ہے۔ اقرب الموارد میں اس لفظ کے معنی لکھے ہیں۔ "المبني" یعنی عمارت یا مکان" اور منجد میں اس کے معنی میں لکھا ہے۔ "الاساس اصل البناء (یعنی اساس عمارت کی جڑ کو کہتے ہیں) پس بناء کے معنی عمارت کے ہیں نہ کہ بنیاد کے (اور یہ ظاہر ہے۔ کہ برج بھی ایک عمارت ہی ہوتی ہے) پس تشاد البرج کے معنی قلعہ تعمیر کرنے کے ہوئے۔ اور تعمیر تکمیل امر عمارت پر دلالت کرتا ہے اسی لئے آباد کرنے کے لئے بھی آتا ہے۔ کیونکہ مکان کو دیران نہ رکھنا بلکہ اسے آباد کرنا اس کی تکمیل میں شامل ہے۔ چنانچہ منتار الصحاح میں لکھا ہے۔ "عمرات الخراب من باب کتب فھو عمار لے معمور"۔ اور پھر لکھا ہے۔ "مکان عمیر اے عمار" اور نیز یہ کہ "عمار البیوت سکانتھا" سوچو کہ عمر کے معنی (عمار الداد بناھا) میں تکمیل امر عمارت کا مفہوم داخل ہے اس لئے عبارت کی ترتیب طبعی ہی چاہتی ہے۔ کہ تشاد کو پہلے لایا جاتا اور تعمیر کو اسکے بعد جیسا کہ حضرت اقدس کے کلام میں موجود ہے۔ پس آپ کا اعتراض سراسر باطل ہے۔

قولہ (۲) برج مذکر ہے اور تشاد اور تعمیر میں ضمیر راجع مؤنث ہے۔

اقول۔ چونکہ برج اس جگہ قلعہ کے معنی میں واقع ہوا ہے اس لئے حسب اسلوب بلغاء (جس کا ذکر شعر ۱۸ کے ذیل میں گذر چکا ہے) دونوں فعل بصیغہ تانیث لائے گئے۔

اقل زماں الیحت مقدار ساعت ۳۵ فلم یقبل الحقی و صحبی تنفروا

کم سے کم بحث کا زمانہ ایک ساعت چاہئے

راضو بعد تکرار و بحث بثلثها ۳۶ وفي الصدد حراز وفي القلب خنجر

آخر اس بات پر کہ یہ قدر تکرار اور بحث کے بعد راضی ہو گئے کہ میں میں بحث تک بحث ہو اور سینہ میں جوش غضب تھی اور دل میں خنجر تھا

شعر (۲۵) قولہ - تنفرا جس طرح اردو میں نفرت کرنے کے معنی میں استعمال ہے

عربی میں نہیں آتا۔ ہاں نفرا کرہ کے معنی میں آتا ہے اور اس کا صلہ عن اور من کے ساتھ لاتے ہیں۔

اقول یہ سراسر غلط ہے۔ تاج العروس میں تنفرا عن الحق نفرت اور کرہت

کے معنوں میں لکھا ہوا موجود ہے۔ رہا یہ کہ صلہ یہاں بیان نہیں ہوا سو یہ اس لئے

کہ متعلقات فعل کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات ارکان کلام بھی حذف

کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اس لفظ کا تو بغیر صلہ کے استعمال بھی بکثرت ثابت ہے

لسان العرب جلد ۶ صفحہ ۱۹ میں ہے "ان السمع آلس فاذا ورد على الانسان شئ لم يسمع مستعملا في الكلام استوحش منه فنفر و هو في الاستعارجية جائز"

شعر (۲۶) قولہ مصرع ثانیہ ماخوذ ہے شماخ کے مصرع سے لسان العرب

میں حراز کے بیان میں اس کا پورا شعر یوں ہے۔

فلما اشراها فاضت العين عبرة * وفي الصدد حراز من الهم حامر

اقول - اول تو یہ کوئی اخذ ہی نہیں۔ دل میں جوش کے باعث گھبراہٹ

کا ہونا ایک عام مفہوم ہے اور یہ الفاظ اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے موضوع

ہیں۔ پس اخذ کے کیا معنی؟ اور اگر یہ اخذ ہے تو اس اخذ کا الزام خود شماخ پر آئیگا کہ

انہوں نے عربی زبان کے ان الفاظ کو اپنے شعر میں کیوں لیا۔ اور اگر ایسی ہی باتوں کا نام اخذ ہے۔ تو اس سے بچنا ایک شاعر کے لئے قریباً محال ہے۔

قولہ - اخذ بھی قبیح - کیونکہ شماخ کے ہاں جو مصرعہ ثانیہ کو پہلے مصرعے سے متناسب لطیف تھا - مرزا صاحب نے اسی قدر بے لطف کر دیا جیسا کہ اہل فہم سے مخفی نہیں ہے

اقول - آپ کو سخن فہمی کا دعویٰ تو اتنا بڑا ہے کہ جب آپ کسی کلام کو بے لطف کہیں تو وہ بقول آپ کے روئے زمین کے کل اہل فہم لوگوں کی نظروں سے گرجاتا اور ان کے نزدیک ردی قرار پاتا ہے لیکن افسوس ہے کہ آپ کی اپنی اس یہ حسن ظنی بالکل خلاف واقعہ ہے اور معاملہ بالکل برعکس ہے - سنئے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں دونوں مصرعوں کے درمیان جو تناسب پایا جاتا ہے - شماخ کے شعر میں اس کا عشر عشر بھی نہیں ہے کیونکہ شماخ ایک شخص کا ذکر کرتے ہیں کہ جب اس نے اپنی کمان فروخت کر دی اور اس کی وجہ سے بعد میں اس کے دل میں ایسا سخت قلق اور غم پیدا ہوا جو تلوار کی طرح کاٹنے والا تھا - تو اس وقت اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے اور یہ بھی ہے کہ ایسی غم و اندوہ کی حالت میں آنسوئیں کا بہ پڑنا کوئی غیر معمولی امر نہیں - بلکہ شعر کی نظر میں یہ ایک بالکل گرا ہوا خیال ہے - لیکن حضرت اقدس کے کلام میں دونوں مصرعوں کے درمیان ایک نہایت عجیب ارتباط ہے - حاصل مفہوم اس کا یہ ہے کہ چونکہ شہداء اللہ کی شرط کو قبول نہ کرنے کی صورت میں احمدی مناظرین کی نسبت یہ بدظنی پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا - کہ وہ جوش سے گریز کرتے ہیں - اس وجہ سے عوام کو اس دھوکہ سے بچانے کے لئے ناچار انہیں یہ شرط ماننی پڑی - لیکن چونکہ اس سے بھی حق ظاہر نہ ہونے کا اندیشہ تھا - اس لئے دل میں قلق رہا - علاوہ اسکے (د) صدمہ کا لفظ لا کر اسکے بعد تخصیص بعد تقسیم کے رنگ میں قلب کا ذکر جو ارتفاع شان کلام پیدا کر رہا ہے اور نیز اس میں جو تناسب پایا جاتا ہے - وہ محتاج اظہار نہیں ہے (ب) حنا ز اور خنجر کو الگ الگ دو تکلیف دہ چیزیں قرار دینا اس مدعا (اظہار شدت تکلیف) کو زور و بار بنا رہا ہے جو لفظ حنا ز سے ظاہر ہوتا تھا +

قولہ۔ دل میں خنجر مرزا صاحب کا نیا ایجاد کردہ محاورہ ہے۔ ہاتھ میں پہلو میں بغل میں خنجر سنا تھا دل میں خنجر مرزا صاحب ہی کے دیکھا ۛ

اقول۔ تعجب ہے کہ جب آپ حضرت اقدس کے کلام میں کوئی ایسا محاورہ پاتے ہیں جو کسی مشہور شاعر نے استعمال کیا ہوا ہوتا ہے تو آپ اس کا نام سرکہ رکھ دیتے ہیں۔ اور جب حضورؐ کے کلام میں کوئی ایسا محاورہ آجائے جو پہلے آپ نے نہیں سنا یا پڑھا ہوتا یا کوئی بدیع استعارہ حضرت اقدس کے اشعار میں آپ کو ملتا ہے۔ تو اس وقت آپ یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ ”مرزا صاحب“ کا نیا ایجاد کردہ محاورہ ہے۔ غرض آپ کے اعتراضات اسی طرح کے ہیں جس طرح پادری لوگ جب کوئی ایسی بات قرآن کریم میں پاتے ہیں جس کا کچھ نہ کچھ ذکر بائبل میں بھی ہوتا ہے۔ تو اسے سرکہ قرار دینے لگتے ہیں۔ اور جو بات قرآن کریم کی بائبل میں انہیں نہیں ملتی اسے غلط اور باطل کہنے لگتے ہیں (مثلاً مکمل الکلب ان شمل علیہ یلھث او تنزکہ یلھث) ۛ

علاوہ اسکے پہلو میں خنجر کا محاورہ آپ نے لکھا ہے۔ وہ تو اردو کا محاورہ ہے۔ نہ عربی کا۔ تعجب ہے کہ آپ حضرت اقدس کے کلام پر تو یہ اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ یہ اردو محاورہ ہے۔ اور خود آپ اردو محاورے لاتے ہیں ۛ

قولہ۔ اس شعر میں بحث کی جاء اور ثلث کا لام متحرک ہے۔ دونوں کو ساکن کر دیا گیا ہے۔

اقول۔ کیا اچھا ہوتا اگر اعتراض کرنے سے پہلے آپ نفی کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی کتاب ہی دیکھ لیتے ۛ

سُئِيَ ”البحث طلب الثنی التفتيش۔ التحقيق“ (منجد)
 ”الثلثُ وبضمتین سہمٌ من ثلاث“ (قاموس) اور منجد میں ہے
 ”الثلثُ والثلثُ جنء من ثلاثہ اجزاء الثنی یہ ہے حقیقت آپ
 کے اعتراضات کی اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھوں پر سے تعصب کی پٹی دور کر کے حق کے

سواء مذ قوم والمدی قد شہروا

موضع مذ کو انہوں نے ایسی صورت میں بجا کہ پھر میں نکالی ہوئی

د فام عیایات الاناس و محقق

قوم کی چالوں نے ان کو خستہ کر دیا

دیکھنے کی توفیق بخشنے

شعر (۲۷) قولہ (۱) وزن فاسد تفتیح رأ و مذ فاعل مدی قد فاعل

مدی قد فاعل شہروا فاعل

اقول اولاً فاعل ثانی کا وزن بزحاف قبض حذف کر نیکے بعد مفعول

(مقبوض) کے سیم کو بہ زحاف تحقیق ساکن کیا گیا ہے (جسکی تفصیل شعر کے ذیل

میں گزر چکی ہے) اس لئے وزن بالکل درست ہے، ثانیاً یہ بھی جائز ہے کہ رعایت

وزن قد کے دال ساکن کو اس جگہ متحرک پڑا جائے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل

شعر) اس صورت میں مدی قد شہروا کا وزن فاعل مفعول مفعول ہو گا ہو

بغیر زحاف تحقیق کے ہی درست ہے

قولہ (۲) جبکہ قوم کا ذکر پہلے آ چکا ہے تو یہاں معرفہ لانا تھا

اقول۔ لفظ قوم اس شعر میں مبتدائے مخدوف کی خبر واقع ہوا ہے

اور یہ جملہ معطوف علیہ ہے۔ جو اپنے معطوف جملہ کے ساتھ ملکر دڑا کا مفعول ثانی

واقع ہوا ہے۔ اگر لفظ قوم کو یہاں معرفہ باللام کر کے لاتے تو معنی یہ ہوتے کہ

انہوں نے دیکھا کہ مدہ ہی قوم ہے۔ اسکے سوا اور کوئی قوم نہیں ہے یعنی وہ ایک

بنیظیر قوم ہے۔ حالانکہ یہاں مدح یا تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کا خلاف مقصود ہے

قولہ (۳) تشہیر السیف محاورہ ہے نہ تشہیر المدی

اقول۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں

شہر علینا السلام (الحمد بیت) اور یہ ظاہر ہے کہ سلاح کا لفظ سیف کے لئے

مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ مدیہ (بڑی چھری) بھی اسلحہ میں داخل ہے جو تلواریطرح نیام

فصاروا بمد للرماح درية ۲۸ ويعلمها احمد على المدبر

پس میرے دوست مذ میں نیزوں کے نشانے بگئے اور اس بات کو احمد علی جو میر مجلس تعاقب جانتا ہے

میں ہی رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ لغت میں ہر المدیۃ الشفرۃ وهو السکین العظیم یعنی متد بہت بڑی پھری کو کہتے ہیں اور سکین کی بابت محاورہ لکھا ہے "اقرب السیف والسکین عمل لھا قرا بآ۔ وقرباً ادخلہ فی القلاب" (لسان العرب) اور یہ ظاہر ہے کہ قلب میں سے زکالنے کا نام ہی تشہیر ہے پس مدیہ کے لئے (جو کہ سکین عظیم ہے) تشہیر کا لفظ استعمال نہ ہو سکے کی کوئی وجہ نہیں ہے جبکہ ہر ایک چیز جس پر سلاح کا لفظ صاف آتا ہے اور وہ نیام میں رکھی جاتی ہے۔ مشترکہلا سکتی ہے۔ جیسا کہ حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ سے ظاہر ہے۔

قولہ شاعر نے شہرہ والی ضمیر قوم کی طرف پھری ہے اور مترجم نے مد کی طرف
اقول چونکہ قوم کو من وجہ تد پر محمول کیا گیا ہے اور بہ تقدیر مبتدا کلام اس طرح پر ہے۔ "رفا مدّھی قوم" یعنی انہوں نے مد کی بابت خیال کیا کہ وہ ایک ایسی قوم ہے جس نے بڑی بڑی پھریاں نکالی ہوئی ہیں" اس لئے ضمیر جمع مذکر کی لانی گئی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے "تلك القرى اهلکتموهما ظلموا" اسکا ترجمہ بہر حال یہی کیا جائیگا کہ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کیا حالانکہ اصل عبارت میں ہم کا لفظ واقع ہے اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ "قری" سے مراد اہل قری ہیں۔ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ علیہ اس کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں "اور یہ بستیاں کہ ہلاک کیا ہم نے ان کو جب ظلم کیا انہوں نے" دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قلنا لھم کو نوا قراۃ خاصثین اس جگہ لفظ خاصثین بصیغہ جمع مذکر سالم لایا گیا ہے۔ جو ذوی العقول کیلئے موضوع ہے حالانکہ قراۃ غیر ذوی العقول میں۔ لیکن چونکہ قراۃ سے مراد آدمی ہی ہیں اسلئے جمع مذکر سالم کا صیغہ لایا گیا۔

شعر (۲۸) قولہ (۱) يعلمها کی ضمیر مفعول اگر شعر سابق کے معنی کی طرف

پھرتی ہے تو مذکر چاہئے کیونکہ قاعدہ یہی ہے۔

اقول۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن امن وعمل صالحا ولا یلقھا الا الصابرین (القصاص رکوع ۸) اگر ایسے موقع پر ضمیر مؤنث لانا غلطی ہے تو لغو باد شد سب سے پہلے یہ غلطی قرآن کریم کی طرف ہی منسوب ہوگی۔

قولہ (۲) مصرعہ ثانیہ میں احمد کی دال کو متحرک پڑھیں تو وزن غلط اور ساکن پڑھیں تو وزن صحیح۔ لیکن وجہ سکون نثارو۔

اقول۔ چونکہ احمد علی ایسا مرکب مزجی ہے جسکی ترکیب عجمی زبان میں ہوئی ہے اور عجمی میں وہ سکون دال بولا جاتا ہے۔ اس لئے جب اسے عربی زبان میں استعمال کیا جائیگا۔ تو اس وقت بھی اسکے دال کو ساکن ہی رکھا جائے گا۔ جیسا کہ لفظ بابشاد (ایک مشہور امام نحو کا نام) جو باب لفظ عربی بمعنی دروازہ اور شاد لفظ فارسی بمعنی خوشی سے مرکب ہے جسکی ترکیب فارسی زبان میں ہی ہوئی (جہاں اسے سکون باء ثانیہ اور کسرہ باء ہر دو طرح بولا جاتا ہے) جسے عربی زبان میں بھی اسے دوسری باء کے سکون کیساتھ یا کسرہ کیساتھ ہی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ جس زبان سے اس مرکب لفظ کو لایا گیا ہے اس میں اس کی باء کو اسی طرح پڑھا جاتا ہے اور گو اس کی پہلی جزو دراصل عربی زبان سے ہی ماخوذ ہے۔ جس میں وہ معرب منصرف ہے مگر اس لفظ بابشاد کے اندر اسے ٹھیک اسی طور پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ فارسی زبان میں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ حاشیہ الامیر علی المغنی (بہار المش المغنی طبع دارالکتب العربیہ الکبریٰ مصر ۱۳۳۱ھ) میں لکھا ہے۔

”بابشاد کلمۃ عجمیۃ تنضمّن الفرج والسرور قال ملا علی وھذا معنی شاد باعجام الذل او اھمالھا ولعل المراد انہ باب الفرج وطریقہ قال وفیہ سکون

الموحدة الثانية وكسرها“ اور اس کی شرح القصص المبین جلد اول صفحہ ۱۰۴ میں

اس کے متعلق لکھا ہے ”اذ ذلک انما یكون اذا کان مرکبا من جیا

وكان ثناء الله في كل ساعة	یا بچ نیران الفساد و یسعر
اور ثناء اللہ ہر ایک گھڑی	فساد کی آگ بجڑ کا رہا تھا
اری منطقاً ما ینجم الکلب مثله	و فی قلبہ کان الھوی یتزخر
ایسی باتیں کہیں کہ ایک گتا اس طرح آواز نہیں نکالے گا	اور اس کے دل میں ہوا دھوس جوش مار رہی تھی
وان لسان المرء ما لم یکن له	اصاة عوراتہ هو مشعر
اور انسان کی زبان جب تک اس کے ساتھ	عقل نہ اُسکے پوشیدہ عیبوں پر ایک دلیل ہے

و هو ما صرح به في الفتح الرباني

قولہ مصرعہ اولیٰ مأخوذ ہے ایک تمیمی شاعر کے پہلے مصرعہ سے یہ ولقد ارانی للروح دریتہ

اقول۔ اول تو یہ کوئی اخذ نہیں اور اگر بطور تنزل لے لے اخذ قرار بھی دیدیا جائے۔ تو بھی یہ کوئی محل اعتراض نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر) **شعر (۳۱) قولہ** اولاً اصاة کا ترجمہ مرزا صاحب نے عقل کیا ہے شاید یہ بھی کوئی الہام لغوی ہو۔ لیکن عربی لغت میں نہیں ہے۔

اقول۔ آپ دعویٰ تو ایسے طور پر کرتے ہیں کہ گویا (عیاذاً باللہ) تمام علوم کا سرچشمہ آپ ہی کی ذات ہے لیکن علوم ادبیہ عربیہ سے آپ کی ناآشنائی آپ کے ایک ایک لفظ سے نمودار ہو رہی ہے دیکھو تاج العروس جلد ۱۴ ص ۱۱۱ الاصالۃ الرزانیۃ کا حصاة وقالوا ما له حصاة ای راہی یرجع الیہ وقال ابن الاعرابی اصی الرجل اذا عقل بعد دعوتہ وقال طرفہ وان لسان المرء ما لم یکن له ۵ اصاة علی عوراتہ لدلیل یعنی لفظ اصاة کے معنی لفظ حصاة کی طرح زراعت کے ہیں۔ اور جب کسی شخص کی بابت کہتے ہیں کہ ما له اصاة تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس کی رائے اس قابل نہیں کہ اس کی پیروی کی جائے (یعنی عقلمند نہیں ہے) ابن الاعرابی

يَكْمُرُ حَتَّى يَعْلَمَ النَّاسُ كُلُّهُمْ
 جھول فلا يدري ولا يتبصر

ایسا انسان کلام کرتا ہے یہاں تک کہ سب لوگ جان لیتے ہیں
 ولو لا ثناء الله ما زال جاهل
 کہ یہ جاہل آدمی ہے نہ عقل ہے نہ بصیرت
 اور اگر ثناء اللہ نہ ہوتا تو ایک جاہل
 بیشک ولا يدري مقامی و محصر
 میرے بارے میں شک کرتا اور مجھے سوالوں سے تنگ کرتا

کہتے ہیں کہ کسی شخص کی نسبت اسی الرجل اس وقت کہیں گے۔ جبکہ یہ کہنا مقصود ہو کہ اس کی حماقت جاتی رہی ہے اور اب وہ عقلمند ہو گیا ہے۔ جیسا کہ طرفہ کہتا ہے وان لسان المرء الخ حضرت اقدس نے اس شعر میں طرفہ کے شعر کی تفسیر کی ہے ۛ

قوله ثانياً شعر کا صلہ با سے لاتے ہیں۔ نہ علی سے ۛ

اقول۔ حزن علی اشعار کا صلہ علی سبیل التضمین واقع ہوا ہے۔ کیونکہ شعر متضمن معنی و دلیل ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھو ذیل شعر ۱۹) ۛ
 شعر (۳۲) قوله (۱) يعلم افعال قلوب سے ہے جو متعدی و مفعول سے ہوتا ہے۔ اس کا ایک مفعول چو لا مذکور ہے اور قاعلیٰ یہ ہے کہ افعال قلوب کا جبکہ ایک مفعول مذکور ہو تو دوسرے کا ذکر کرنا ضرور ہے ۛ

اقول جھول اس جگہ مبتداء محذوف کی خبر واقع ہوا ہے نہ يعلم کا مفعول اس لئے کوئی اور مفعول تلاش کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اور اگر یہ يعلم کا مفعول بھی ہوتا تو بھی جائز تھا۔ کہ اس ایک ہی مفعول کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا چنانچہ فوائد ضیائیہ (بیان احکام افعال قلوب) میں ہے کہ "قد ورد ذلك مع القرينة على قلة - اما حذف المفعول الاول فكما في قوله تعالى ولا يحسبن الذين ينجلون بما آتاهم الله من فضله هو خيرا لهم على قساة قلوبهم ولا يحسبن بالباء" یعنی گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ افعال قلوب کے مفعول میں سے ایک محذوف ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس دلالت کرنے والا کوئی قرینہ موجود

ہو۔ ہاں اس کی مثالیں کم پائی جاتی ہیں۔ سو پہلے مفعول کے حذف کی ایک مثال
یہ آیت (بقراءۃ مذکورہ بالا) ہے جس میں بحسب بن کا دوسرا مفعول خیرا مذکور
ہوا ہے۔ اور پہلا مفعول محذوف ہے اور مفعول ثانی کے حذف کی ایک مثال سہول
بن عادیاء کا یہ شعر ہے

ومحن اناس لا نزل القتل سبۃ ۛ اذا ما رأتہ عامر و سلو
دیوان السموال طبع مطبعہ کاٹولیکہ بیروت ۱۹۰۹ء ۛ
قولہ (۲) جھولا چاہے کیونکہ ابطال عمل کی جو شرط ہے وہ یہاں نہیں

پائی جاتی ہے ۛ

اقول۔ آپ کا یہ خیال بھی غلط ہے۔

یعلم (فعل قلب) کو لفظ جہول پر
نصب دینے سے روکنے والی شرط اس جگہ موجود ہے جو الفاء (عمل سے معطل کر
دینا) جائز قرار دیتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یعلم اس جگہ صدر کلام میں واقع نہیں ہے
بلکہ اس سے پہلے لفظ حتی آ جانے کی وجہ سے وسط کلام میں آ گیا ہے۔ اسلئے
بصریوں کے نزدیک بھی اس کا انفاء صحیح اور درست ہے۔ چنانچہ علامہ ابن شلم
اوضح المسالک میں لکھتے ہیں کہ "ان التوسط المبیح للالغاء ليس للتوسط بين
المعمولين فقط بل توسط العامل في الكلام مقتضى ايضا لغم الالغاء للتوسط
بين المعمولين اقولے یعنی جس توسط سے الفاء جائز ہو جاتا ہے وہ صرف یہ نہیں
کہ عامل اپنے دو معمولوں کے درمیان واقع ہو بلکہ مطلقاً اس عامل کا وسط کلام میں
آ جانا بھی یہی حکم پیدا کرتا ہے اسی بناء پر علامہ مذکور اپنی کتاب شرح قصیدہ
بانت سعاد میں "وما اخال لدينا منك تنويل" کے متعلق اس کے اعرابی
پہلو پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "فان قلت اخبرني عن اخال امعله
امملغاة امعلقة؟ قلت كل ذلك جائز اما لا لغاء فعلة ان النافي لما
تقدمها انزال عنها التصديرا لمحض فسهل الغاءها كما سهل الغاء
"ظننت" تقدم "متى" و"إني" في "متى ظننت زيد" منطوق

فہذا علینا منہ من ابی الوفا ۳۴ ادی کل محبوب ضیائی فنشکر

پس یہ موعود تھا اشد کا ہم پر احسان

کہ ہر ایک غافل کو ہادی روشنی ہو اللہ ہی ہم کا نگرہ ہے

وَقَوْلُ الْحَاسِي "كَذَاكَ ادْبْتُ حَتَّى صَادَ مِنْ خَلْقِي" اِنِّی رَأِیتُ مَلَکَ الشَّیْمَةِ اَلْاَدَبُ
یعنی فقرہ "وما اخال لدینا منک تنویل" میں لفظ تنویل کو اخال کا مفعول بنا کر نفسا دینا
بھی جائز ہے۔ اور لفظاً مرفوع مگر محلاً منصوب قرار دینا بھی ہو رہی ہے کہ اس (داخل) کو اس جگہ
عمل سے بلکی معطل اور طغی کیا جائے۔ اس مؤخر الذکر صورت کے جواز کی بناء اس بات پر ہے۔ کہ
لفظ اخال سے پہلے حرف نفی آیا ہے جسکی وجہ سے اخال صدارت سے نکل کر وسط کلام میں
آ گیا ہے۔ اس لہذا سے عمل سے خالی رکھنا بھی جائز ہے۔ غرض جمہو بصریوں کے قول کے برعکس
تو اس جگہ الغاء اس لئے جائز ہے۔ کہ شرط الغاء موجود ہے۔ اور کو فیوں اور انخفش کے
نزدیک چونکہ الغاء کے لئے توسط یا تاخر شرط ہی نہیں اور وہ ان افعال کے تقدم کی صورت
میں بھی الغاء جائز مانتے ہیں۔ اس لئے انکے مذہب کے رو سے حضرت اقدس کے اس شعر میں
یغتم کا الغاء جائز ہونا اور بھی چاہیے۔ پس بصریوں اور کو فیوں دونوں کے نزدیک لفظ چول
کو شعر زیر بحث میں مرفوع پڑھنا جائز اور درست ہے۔ یہ مسئلہ عام کتب و رسائل نحویہ و رسمہ
میں موجود ہے۔ (دیکھو رسالہ اوضح المسالک۔ شرح جامی۔ تفسیر۔ رضی وغیرہ)
افسوس کہ معترض صاحب الیسی جہالت کے باوجود حضرت یسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
جیسے معجز الکلام پر اعتراض آورے ہوئے ہیں۔ حق تو یہ ہے۔ کہ انہوں نے ان
شعروں پر اعتراض کر کے خود اپنے آپ کو انہی اشعار کا مصداق ثابت کیا ہے۔ ہذا
احسن ما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

وان لسان المرء عالم یکن له : اصابة علی عوراتہ ہو مشعر
یکلہ حتی یصلہ الناس کلہم : جہول فلا یددی ولا یقتصر
شعر ۳۴ قولہ دوسرے مصرعہ میں آ رہی ہے جسکے معنی ترجمہ میں مرزا صاحب نے
اطلاع دی لکھا ہے۔ اور اری جبکہ اعلم کے معنی میں آتا ہے۔ تو تین مفعول چاہتا ہے

ادی الموت یعتام المکفر بعدہ ۳۵ بمآظہرت آی السماء و قظہر
اب کافر کہنے والا گویا مرجیہ کا

شاعر نے دو ذکر کی اور تیس کے کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب اس کا
دوسرا مفعول ذکر کیا جائے تو تیسرے کا ذکر کرنا ضرور ہے۔

اقول۔ ادی اس جگہ افعال قلوب میں سے نہیں بلکہ افعال جوارح میں
سے ہے۔ اسی لئے اسکا تیسرا مفعول نہیں لایا گیا۔

مقصود یہ ہے کہ اسنے ہر ایک محبوب کو میری روشنی دکھا دی جسکا ایک قوی
اور جلی قرینہ یہ بھی ہے کہ ضیاء کا تعلق جارح (عین) کے ساتھ ہے نہ قلب کے

شعر قولہ (۱) پہلا مصرعہ ماخوذ ہے۔ طرقة بن العبد صاحب معلقة ثانیہ کے مصرعہ
اولی سے۔ اس کا شعر توں ہے سے ادی الموت یعتام الکرام ویصطفی
عقيلة مال الفاحش المتشدد

اقول۔ یہ اخذ بطور تفسیم ہے۔ جو محاسن میں سے ہے۔ نہ سرقہ تفصیل
کے لئے دیکھو ذیل شعر (۹)

قولہ اخذ نہایت ہی قبیح ہے۔ کیونکہ اعتیام کے معنی پسند کر کے ہیں طرفہ
کے ہاں یہ معنی ہوئے۔ کہ موت عموماً شریفوں اور بزرگوں کو پسند کرتی ہے۔ لیکن
مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ موت اُسکے مکفر کو پسند کرتی ہے۔ سبحان اللہ کیا
اعجاز و بلاغت ہے ہاں اگر مرزا صاحب کا مکفر ہی ممدوح اور شریف ہے تو کوئی اعتراض نہیں

اقول اول تو اعتیام کے معنی ضروری نہیں کہ اختیار ہی کے لئے جائیں۔
تاج العروس میں لکھا ہے۔ اعتیام اعتیاداً مقصوداً یعنی اس کے معنی قصد کرنے کے بھی
ہیں۔ پس مصرع اول کے یہ معنی ہوئے کہ میں موت کو مکفر کا قصد کرتی ہوئی دیکھتا ہوں
اور اگر اختیار ہی کے معنی کو جاویں۔ تو بھی ظاہر ہے۔ کہ موت کا کسی کو اختیار
کرنا یہی ہے۔ کہ وہ اسے مار دے۔ پس اس میں فضیلت کوئی ہوئی۔

کیا انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ان کے منکرین کو موت ہمیشہ چن چن کر ہلاک نہیں کرتی رہی یا کیا اس ہوائ منکرین کی برگزیدگی ثابت ہوتی رہی؟

باقی رہا یہ کہ طرفہ نے اعتیام موت کو ایک مزیت و فضیلت قرار دے کر اسے کرام سے مخصوص کیا ہے۔ اور حضرت اقدس نے اس کے برعکس اشرار کے ساتھ اسکا تعلق بتایا ہے۔ سو یاد رہے۔ کہ یہ اختلاف مذہب نہیں بلکہ ممدوح ہے۔ جس پر علماء فن شعر نے بالتفصیل بحث کی ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب "المرآۃ" (جلد ثانی صفحہ ۸۰ لغایت ۸۳) میں اس فن پر ایک باب باندھا ہے۔ جس میں اس نے اس فن کا نام تغایر رکھ کر اسکی بہت سی مثالیں دی ہیں۔ جنہیں اس جگہ درج کرنے کی گنجائش نہیں۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ ابو الشیخ کتا ہے دو کھو حمار مطبوع مصر باروم ص ۱۴۳) "احب الملامۃ فی ہواک لذیذۃ + حباً لذكراک فلیسلمنی اللوم" اور ابو الطیب اس کے برعکس یوں کتا ہے "أحب فیہ ملامۃ + ان الملامۃ فیہ من اعدائہ" (قصیدہ اولی دیوان تنیسی) پس حضرت اقدس کا طرفہ کے قول کے خلاف موت کے حلو کی زد کو اپنے مکفرین پر خصوصیت کے ساتھ پڑھنے والی قرار دینا فن شعر کے رو سے ممدوح ہے اور جس طرح علماء فن شعر کے نزدیک یہ ممدوح ہے۔ اسی طرح واقعات کے اعتبار سے بھی ممدوح ہے کیونکہ یہ امر حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی صداقت کا ایک نہایت عظیم الشان نشان ہے۔ اگرچہ ہر ایک نبی کی بعثت کے بعد اسکی منکر قوم پر تباہی آئی۔ مگر جو تباہی موت نے حضرت اقدس کی بعثت اور آپکا انکار و تکذیب اکفار کیا جانے کے بعد برپائی ہے اسکی نظیر پہلے کبھی نہیں پائی گئی۔

قولہ (۲) جبکہ ظہرت آی السماء موجود ہے تو پھر نظر مکرر اور حشو ہے۔
اقول یہ بھی آپکی جہالت ہے کیونکہ ظہرت نے زمانہ گذشتہ میں ظہور آیات کی خبر دی ہے۔ اور نظر نے زمانہ حال اور استقبال میں آنے کی طور کی ہے۔ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ظہور آیات کا تعلق تینوں زمانوں سے ہے۔

ولما اعتدی الامر تسری بمکالہ ۳۶ واغری علی صحبی لثاماً وکفر

اور جب لثام اپنے فریبوں سے حد سے گذر گیا اور لوگوں کو میرے دوستوں پر برا نیچتہ کیا

قولہ (۴) یہ ترجمہ اس سے کم نہیں جو کسی نے جا، زید کا ترجمہ عمر کلکتہ کیا لکھ مارا **اقول**۔ اس جگہ لفظی ترجمہ کرنا مقصود اور تد نظر نہیں بلکہ حاصل مفہوم کو سادہ الفاظ میں ادا کرنا نظر ہے کہ اس شعر کا حاصل وہی ہے۔ جو ترجمہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی پہلے مصرع میں مکفر پر موت (مغلوبیت) آنے کا ذکر ہے۔ اور دوسرے میں اس موت کا سبب بیان ہوا ہے۔ جو ظہور آیات ہے

قولہ (۱) اگر الامر تسری پڑھیں تو وزن غلطہ اور امر تسری بکون یا پڑھیں تو وزن صحیح مگر نحو غلطی ہے۔

اقول رعایت شعر کے لئے مشکل کو مخفف کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ چنانچہ مولوی ہادی علی صاحب حاشیہ اجرومیہ میں جواہرات شعریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "سوم مشدود را مخفف خواندن" اور پھر اس پر نوٹ دیتے ہیں۔ "و معنی ضرورت در اینجا جواز مطلق است نہ اینکه شاعر از بدل آوردنش عاجز آمدن اختیار کند" (الفیہ طبع نظامی صفحہ ۱۹۵) پس اس اصول کے مطابق الامر تسری کی یاد کو اسجگہ مخفف کیا گیا ہے۔ اور بعد از تخفیف حسب قواعد صرف یا کے ضمہ کو گرا دیا گیا ہے۔

قولہ (۵) اغری علیہ نہیں آتا۔ اغراہ آتا ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے مطلع **اغراک موعز کہا ہے**

اقول افسوس آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ لفظ اغراء دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں اسکا استعمال ہوا ہے۔ ایک مفعول کی طرف تو بغیر واسطہ حرف جہ کے متعدی ہوتا ہے اور دوسری طرف گاہے متعدی بالباء ہوتا ہے اور گاہے علی جیسا کہ انیسویں شعر کے ذیل میں بتایا جا چکا ہے اسجگہ اسقید بتانا کافی ہے کہ اغراء کے معنی ہیں

فَقَالُوا الْيَوْسُفَ مَا نَرِي الْخَيْرَ هُنَا ۚ ۱۷۰ وَلَكِنَّ مَرْقُومَهُ كَانَ يُحِذِّرُ

پس انہوں نے منشی محمد یوسف کو کہا کہ اس قسم کی سبقت اور مہر میں منٹ مقرر کر نہیں ہیں خیر نظر نہیں آتی مگر دعا پنی قوم کو دیتا تھا

برائیگتھ کرنا۔ اسکا تعلق ایک تو اس چیز سے ہوتا ہے۔ جسکو برائیگتھ کیا جائے۔ اور دوسرا اس چیز سے جسکے خلاف کسی کو برائیگتھ کیا جائے۔ پہلے کی طرف یہ بغیر واسطہ کسی حرف جارہ کے متعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس قصیدہ کے مطلع میں ہے (واعزاک موغز) اور جسکے خلاف کسی چیز کو برائیگتھ کیا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ اس فعل کا تعلق بواسطہ علی یا باء ہوتا ہے اس زیر بحث شعر (۳۶) میں بھی اغراء کا تعلق اسکے دونوں مفعولوں سے ظاہر کیا گیا ہے۔ پہلا جسکے خلاف بٹھرایا گیا ہے وہ لفظ صعبی ہے جسپر لفظ علی آیا ہوا موجود ہے۔ اور جسکو بٹھرایا گیا، اس کے لئے اسی شعر میں لفظ لٹاٹا ہے۔ جسپر کوئی حرف جارہ نہیں۔ بلکہ اے منصوب کر کے لایا گیا ہے۔ تعجب ہے کہ جس شخص کو اتنا ہی معلوم نہیں کہ اغراء کیلئے کسی دوسری مفعول کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ (جو کہ حرف جر کے ساتھ آتا ہے) وہ عربیت کے رو سے ایک اعجازی قصیدہ پر تنقید کر سکے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قوله (۳) یوں کہہ دیجئے "وما اعتدی الا مرتسری علیہما وحض علی صحبی لثاماً و کفر" (۴) یہ اصلاح نہیں بلکہ افساد ہے کیونکہ اس میں ضمیر علیہم پہلے ہے اور اس کا

اقول (ک) یہ اصلاح نہیں بلکہ افساد ہے۔ کیونکہ اس میں ضمیر علیہم پہلے ہے اور اس کا مرجع بھی۔ (ب) پہلے مصرع میں بجائے لفظ بمکاٹ کے جو شناء اللہ کی وجہ لانا کا رروائیوں کے اظہار کے لئے لایا گیا تھا۔ چھوڑ کر اس کی جگہ علیہم (جو بالکل فضول اور بے ضرورت ہے) رکھا۔ آپ نے اس شعر کی خوبی پر پانی پھیر دیا ہے۔ ہر عقل و دانش باید گریست۔

شعر ۳۲ **قوله** یوسف پڑھیں تو وزن فاسد۔

اقول - یوسف کی فاء اس جگہ برعایت شعر ساکن کی گئی ہے۔ جو شعر میں جائز ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو شعر ۱۲)

<p>۳۸ وقالوا حملنا ارض خرفضير اور کہا کہ ہم پلید زمین میں داخل ہو گئے ہیں ہم کہتے ہیں ولا طعن ریح مثل طعن یکرار اور کوئی نیزہ اس طعن کی طرح نہیں جو بار بار کہا جاتا ہو فصاروا ابو عظ الغول قومًا تملوا پس ایک غول کے وعظ سے وہ بگڑنے کی طرح ہو گئے وهل یفعلن اهل الهوى ما یدکر مگر بھلا ہوا پرستوں کو کوئی وعظ فائدہ دے سکتا ہو لیبعد حقی من جنای ویرجر کا بٹا تھا۔ تا احمقوں کو میرے پہل سے محروم رکھے</p>	<p>هناك دعواتا کریماموئیل تب انہوں نے خدا کی جناب میں دعائیں کیں فما برحوها والرها تنوشهم پس وہ اس زمین میں سو الگ ہو کر اور نیزہ ان کو خستہ کر رہے تھے وقام ثناء الله في القوم واعطا اور ثناء اللہ نے قوم میں وعظ کیا وذکرهم صبحی مکافاة کفرهم اور میرے دوستوں نے یادداشت انکار یاد دلایا تجنی علی ابو الوفاء ابن الهوى ثناء اللہ نے میرے پر نکلتے چینی شریف کی جو ہوا وہیں</p>
--	--

شعر ۳۸ قولہ ارض رجز میں اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہے اور وہ ممنوع ہے۔
اقول لفظ رجز اسجگہ نحو صفت کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ ہا لغوی
معنوں کے رو سے اسے صفت کہا جاسکتا ہے۔ مگر اسکے لئے مضاف ہونا ممنوع
نہیں ہے۔ اور نہ یہاں پر اسکے جواز کا مانع کوئی امر ہے۔ مگر اسکے لغوی
معنی خجگے ہیں۔ قاموس میں ہے: "الرجز بالكسر والضم القذر وعبادة الاوثان
والعذاب والشرک"۔

پس ارض رجز کے معنی ہیں نجاست کی زمین یعنی ایسی زمین جس میں نجاست
ہو۔ چونکہ ایسی زمین بہر حال نجس ہی ہوگی۔ اور مراد بھی اسجگہ یہی بیان کرنا
ہے۔ اسلئے ترجمہ میں اسکے لئے "پلید زمین" کے الفاظ رکھے گئے۔
معرض صاحب نے اپنی مجموعہ ابا طیل میں رونارویا ہے کہ اس قصیدہ میں فلان فلان نحوی اور
ادبی وغیرہ غلط ہیں۔ مگر خیر سے معلوم آپ کا اتنا بھی نہیں کہ صفت کسے کہتے ہیں۔

شعر ۴۲ قولہ (۱) مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔ تقطیع۔ تجنی قعولن

علی ابول مفاعلتن۔ و فاعلن فعلن نل ھوی فاعلن

اقول علی ابوال بروزن مفاعیلن ہے ہمزہ مفتوحہ حرکت ماقبل کے موافق حرف علت (الف) سے بدل گیا۔ چنانچہ نوادر شرح فضول اکبری میں ہے و بعضے گفتہ اندر است قلب متحرکہ بحرف علت ساکن کہ بوفوق حرکت ماقبل ہمزہ با بشرط توافیق حرکت ہمزہ و ماقبلش کذا فی الرضی و الجار بردی و الاصول و شرحہ و سیبویہ گوید اس قاعدہ در سعتہ کلام سماعی است و در ضرورت شعر یہ قیاسی نحو منسأۃ بالف اصلہا منسأۃ بہمزۃ "وصف" اور اس پر منہیات میں شعر ذیل بطور شاہد لایا گیا ہے

سألت ہذیل رسول اللہ فاحشۃ ۞ ضلت ہذیل بما قالت ولم تصب
جس میں سألت کے ہمزہ مفتوحہ کو اسکے ماقبل کی حرکت کے موافق حرف علت (الف) سے قلب کیا گیا ہے اور آخری جہز بر خلاف تحقیق ساکن الاول ہے جو اپنے ماقبل کے ساتھ مل کر فاعلن فاعلن کی موازن ہے۔

قوله (۲) دو کسر مصرعہ ماخوذ ہے امر القیس کے مصرعہ ثانیہ سے اسکا شعر یوں ہے فقلت لھا سیری و ادخی زمامہ + ولا تبعدینی من جنائک المعطل
اقول یہ عجیب بات ہے کہ صرف لفظ لا تبعد اور من جنائک کے اشتراک کی وجہ سے اپنے اسے امر القیس کے شعر سے ماخوذ قرار دیا ہے۔ یہ کوئی اندز نہیں (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۹ ص ۲۲۔ نوٹ نمبر الف)

قوله (۳) امر القیس نے اپنے مصرعہ میں جنائک کی معطل سے توضیح کر دی ہے اور مرزا صاحب کے ہاں اہمال ہے اور یہاں توضیح بہتر ہے اہمال سے لفظ اہمال قابل غور ہو (محبیب،
اقول امر القیس کا مقصود جنائک کے لفظ سے اپنی محبوبہ کے بعض اعضاء کا نقشہ کھینچنا تھا۔ جو صفت معطل کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن حضرت اقدس کے کلام میں جنائک سے مطلق افادہ مراد ہے۔ اس لئے کوئی قید نہیں بڑھائی گئی۔ تاکہ عموم پر دلالت کرے۔

قوله (۳) احمق کی جمع محقق بضم حا و حبسا کہ مرزا صاحب نے لکھی ہے نہیں آتی۔

وخطب من أفاة في امر دعوتي

اور ہر ایک جہاں کے پاس آیا۔ اسکو اس نے مخاطب کیا

واقسم بالله الغيور مكذباً

اور اُس نے خدائے غیور کی قسم کھائی

فطائفة قد كفروني بو عظه

پس ایک گروہ نے اس کے وعظ سے مجھے کافر ٹھہرایا

وما مسك نور من العلم والهدى

حالانکہ تیرا اللہ کو علم اور ہدایت سے دور اس نہیں

وقال يمين الله مكرتخيروا

اور کہا کہ خدا کی قسم یہ تو ایک مکر ہے جو اختیار کیا گیا

فيا عجباً من مفسد كيف يحسب

پس تعجب ہے مفسد سے۔ کیسی دیرری کر رہا ہے

وطائفة قالوا كذب يزور

اور ایک گروہ نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ بیان کر رہا ہے

فيا عجباً من بقية يستنصر

پس تعجب ہے اس مقرر پر کہ کر گس بننا چاہتا ہو

۴۶

اقول ضمه هو كاتب سے لکھا گیا ہے صحیح فتح ہے ایسی غلطیوں کی بیسیوں نہیں بلکہ

سینکڑوں مثالیں میں آپ کے رسالہ میں دکھائی دے سکتی ہوں۔ دور جانیکی بھی ضرورت نہیں جس سطر میں آپ نے یہ اعتراض کیا ہے۔ اسی میں یزجر کی جگہ یتنخر لکھا تھا جو وہ ہے۔

قوله (۴۶) یتنخر منصوب ہے اس لئے کہ معطوف ہے یتبعہ پر۔ اس وجہ سے یہ عیب اصراف واجب الاحتساب ہوا۔

اقول۔ یزجر اس جگہ منصوب نہیں بلکہ مرفوع ہے کیونکہ حال واقع ہے۔ جیسے عنترہ کے

اس شعر میں اقتل حال واقع ہوا ہے۔ علقمتا عرضا و اقل قوماً ذوالعرا بیک لیس بمزعم۔ علامہ سیوطی مع الوامع میں حال کی بحث میں لکھتے ہیں۔ وقد ورد دخولهما معاً فی قولهم

فت واصل علیہ وقولہ ۵ بخوت وادھنمو والکا وقولہ تعالیٰ فاستقیما ولا تتبعوا تخفیف النون۔ ولا تنال عن اصحاب الحکیم۔ (جلد اول ص ۲۴۶)

یعنی جملہ فعلیہ بصیغہ فعل مضارع حال واقع ہو تو اس کے ساتھ بھی واو حالیہ آ سکتی ہے جیسا کہ ان مثالوں سے ظاہر ہے پس جب لیبعد یزجر معطوف نہیں ہے بلکہ یہ حال ہے تو منصوب نہیں ہوتا

شعر ۴۶ قولہ (۱) مس النور محاورہ نہیں پیش کیجئے ہاں مس النار آتا ہے

اقول۔ مس کا لفظ نار کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ عام ہے۔

میں لکھا ہے من الماء الجسد اصابه ولن تمسنا النار الا اياماً معدودة
 ويقال منه الكبر والمرض والعذاب اذا اصابه ذلك۔ اور قرآن کریم میں آتا ہے
 منى الشيطان بنصب وعذاب۔ مستهم البأ ماء والضراء۔ اسی طرح
 کہتے ہیں مست فلان۔ اور اس الخیر والنشر۔ اس میں ہر ایک خیر و شر کے لئے لفظ مس
 استعمال ہوا ہے اور یہ بھی محاورہ ہے مست فلان۔ یعنی تم دونوں میں قربت
 کا تعلق ہے یا ہو گیا ہے۔ غرض مس کا لفظ کسی خاص چیز کے لئے مخصوص نہیں ہے
 بلکہ عام ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ نور کے لئے نہ آ سکے۔

قوله (۲) مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے۔

اقول۔ وزن درست ہے کیونکہ اس بحر (طویل) میں مفاعیلین کو قاعین بتانا
 جائز ہے جیسا کہ شعر کے ذیل میں بتایا جا چکا ہے علاوہ اس کے برعایت وزن کن
 کو متحرک بھی کیا جاسکتا ہے (دیکھو ذیل شعر) پس اس طرح سے بھی اس میں کوئی فساد
 نہیں ہے۔

قوله (۳) اصل ضرب المثل یوں ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ان البغاث
 بارضنا يستنسر اور مثل میں تغیر جائز نہیں ہے۔

اقول اولاً لغت میں استنسر کا استعمال عام مذکور موجود ہے چنانچہ منجد
 میں لکھا ہے استنسر الطائر صارکالنسر فوق ومنه قولهم ان البغاث بارضنا
 يستنسر یعنی استنسر الطائر کے یہ معنی ہیں کہ فلاں پرندہ کس جیسا طاقور
 ہو گیا۔ اور اسی محاورہ سے یہ مثل مذکور ماخوذ ہے۔ پس جب اس مثل سے قطع نظر کو کے
 اصل لغوی معنوں کے رو سے بھی اس لفظ کو استعمال کیا جاسکتا ہے اور ہر ایک اڑنے
 والی چیز کے لئے جو نسر کے مقابلہ میں بہت کمزور ہو۔ اس کا اطلاق صحیح ہے تو کوئی وجہ
 نہیں کہ حضرت اقدس کے اس شعر میں اصل لغوی معنی کو اس استعمال کی بنا نہ قرار دیا
 جائے۔ ثانیاً کون کہتا ہے کہ اس شعر میں ہفتہ يستنسر مثل ہے۔ مثل نہیں بلکہ اشارہ
 الی المثل ہے جو اصل مشہور مثل سے ماخوذ ہے۔ یہ ٹھوکر آپ نے مثل اور اشارہ الی المثل

کافرق نہ سمجھنے کی وجہ سے کھائی ہے جس کے لئے میں آپ کو کتاب الطول شرح تلخیص کے حسب ذیل الفاظ کی طرف متوجہ کرتا ہوں علامہ عصام اپنی کتاب مذکور میں لکھتے ہیں ”وما ينبغي ان لا يلتبس عليك الفرق بين المثل والاشارة الى المثل كما في ضيعة اللين على لفظ المتكلم فانه ماخوذ من المثل و اشارة اليه فلا يتقضى به الحكم بعدم تغير الامثال“ (جلد ۲ ص ۴۳۷) یعنی مثل اور اشارہ الی المثل کے فرق کو سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔ اشارہ الی المثل کی مثال یہ ہے کہ جیسے کہیں ”ضيعة اللين“ جو مثل (الضيعة ضيعة اللين) سے ماخوذ ہے اور ہمیں اس مثل کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح روتہ بن العجلان کے شعر **يا بيه اقتدى عدي في الكرم** + **ومن يشابه ابه فما ظلم** میں دوسرے مصرع ایک مثل کی طرف اشارہ کے طور پر واقع ہوا ہے اور وہ مثل یہ ہے ”من تشبه اباه فما ظلم“ (دیکھو تصریح شرح اوضح المسالك جلد اول ص ۶۷) محقق ابن یعقوب مغربی اپنی کتاب نواب الفتح شرح تلخیص المفتاح میں لکھتے ہیں ”واما مثاله في التظم الى المثل فلقوله من دون ذلك خرافة اشار به الى المثل السائر“ یعنی نظم میں تلمیح الی المثل کی مثال اس قول سے ملتی ہے جس میں مثل مشہور ”دونه خرافة الفتاد“ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (جلد چہارم ص ۵۲۵) اور علامہ سبکی عروض الافراح میں لکھتے ہیں ”واما الاشارة الى المثل فلقوله“

من غاب عنكم نسيتهم وقلبه عندكم رهيفة
اظنكم في الوفاء متين صحبتة صحبتة السفينة
(مجموع شروح التلخیص جلد رابع ص ۵۲۵)

سوجب مثل اور اشارہ الی المثل دو الگ الگ چیزیں ہیں تو اشارہ الی المثل کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا کہ تغیر امثال ناجائز ہونے والا مسئلہ گھڑا ہو گیا۔ اگر جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ جس چیز میں تغیر پایا جاتا ہے وہ مثل ہی نہیں بلکہ اشارہ الی المثل ہے +

قوله جمعہ ٹونٹ اور يستنسر میں ضمیر مذکر تستنسر چاہیے +

فلما اعتدى واحس صبحي انه ۴۷ يصّر على تكذيبه لا يقصر

پس جب وہ مکر بڑھ گیا اور میرے دوستوں نے معلوم کیا کہ وہ تکذیب پر اصرار کر رہا ہے اور باز نہیں آتا

دعوه يلتهلن لموت مزور ۴۸ مضل فلم يسكت ولم يتحسر

اُسکو بلایا کہ مجھ کو موت کیلئے خدا کی جناب میں تضرع کر کے دو جھوٹا جو گمراہ کرتا ہے پس شاعر اللہ اپنے شاعر کو چپ نہوا اور

یہ ایسا اس وقت کہا جب شاعر اللہ کو تکذیب میں انتہا تک دیکھا اور ایسی لاف زنی کہنے اس کو مشاہیر بھی کر لیا۔ منہ

اقول۔ چونکہ اس جگہ بقتہ سے مراد مولوی شاعر اللہ ہے اس لئے حکم علی المعنی کے

اصول کو مدنظر رکھ کر مذکر کا صیغہ رکھا گیا ہے جیسے کہ کو فواقر قد خاسئین میں لفظ قد

کی صفت لفظ خاسئین (جمع مذکر سالم) لایا گیا جو ذوی العقول کے لئے آتا ہے کیونکہ اس جگہ

قد قد سے مراد قد وہ سیرت انسان ہیں۔ علامہ ابن ربیع اپنی کتاب العمہ (جلد ثانی ص ۲۱)

میں لکھتا ہے "والحل على المعنى في الشعر كثير ومن انواع التذكير والتانيث"

شعر ۴۷ قولہ۔ مصرعہ اولی بے وزن ہے +

اقول۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے اس میں احسنی کا ہمزہ مخفف کر کے الف سے تبدیل

کیا گیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۴۸)

شعر ۴۸ قولہ (۱) مصرعہ اولی بے وزن ہے +

اقول۔ يلتهلن کی بناء اس جگہ متحرک نہیں بلکہ برعایت وزن اسے ساکن کیا

گیا ہے پس کوئی فساد وزن نہیں ہے (مفصل دیکھو ذیل شعر ۴۹)

قولہ (۲) قافیہ میں عیب اقوال ہے +

اقول۔ یہ کوئی عیب نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ عیب ہے کہ تو ایسا شاعر عرب

کوئی مشکل ہی سے یلگا جسکے کلام میں اسکی نظیریں موجود ہوں۔ نمونہ کے طور پر میں اسکی باطل

نقوڑی سی مثالیں بڑے بڑے نامی شعراء کے کلام سے پیش کرتا ہوں سب سے پہلے امر القیس

کندی کا دیوان ہی لیجئے۔ یہ تو بتانے کی ضرورت نہیں کہ امر القیس کس پایہ کا شاعر ہے

وہ شعرائے جاہلیت کا بادشاہ تھا چنانچہ آنحضرتؐ اعلیٰ کے متعلق فرماتے ہیں کافی النظر الى

صفرته وبياض البطية وحموشته ساقية في يده لواء الشعراء يتدھدھ في النار

(جمہ اشعار العرب ص ۳۵)

فما ضل فیضی شارح مطلقاً، لکھتے ہیں "وہو احد الاربعۃ الذین وقع الاتفاق علی
انہم اشعر العرب والثانی النابغة الذبیانی والثالث زہیر بن ابی سنی والرابع
الاعشى واختلفوا فی ای الاربعۃ ابلغ واحسن دیباجۃ شعر والا کثرون علی
انہ امرء القیس" یعنی اکثر محققین و علماء فن شعر نے امرء القیس ہی کو اشعر العرب مانا ہے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں "امرء القیس سابقہم خسف لہم
عین الشعر" (مجمع البحار) یعنی امرء القیس سب شعراء پر سبقت رکھتا ہے اور سچ پوچھو
تو اسی نے شاعروں کے لئے شعر کا چشمہ جاری کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب یہ سوال
کیا گیا کہ آپ کے نزدیک اشعر الناس کون ہے تو آپ نے فرمایا "ان کان ولا بد فاطمک
الضلیل" (نہایت) یعنی اگر کوئی ایسا شاعر ہے تو وہ امرء القیس ہے۔ بسید شاعر (رضی اللہ
عنہ) صاحب معلقہ رابعہ کا قول ہے کہ "اشعر الناس ذوالقروح" (الشعر والشعراء)
یعنی سب سے بڑا شاعر امرء القیس ہے۔ اسی طرح فرزدق کہتا ہے امرء القیس اشعر الناس
اور ابو عبیدہ کہتا ہے فتح الشعر بامرء القیس۔ اب اس کے اشعار میں اقواء کی مثالیں دیکھئے۔
(۱) الا ان قوماً کنتم امس دونہم * ہم منعوا جارا تکمل الی غد ران
عویر و من مثل العویر ورہط * واسعد فی لیل البلال صقوان
(۲) ثیاب بنی عرف طہاری نقیۃ * و اوجہ ہم عند المشاہد غران
ہم ابلغوا حی المضلل اہلہ * و ساروا بہم بین العراق وخران
(شرح دیوان امرء القیس صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰) ان اشعار میں سے دوسرے اور تیسرے شعر
میں اقواء واقع ہوئے ہیں کیونکہ ان میں حرف وصل (جو ردی کی حرکت (مجری) کو لمبا کر دیتا ہے
پیدا ہوا ہے) واو ہے اور ان سے قبل اور ابعد کے اشعار میں حرف وصل یا آئی ہو۔
(ب) و خلیل قد افارت * ثم لا ابکی علی اثرہ
(۳) و ابن عم قد ترک ل * صفو ما عندنا کدرہ

عہ ابو الفرج اصفہانی اپنی کتاب انصاف کی جلد ثامن میں لکھتا ہے قال محمد بن سلام سالت
یونس النحوی من اشعر الناس قال لا ادری الی رجل بعینہ و لکنی اقول "امرء القیس
اذا غضب و النابغة اذا رعب و زہیر اذا رغب و الاعشى اذا طرب"

(شرح دیوان امر القیس ص ۱۸۵) یہاں دوسرے شعر میں اقواء پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں مجرہ (حرکت روی) ضم ہے اور اس کے ساتھ کے باقی اشعار میں کسرہ ہے +

(ج) تجذی علی العلات سامد اسہا روعاء منسہ ہار شیخ دا م

(۴) جالت لتصر عنی نقلت لہا اقصری انی امرء صری علیک حرام

فجرت خیر جزاء ناقة واحد ورجعت سائمة القرئی بسلام

(۵) فکانما بدرو وصل کنیفة وکانما من عاقل الرماح

(شرح دیوان امر القیس ص ۱۸۵) ان اشعار میں سے دوسرے اور چوتھے میں اقواء

واقع ہے کیونکہ مجرہ بجائے کسرہ کے ان میں ضمہ واقع ہوا ہے +

(۶) امن ذکر سلی اذ نالت تنوص فتقصر عنہا خطوة وتبوص

(۷) تبوص وکم من دونہا من مفاہیج ومن ارض جدیب دونہا ولصا

(۸) فدلہا وسل الہم عنک مجسرة مدخلتہم العظام اصوص

(شرح دیوان امر القیس ص ۱۹۵) ان اشعار میں سے وہ سرے اور تیسرے میں اقواء واقع

ہوا ہے جیسا کہ ظاہر ہے +

اس جگہ اس امر کا اظہار کر دینا بے محل نہیں ہوگا کہ حضرت اقدس کے جس قصیدہ

پر اقواء کی بابت اعتراض کیا گیا ہے وہ قریباً ساڑھے پانسوا بیات کا ایک بہت لمبا

قصیدہ ہے جسکی نظیر قصائد عرب میں تلاش کرنا عبث کوشش ہے اور باوجود اتنا

لمبا ہونے کے اس قدر تھوڑے وقت میں تیار ہوا ہے کہ اگر اسکا نام مرتجلہ رکھیں تو

بالکل بجا اور درست ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک اقواء عیوب میں

داخل ہے وہ بھی ایسے قصائد میں اس کا آنا عیوب میں شمار نہیں کرتے چنانچہ ابن قتیبہ

اپنی کتاب الشعر والشعراء کے ملا پر حارث بن حلزہ کے معلقہ میں اقواء پایا جانیکا ذکر کرتا

ہوا کہ ”ولن یضر ذلک فی ہذا القصیدہ لانه ارتجلہا“ لیکن امر القیس

عہ قال الاصحی قد اقوی الحارث بن حلزہ فی قصیدہ تالتی ارتجلہا قال عہ

فالکنا بذلک الناس الخ

کے جن ابیات میں اقواء پایا جاتا ہے وہ بالکل چھوٹے چھوٹے قصیدے ہیں بلکہ بعض
توان میں سے بوجہ قلت تعداد اشعار کے قصیدے کہلا ہی نہیں سکتے انہیں قطعات
کہنا چاہئے پس ان قطعات وغیرہ میں اقواء خارج نہیں ہوا تو اس لیے قصیدہ میں کیونکر خارج ہو سکتا ہے
امراء القیس سے دوسرے مرتبہ پر بلکہ بعض کے نزدیک امراء القیس سے بھی بڑھ
کر نابغہ ذبیانی ہے اس کے اشعار میں بھی جا بجا اقواء کی مثالیں موجود ہیں سنیے۔

(۱) آمین آل مية راح او معتد
(۸) زعم البوارح ان رحلتنا عدا
عجلان ذاراد و غیر مزد
وبذاک خبرنا الغداف الاسود
سقط النضیف ولم ترد استفاها
(۹) بمختص رخصی کان بنانه
ان اشعار میں سے دوسرے اور چوتھے میں اقواء واقع ہوئے ہیں کیونکہ قصیدہ کے باقی
اشعار کا بھری کسرہ ہے اور ان دو شعروں میں ضمہ ہے

(ب) قالت بنوعاص خالو ابی اسد یابوس للحرب ضاراً لا اقوام
(۱۰) تبدوا کواکبه والشمس طالعة لا النور نور ولا الاظلام اطلام
اس جگہ دوسرے شعر میں اقواء واقع ہوئے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے نابغہ وہ شاعر ہے جس
کے لئے عکاظ کے سالانہ میلے پر ہر سال ایک خاص سرخ خیمہ چمڑے کا نصب کیا
جاتا تھا جس میں اس کے پاس شعراء حاضر ہو کر اپنا اپنا کلام پیش کیا کرتے تھے پس
جس قصیدہ کو وہ پاس کرتا تھا وہی مقبول ہوتا تھا اور باقی جنہیں وہ پاس نہیں کرتا تھا
وہ ردی اور غیر مقبول قرار دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ لکھتا ہے ”قال الا
کان النابغة يضرب له قبة حمراء من ادم بسوق عكاظ فتاتي به الشعراء
فتعرض عليه اشعارها“ (الشعر والشعراء ص ۵) مصنف مذکور لکھتا ہے۔

”اهل الحجاز يفضلون النابغة وزهيرا (ص ۶) یعنی اہل حجاز نابغہ کو اور پھر
زہیر کو سب شعراء پر ترجیح دیتے ہیں اور پھر خلیفہ عبد الملک سے روایت نقل کرتا ہوا
لکھتا ہے کہ ”قد فضله عمر بن الخطاب على الشعراء غیر مرة“ یعنی حضرت عمرؓ

امراء القیس اور نابغہ ذبیانی کے بعد زکریا کا لقب ہے۔ بلکہ بعض کے نزدیک اس سے بھی مقدم ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے شاعر قرار (سب شعراء پر ترجیح دینا والا) اور قرآن سے شوقناک بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شاعر
ہو سکتا ہے۔ ولحق صفاء المشیخ لاجل بعدہ۔ وان الفتی بعد السقاہۃ حکم۔ سائلنا فاعلیہم وعدنا و قد تم و من یکرہ الفساق لیسوا شیخاً۔

نے بار بار نافذ کو تمام شعراء پر فضیلت دی ہے +
اب میں شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دیوان میں سے اقواء
کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں فرماتے ہیں :-

(۱) وَلَا يَدَا دُونَ مُحَمَّدٍ اَعْيُونُهُمْ اِذَا تَحَضَّرَ هَذَا الْمَاجِدُ الْبَابُ
(۱۱) كَانُوا اِذَا احْضَرُوا شَيْبَةَ الْعُقَارِ لَهُمْ وَطِيفَ فِيهِمْ بِالْكَوْاسِ وَالْكَوَابِ

(صفحہ ۳۵ طبع مطبع العادۃ مصر) دوسرے شعر میں بجائے ضمہ کے کسویا ہی جو اقواء ہے +

(ب) وَلَا مِنْ يَمَلَأُ الشَّيْزِي وَجْهِي اِذَا مَا الْكَلْبُ اَجْمَرَ الضَّرِيْ
(۱۲) رَجَالَ تَهْلِكُ الْحَسَنَاتُ فِيهِمْ يَرُونَ التَّيْسَ كَالْفَرَسِ الْجَنِيْبِ

اس مثال میں بھی دوسرا شعر بجائے مضموم الردی ہونے کے کسور الردی ہے -

(اس شعر کے ذیل میں دیوان مذکور میں ۵۲ پر لکھا ہے "وَفِي الْبَيْتِ اقْوَاءٌ وَهُوَ اخْتِلَا
حركة الردی برفع بیت وجر آخر كما هندا - وَقَلْتُ قَصِيْدَةً يَنْشُدُ وَنَهَا الْعَرَبُ اَلَا
وَفِيهَا اقْوَاءُ ثَمَرًا لَا يَسْتَنْكِرُ مِنْهُ لِاَنَّهُ لَا يَكْسِلُ الشَّعْرَ وَابْيَضًا فَانْ كُلَّ بَيْتٍ مِنْهَا كَانَ
شَعْرًا عَلَى حَيَالِهِ" یعنی عرب کا کوئی ایسا قصیدہ کم ہی ہوگا جس میں اقواء نہ پایا جاتا ہو نہ ہی
یہ شعراء کے نزدیک معیوب یا ناپسندیدہ ہے +

(ج) فَاَبْلَى اِخَالَكَ بَكْلٍ اَسْمَرُ ذَابِلٍ وَبَكْلٍ اَبْيَضُ كَالْعَقِيْقَةِ مُصْفَمٍ
(۱۳) وَبَكْلٍ صَافِيَةٍ اَلَا دِيْمًا كَانَهَا فَتَخَاءُ كَاسِرًا تَدَفَّتْ تَطْمَمُ

دوسرے شعر کے آخر میں بجائے جر کے رفع ہے جو اقواء ہے +

(د) فَاَنْزَلَ رَبِّي لِلنَّبِيِّ جَنُودًا وَاَيَّدَاهُ بِالنَّصْرِ فِي كُلِّ مَشْهَدٍ
(۱۴) وَاِنْ ثَوَابُ اللهِ كُلِّ مُوَحِّدٍ جَنَّاتٌ مِنَ الْفَرْدَوْسِ فِيهَا يَخْلَدُ

دوسرے شعر میں اقواء ہے کیونکہ اس کی ردی کی حرکت ضمہ ہے اور اس کے ساتھ کے
باقی اشعار کی ردی کسور ہے +

(هـ) رَبِّ خَالَةٍ لَكَ بَيْنَ قَدْرٍ وَاَرَةٍ تَحْتَ الْبَشَامِ وَرَقْعَهَا الْمَيْفَسَلُ
(۱۵) تَسْعُ وَتَقْصُ حَوْلَ اَبْرَجَارِهَا حَتَّى يَكْدِي مَشْهًا اَوْ يَفْعَلُ

وکذب اعجاز المسیح وآیه ۴۹ وغلطہ کذباً وکان یزور

اور کتاب اعجاز المسیح جو میری کتاب ہے اسکی اس منکذب کی اور کئی نشان فصاحت کی تکذیب کی اور جھوٹ کی کہ اسکو غلط لکھا یا اور

ہیں کہ کسی قصیدہ یا قطعہ کے اشعار میں سے کسی شعر کا قافیہ مرفوع ہو اور کسی کا مجرور۔ اور شعراء عرب کے ایسے قصائد بہت ہی کم پائے جاتے ہیں بلکہ نادر الوجود ہیں جن میں اقوال کہیں واقع نہیں ہوا علامہ مجدالدین رحمۃ اللہ علیہ فاموس میں فرماتے ہیں "وقلت قصیدۃ لہم بلا اقواء" یعنی عرب کے ایسے قصائد بہت کم ہیں جن میں اقواء نہ ہو۔

علاوہ اس کے اتنے لمبے قریباً ساڑھے پانچ سو اشعار کے قصیدہ ہیں جو اس قدر جلدی میں لکھا گیا ہے کہ اگر اسے بالحدیث ارتجالاً کہا ہوا کہیں تو بالکل بجا ہوگا۔ اقواء کا واقع ہونا ان لوگوں کے نزدیک بھی عیب نہیں کہلاتا جو اسے عیوب میں شمار کرتے ہیں چنانچہ ابن قتیبہ اپنی کتاب میں یہ ذکر کرتا ہوا کہ حارث بن حلزہ کے معلقہ میں بھی اقواء موجود ہے لکھتا ہے۔ "ولن یضر ذلک فی ہذہ القصیدۃ لانہ ارتجلھا فکانت كالخطبة" (الشعر والشعراء ص ۹۷)

شعر (۴۹) قولہ۔ غلطہ کذباً خلاف محاورہ ہے۔ کلام عرب سے اس کی سند پیش کیجئے کیونکہ غلط میں ابہام نہیں ہے جو تمیز کا محتاج ہو۔

اقول۔ تغلیط کبھی درست ہوتی ہے اور کبھی نادرست۔ اور پھر نادرست ہونے کی صورت میں کبھی تو اس کی بنا تغلیط کرنے والے شخص کی غلط فہمی پر ہوتی ہے اور کبھی وہ عمدتاً حق پوشی اور جھوٹ سے کام لیکر تغلیط کرتا ہے۔ غرض تغلیط کئی طرح کی ہوتی ہے اس لئے لفظ تغلیط میں ابہام موجود ہے جسے رفع کرنے کے لئے تمیز (کذباً) کا لانا ضروری تھا تا ظاہر ہو جائے کہ ثناء اللہ کی تغلیط باطل اور سراسر مغالطہ دہی پر مبنی تھی۔ اسی لئے یہ لفظ (کذباً) یہاں لایا گیا ہے۔

علاوہ اس کے یہ لفظ اس جگہ حال (یعنی کاذباً) بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اس نے خلاف گوئی سے کام لیکر تغلیط کی۔

قوله - مصرع ثانی بھرتی کا ہے +

اقول - آپ کا مصرعہ ثانیہ کو بھرتی قرار دینا آپ کے قسور فہم یا آپ کی آنکھوں کے اوپر تعصب کی بیٹی بندھی ہوئی ہونے پر دال ہے۔ مصرع ثانی پہلے مصرع کے مضمون کی توضیح کرتا ہے۔ کیونکہ پہلے مصرع کا مضمون صرف یہ ہے کہ مولوی شہداء اللہ نے مسیح موعود کے اعجاز اور نشانات کی تکذیب کی۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کا انہیں جھوٹا قرار دینا آیا ان آیات اور اعجاز کی کسی کمزوری کی وجہ سے ہے جس نے اسے تکذیب کا موقع دیا ہے یا اس نے تعصب سے کام لیکر ان کی تکذیب کی ہے۔ سو دوسرے مصرع میں اس شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے +

قوله - ثانیاً یزور میں تکرار قافیہ ہے کیونکہ اس کے اوپر چوتھے شعر میں یزور موجود ہے اس کو علم القوافی میں عیوب میں شمار کیا گیا ہے +

اقول - اسکی مثالیں فحول شعراء عرب میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ امرؤ القیس جیسے شاعر کے کلام میں بھی جسے اشعر شعراء عرب مانا گیا ہے اسکی نظیریں موجود ہیں۔ نمونہ کے طور پر دیکھئے حسب ذیل اشعار :-

(۱) بلاد عریضۃ وارض اریضۃ	مواقع غیث فی فضاء عریض
فاضحی یتحم الماء عن کل فیتقۃ	یمحور الضباب فی صفا صفا بیض
فأستقی بہ أختی ضعیفۃ اذناۃ	واذ بعد المزار غیر القریض
ومرقیۃ کالزج اشرفت فوقہا	اقلب طرفی فی فضاء عریض

(شرح دیوان امرؤ القیس صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴)

(ب) وہبت لہ ریح بمختلف الصوا	صبا و شمال فی منازل قفال
اذا ما الضجیع ابتزها من شایبها	تمیل علیہ ہونۃ غیر مجبال
کحقف المنقا یمشی الولیلین قہ	بما احتسبا من ملین مس و تسال
لطیفۃ طی الکشم غیر مفاصۃ	اذا انفتلت مرتجۃ غیر متفال
تنورتھا من اذرعہا و اہلہا	بیشرب ادنی دارھا نظر عال

وقیل لاملا کتاب کمثلہ ۵۰ فقال کاهل العجب فی ساطع
پس اس کو کہا گیا کہ اعجاز البیع کی طرح کوئی کتاب
وانکر ایاقی وانکر دعوتی
حدیث کشافوں سے انکار کیا اور میری دعوت کو انکار کیا
اور میرے نام سے انکار کیا اور کہا کہ ایک جھوٹا آدمی ہے

نظرت الیہا والنجوم کانهما | مصابیح رهبان تشبہ لقفال

(شرح دیوان امر القیس صفحہ ۶۱ لغایت ۶۳)

(ج) لہ کفل کالہ عص لبدہ الندی | الی حارک مثل الغیظ المذنب
وعین کمرأة الصناع تدریہا | بحجرها من النصیف المنقب
لہ اذنان تعرف العنق فیہما | کسا معنی مذعورۃ وسطہ بر
ومثنانہ فی رأس جذع مشدب | ومثنانہ فی رأس جذع مشدب
والسحریان العسب کانه | عثاکیل قنوم من صبیحة طرب
اذا ماجری شاورین وابتل عطفہ | تقول ہزیز الریح مرتباً ثاب
یدیر قطاة کالمحالة اشرفت | الی سند مثل الغیظ المذنب

(شرح دیوان امر القیس صفحہ ۶۲ لغایت ۶۴)

غرض یہ کوئی عیب نہیں۔ اور اگر یہ عیب ہے تو اس سے مسلم اشعار اشعار بھی بری

نہیں ہیں *

شعر (۵) قولہ - مصرعہ اولی بالکل خلاف قواعد ادب ہے۔ قول کا صلہ لام کے
ساتھ آتا ہے۔ لیکن لام اس پر لانے میں جس سے کہتے ہیں۔ نہ اس بات پر جس کو کہنا چاہتے ہیں
اقول - آپ کا یہ دعویٰ غلط اور سراسر غلط ہے کہ قول کے بعد حرف لام اس
قول کے مخاطب پر دلالت کرنے والے لفظ پر ہی داخل کیا جاتا ہے نہیں بلکہ محکی عنہ پر بھی
داخل ہوتا ہے۔ جو لام مخاطب کے لئے آتا ہے اُسے لام تبلیغ اور جو محکی عنہ کے لئے آتا
ہے اُسے بمعنی عن یا لام تعلیل کہتے ہیں۔ چنانچہ معنی میں بحث لام جارہ کے ذیل میں لکھا

وَكَذَّبَنِي بِالْبَحْلِ مِنْ كُلِّ صَوْتٍ ۝۲ وَخَطَّأَنِي فِي كُلِّ وَعْظٍ اذْكَرُ

اور اس نے ہر ایک صورت مجھے کاذب ٹھہرایا اور ہر ایک وعظ میں جو میں نے کیا مجھے خطا کی طرف منسوب کیا

ہے ”والخامس عشر التبليغ وهي الجارة لاسم السامع لقول اوما في معناه منقولة له واذا نزلت له وفترت له والسادس عشر موافقة عن نحو قوله تعالى وقال الذين كفروا للذين امنوا لو كان خيرا ما سبقونا اليه قاله ابن الحاجب وقال ابن مالك وغيره - هي لام التعليل اور القصص المبني في اس کے متعلق لکھا ہے ”والحاصل انهما متي دخلت على غير المقول له فهي للتعليل او بمعنى عن كالتبليغ قطعاً وان دخلت على المقول له فهي للتبليغ قطعاً فان احتمل دخولها على المقول له وعدمه احتمل كونها للتبليغ واحتمل عدمه (جلد ثانی ص ۳۹۳) قرآن کریم میں اس کے ان موخر الذکر معنوں کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ مثال کے طور پر میں اس جگہ چند آیات درج کرتا ہوں جن میں قول کے بعد لام کا استعمال اس چیز کے لئے کیا گیا ہے جس کے متعلق وہ بات کہی گئی ہو نہ مخاطب کے لئے (۱) ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات (بقرہ ع ۱۹) (۲) قالوا لاخوانهم اذا ضربوا في الارض او كانوا غزى لو كانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا (آل عمران رکوع ۱۷) (۳) وقالت اولئهم لاخرتهم ربنا هؤلاء اضلونا (اعراف ع ۲۲) (۴) لا تقولن للذين تنزدري اعينكم ان يقيمهم الله خبير (زبور ع ۳) (۵) لا تقولن لشيء اني فاعل ذلك عند الا ان يشاء الله (کہف ع ۲۷) *

آپ کے قول کے رو سے قرآن کریم کی یہ تمام آیات عیاذ باللہ خلاف قواعد ادب ہیں اس شعر میں بھی حرف لام اسی طریق پر استعمال ہوا ہے یعنی انہیں اعجاز المسیح کی نظیر تیار کر لانے کے متعلق کہا گیا *

شعر (۵۲) قوله - كَذَّبَ كے بعد با كَذَّبَ بہ (جس کی تکذیب کی جائے)

پر آتی ہے چنانچہ لغت میں ہے كَذَّبَ بالامر تكذيباً لے انكره ومجده - اور قرآن

میں بھی اسی طرح ہے۔ کذبوا بالحق۔ کذبوا بایاتنا کذا اباً۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بخل
کذب یہ نہیں ہے +

اقول۔ تکذیب کے کسی متعلق پر جو باء آئے وہ ضروری نہیں کہ تکذیب کے لئے
صلہ کے طور پر بیعتے تعدیہ کے لئے ہی ہو بلکہ اور اغراض اور معانی کے لئے بھی اس کے
ساتھ استعمال ہو سکتی اور ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت فماید بلک بعد بالذین میں باء
سببیہ آئی ہوئی ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں اس آیت کے یہ معنی لکھے ہیں کہ ”یہ
فما یجعلک کاذباً بسبب الذین وانکارہ بعد ہذا الدلیل۔ اور تفسیر مجمع المعانی
میں اس کے متعلق لکھا ہے ”الباء للسبب والمراد بالذین الجزء بعد البعث
لے فما یجعلک کاذباً بسبب الجزء وانکارہ بعد ہذا الدلیل“ (جلد ۹ ص ۴۰۹)
اور خفاجی علی البیضاوی میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے ”والباء بمعنی ”فی“ لے
یکذبک فی اخبارک وسببیۃ لے بسبب اخبارک بہ واشبات“ (جلد ۸ ص ۲۴۴)
سو جس طرح اس آیت میں یکذب کے بعد اس کے متعلق پر باء سببیہ آئی ہوئی ہے اسی
طرح و کذب بنی بالبخل میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے یعنی اس جگہ باء بطور صلہ
نہیں واقع ہوئی بلکہ یہ باء سببیہ ہے۔ اور اس فقرہ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے بخل سے
کام لیکر میری تکذیب کی +

آپ نے جمالت کی وجہ سے یہ سمجھ لیا ہوا ہے کہ جو حرف جر کسی فعل کے لئے بطور صلہ
کے استعمال ہوتا ہو وہ اس فعل کے ساتھ کسی اور معنی میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ کا
یہ خیال سراسر غلط ہے جسکی وجہ سے آپ نے اپنے رسالہ میں جا بجا ٹھوکر کھائی ہے۔ اس
خیال باطل کے ابطال کے لئے مذکورہ بالا حوالے کافی سے بڑھ کر ہیں۔ مگر میں اس پر بھی
اکتفا نہ کر کے ایک اور مثال قرآن کریم ہی سے پیش کرتا ہوں۔ سورہ نحل کے تیرھویں رکوع
میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ہم بہ مشرکون
اس آیت میں بہ متعلق مشرکون واقع ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حرف باء اشراک کیلئے
بطور صلہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا لا تشرک باللہ جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز

کو) اللہ کا شریک مت ٹھہراؤ یعنی باء اس چیز کے لئے نہیں جسے شریک بنایا جاتا ہے بلکہ اس (اللہ تعالیٰ) کے لئے استعمال ہوئی ہے جس کا کسی چیز کو شریک بنایا جائے اور حکم ہوا ہے کہ اللہ کا شریک نہ بناؤ۔ اُدھر والذین ہم بہ مشرکون میں بہ کی ضمیر کا مرجع شیطان ہے۔ مگر معنی یہ نہیں کہ کسی کو شیطان کا شریک بنانے والے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ شیطان کو (خدا کا) شریک بنانے والے۔ چنانچہ اس آیت کا ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ حسب ذیل کرتے ہیں۔ ”اس (شیطان) کا زور انہیں پر ہے جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں۔ اور جو اس کو شریک بناتے ہیں۔“

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے ”الذین ہم بہ باللہ او بالشیطان مشرکون“ اور خفاجی علی البیضاوی میں علامہ بیضاوی کی اس تفسیر کی تشریح میں لکھا ہے ”قوله باللہ الخ اشارة الى ان الضمير راجع لوهم والباء للتعديہ اول للشیطان والباء للسببیتہ ورجح بائتحد الضمائر فیہ“ یعنی بہ کی ضمیر لفظ ربہم کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔ اور لفظ شیطان کی طرف بھی۔ مگر ترجیح اس دوسری صورت کو ہی ہے۔ کیونکہ اس سے انتشار ضمائر نہیں لازم آئے گا۔

قوله ”من کل صوۃ“ بھی ایک ادیب کی نگاہ میں کھٹکتا ہے۔ اہل عرب صوۃ کا استعمال اس معنی میں نہیں کرتے جس میں مرزا صاحب نے یہاں کیا ہے۔ یہ اہل ہند کا محاورہ ہے +

اقوال۔ لفظ صوۃ اس جگہ بمعنی نوع استعمال ہوا ہے جو لغت سے ثابت ہے چنانچہ قاموس میں لکھا ہے ”وتستعمل الصوۃ بمعنی النوع“

غرض یہ محاورہ بالکل درست ہے اور اگر کسی نام نہاد ادیب (جس نے قاموس جیسی لغت کی مشہور و معروف کتاب بھی نہیں دیکھی) کی نگاہ میں یہ محاورہ کھٹکے تو کوئی تعجب کا مقام نہیں کیونکہ اس اندھے ادیب کے اقوال کے سوا تو قرآن کریم کی بہت سی آیات بھی (عمیاداً باللہ) حذات محاورہ اور اغلاط سے پُر ہیں جیسا کہ اس ادیب کے اس قسم کے اقوال اس رسالہ کے متعدد مقامات پر دکھائے گئے ہیں جو قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات کو غلط قرار دیتے ہیں +

۵۳	فأفردت افراد الحسين بكر بلا پس اس جگہ پر آگیا مرد گیا جیسا کہ حسین کر بلا میں
۵۴	تصدی لانکاری وانکار آیتی پیر انکار اور میرے نشانوں کے انکار کے لئے پیش آیا
۵۵	فقد سترنی فی هذه الصور صورة پس ان صورتوں میں مجھے ایک طریق اچھا معلوم ہوا
۵۶	وفی الحی صرنا مثل من کان یقبر اور اس قوم میں ہم ایسے ہو گئے جیسا کہ مردہ دفن کیا جاتا ہے
۵۷	وکان لحقدی كالعقارب یابز اور وہ کینے سے کڑم کی طرح نیش زنی کرتا تھا
۵۸	لیدفع ربی کلما کان یحشر تا میرا خدا اس طوفان کو دور کرے جو اس نے اٹھایا ہے

پھر عند الشعر من وحی اللہ تعالیٰ جل شانہ

شعر (۵۳) قولہ - معلوم نہیں مرزا صاحب کے وہ اصحاب جنہوں نے رب کریم سے دعا کی تھی کیوں تنہا چھوڑ گئے +

اقول - آپ اس شعر کے معنی ہی نہیں سمجھے۔ حالانکہ الفاظ بالکل صاف ہیں۔ آپ نے یہ خیال کیا ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جگہ گویا یہ بیان فرمایا ہے کہ میرے اصحاب و خدام مجھے چھوڑ گئے حالانکہ یہ مقصود نہیں بلکہ یہ مقصود ہے کہ دوسرے غیر لوگوں نے ہمارے ساتھ وہ سلوک اور وہ معاملہ کیا جو افواج یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ کیا تھا ظاہر ہے کہ کربلا کے میدان میں حضرت امام حسینؑ کا ساتھ ان کے اپنے رفیقوں اور ہمراہیوں نے نہیں چھوڑا تھا بلکہ دوسروں نے آپ کے ساتھ بے دردی کا سلوک کیا تھا۔ پس یہی امر اس جگہ ظاہر کیا گیا ہے جس پر یہاں دو قریب موجود ہیں۔ اول کا فرد الحسین بکر بلا۔ اور دوم لفظ "سنا" بصیغۃ متکلم مع الغیر۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضور کے خدام کے موجود ہونے پر دلالت کرتا ہے +

شعر (۵۴) قولہ - کزدم کنیش کو کینہ کی وجہ سے ٹھہرانا غلطی ہے بلکہ وہ اسکی طبیعت کا تقاضا ہے +

اقول - وجہ شبہ اس جگہ وہ ایذا رسانی نہیں جو کینہ کی وجہ سے ہو اور نہ وہ جو بہ تقاضائے طبیعت ہو بلکہ ایک خاص قسم کی ایذا رسانی بنائے تشبیہ ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ دونوں میں پائی جاتی ہے۔ یعنی وجہ شبہ میں یہ امر ملحوظ نہیں کہ اس ایذا رسانی

فَالْفَتْ هَذَا النِّظْمُ اعْنَى قَصِيدَةٍ ۵۴ لِيَحْزَى رَبِّي كُلَّ مَنْ كَانَ يَهْذِرُ

پس میں نے یہ نظم یعنی یہ قصیدہ اپنا تالیف کیا
تاما میرا خدا اُن لوگوں کو رسوا کرے جو کبواس کرتے ہیں

کا موجب طبعی تقاضا ہو۔ یا کہینہ ہو جیسا کہ النحوی الکلام کا ملحق فی المطامع کی تشبیہ میں
وجہ تشبیہ کے اندر ملکہ (نمک) یا نحو کی کئی بیشی کا ثمرہ ملحوظ نہیں۔ بلکہ مجرد ایک قسم کی لذت ملحوظ
جو ملح اور نحو دونوں سے حاصل ہوتی ہے۔ افسوس کہ آپ علم بیان سے بالکل نا آشنا
ہیں ورنہ آپ یہی ٹھوکر نہ کھاتے +

قوله۔ اس کے قبل چوتھے شعر میں بعینہ ہی مضمون ہے اس لئے یہ شعر بیکار ہے
اقول۔ تکرار ہرگز نہیں کیونکہ پہلے شعر اور اس شعر کے مضمون اور پیرایہ میں بہت
فرق ہے۔ پہلے شعر کا مدعا حاصل شمار اندکی تفسیح ہے کہ وہ اجلاف میں سے ہے جس کا شیوہ
تزدیر اور دروغ گوئی ہے۔ اور اس بعد والے شعر کا مقصود اسکی شرارت اور ایذا رسانی
کا اظہار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ ہر دو بالکل مختلف مضمون ہیں +

شعر (۵۴) قوله۔ اعنی بہ قصیدتی چاہیئے عنی بالقول کذا
خاورہ ہے +

اقول۔ فعل کے ساتھ اس کے ہر ایک متعلق کا ذکر ضروری نہیں ہوتا بلکہ بسا
اوقات متعلقات کو حذف کرنا ہی اولیٰ یا واجب ہوتا ہے۔ اس (حذف) کی بغیر قرآن کریم
میں نہایت کثرت سے موجود ہیں جیسے فرمایا اکامن تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فانہ
یتوب الی اللہ متابا جس میں تاب اور امن دونوں کے متعلقات محذوف ہیں۔ پس یہ
ہرگز ضروری نہیں کہ اعنی کے ساتھ بہ لایا جائے۔ علاوہ اسکے اس لفظ کا استعمال
بغیر حرف بآء اور اس کے مجرور کے بکثرت ہوتا ہے خصوصاً احادیث میں نہایت کثرت
سے پایا جاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری شریف کتاب القیم میں ہے "قالت الذی یقال لہ الصابہ
قالا هو الذی تعین" جس میں تعین کے سارے متعلقات محذوف ہیں اور تفسیر
عبارت یہ ہے هو الذی تعینہ بقولک الصابی" اس حدیث کے ذیل میں عینی شرح

وہذا علی اصرارہ فی سوالہ ۵۷ فکیف ہمذا السئل اغضی وانہر

اور یہ قصیدہ اس کے اصرار مقابلہ پر بنایا گیا ہے۔ میں ہیں باوجود اس قدر سوال کے کیونکہ چشم پوشی کروں اور کیونکہ مسائل

صحیح بخاری میں لکھا ہے ”تغیبن لے تریدین من عنی یعنی اذ اقصدا“ جس سے ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جب عنی بمعنی قصد یا ارادہ آئے تو اس کے ساتھ باء جمع اپنے مجرور کے بھی ہو۔ اسی طرح ایک سلولی شاعر کے اس مشہور شعر میں لفظ عنی بغیر صلہ باء کے استعمال ہوا ہے ۵

ولقد امر علی اللہیم یسبنی فمضیت ثمت قلت لا یعیننی

قولہ۔ یہ تو ان کے خدا کی وحی ہے (یعنی شعر ۵۷) ۶

اقول۔ حضرت اقدس نے اس شعر کو الہامی نہیں بیان فرمایا۔ بلکہ اس سے پہلے

شعر کے متعلق ایسا فرمایا ہے جیسا کہ آپ (معتز صاحب) خود اوپر (شعر ۵۴) کے ذیل میں (اس امر کا اظہار کر چکے ہیں۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں ”صفحہ ۴۴ کے شعر کی نسبت مرزا صاحب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ هذا الشعر من وحی اللہ جل شانه

شعر (۵۷) قولہ۔ اصرار کے معنی کسی امر پر اڑ جانے کے۔ اُس وقت ہوتے ہیں جبکہ اس کا صلہ علی ہو۔ جیسے اصر علی الامر یعنی فلاں امر پر اڑ گیا اس کا صلہ فی لانا غلط ہے ۶

اقول۔ اصر اس جگہ آخر پر محمول ہے۔ فاموس میں ہے۔ آخر فی السؤال الخت چونکہ اس جگہ اصر میں آخر کے معنی کی تفسیر کی گئی ہے۔ اس لئے اس کا صلہ بجائے علی کے فی لایا گیا۔ کیونکہ اس جگہ اس کا تعلق ”سوال“ سے ہے۔ اگر اسکی بنا غلط فہمی پر ہوتی اور حضرت اقدس نے اس خیال کی بنا پر اصر کا صلہ فی استعمال فرمایا ہوتا کہ اس کا اصلی صلہ یہی ہے تو جہاں اور بعض مواقع پر حضور نے اس لفظ اصرار کو استعمالی فرمایا ہے وہاں بھی صلہ فی ہی استعمال ہوتا حالانکہ اسی قصیدہ میں اس شعر سے پہلے اور پیچھے دونوں جانب اس کا صلہ علی لایا گیا ہے جیسا کہ شعر ۴۷ و ۴۸ سے ظاہر ہے

ولیس علیہما فی الجواب جریمۃ نہ فہم کہ لہ کالاکل ماکان یبذر

اور ہم اسکو ہدیہ کے طور پر اس چیز کا پھل دیتے ہیں جو اس نے

وان الک من ربی فیغشہ ویشیر

اور اگر میں خدا کی طرف سے ہوں پس اکی بچھ پر پردہ ڈال دیا جائے گا

اور اس جواب میں ہم پر کوئی گناہ نہیں

فان الک کذابا فیاتی بمثلہا

پس اگر میں جھوٹا ہوں تو ایسا قصیدہ بنا لاؤں گا

اور وہ شعر حسب ذیل ہیں :-

(۱) فلما اعتدی و احس صبحی انہ یصیر علی تکذیبہ لا یقصر (۲)

(ب) و کیف تری نفس حقیقۃ و حینا یصیر علی کذب و بالسوء یجھر (۳)

(تضمین پر شعر ۱ کے ذیل میں بحث ہو چکی ہے اُسکی طرف رجوع کیا جائے) +

شعر (۵۸) قولہ - دو سکر مصرعہ کا ترجمہ غلط کیا ہے "اور ہم اس کو

ہدیہ کے طور پر اُس چیز کا پھل دیتے ہیں جو اس نے بویا تھا"

صحیح ترجمہ یوں ہوگا "اور ہم ہدیہ دیتے ہیں اُس کو جو اس نے بویا تھا پھلوں

کی طرح +

اقول - ترجمہ بالکل درست ہے - آپ سمجھ نہیں - ماکان یبذر سے

مراد اگل ماکان یبذر ہے یعنی اس میں مضاف محذوف ہے جس پر قرینہ معنویہ

یہ موجود ہے کہ بطور ہدیہ خود وہ چیز نہیں دی جاتی جو بوئی جاتی ہے بلکہ اُس کا پھل دیا

جاتا ہے (اس جگہ ذکر ماکولات کا ہے نہ ہر ایک قسم کے تحفہ کا) پس علی سبیل

التجوز نہدی کا مفعول ماکان یبذر کو بنایا گیا ہے اور کالاکل قائم مقام

مفعول مطلق ہے - اور تقدیر عبارت یہ ہے - نہدی لہ اگل ماکان یبذر

احدا لاکل الحقیقی - یعنی جس طرح حقیقی پھل لوگوں کو ہدیہ کے طور پر دیئے

جاتے ہیں - اسی طرح ہم اس کے اپنے لگائے ہوئے پودوں کے پھل اسے تحفہ

دیتے ہیں - کاش آپ اعتراض کرنے سے پہلے کچھ سوچ لیا کرتے یا کسی سمجھدار آدمی سے تبادلہ

خیالات ہی کر لیتے تاہر قدم پر ایسی ٹھوکریں نہ کھاتے +

<p>وہذا قضاء اللہ بینی و بینہم ۴۰ اور یہ خدا کا فیصلہ ہے ہم میں اور ان میں قطعنا بهذا ابر القوم کلہم ہم نے اس نشان سے سب کا فیصلہ کر دیا ہے اری ارض مدد قد اريد تبارها میں تم کی زمین دیکھتا ہوں کہ اس کی تباہی نزدیک آگئی ایا محسنی بالحق والجل والرفا ۴۱ اے میرے محسن اپنے حق اور جہالت اور اونٹ کی طرح بولنے سے اتشتم بعد العون والمن والندى کہا تو مدد اور احسان اور بخشش کے بعد گالیاں دے گا</p>	<p>لیظہر آیتہ وما کان یخبر ۴۰ تا اپنے نشانوں کو ظاہر کرے اور اس نشان کو ظاہر کرے جو وغادرہم ربی کفصن تجذر اور میرے رب نے ان کو ان نشانوں کی طرح کر دیا جو کاٹ دیجاتی ہیں وغادرہم ربی کفصن تجذر اور میرے رب نے ان کو کٹی ٹھنی کی طرح کر دیا رویدک لا یبطل صنیعک وحید باز آجا اور اپنے احسان کو باطل نہ کر اتنسی ندی مدی وما کنت تنصر کیا تو ان بخشش کو بھلا دیکھا تو تھے کے مقام میں تونے کی اور بخشش کی</p>
--	--

شعر (۴۰) قولہ - مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے (یعنی آیتہ میں اجتماع حرکات سے وزن فاسد ہو گیا ہے۔ مجیب)

اقول - ترجمہ (نشانوں) صاف بتا رہا ہے کہ لیظہر کے بعد والا لفظ آیتہ (بصیغہ واحد) نہیں بلکہ آیہ (بمذوف تاء بصیغہ جمع) ہے اسے بالتاء لکھنا سہو کتابت ہے جسکی تصحیح ترجمہ کے الفاظ صاف طور پر کر رہے ہیں۔ اس لئے وزن درست ہے +
شعر (۴۱) قولہ - (۱) جس پر احسان ہوتا ہے وہ بلا واسطہ کے مفعول نہیں ہوتا۔ جیسا مرزا صاحب نے کہا ہے بلکہ موصول بالآلی ہوتا ہے جیسا قرآن میں احسن کما احسن اللہ الیک +

اقول - محسن کا صلہ اس جگہ محذوف ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات میں صلہ کو حذف کیا گیا ہے (۱) قال ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون (۲) ولکل وجهۃ ہو مولیہا۔ (۳) اذ یبوء ادعی اللہ - پہلی آیت میں لفظ رسولکم کا اصل رسول الیکم ہے جسکی طرف اسی آیت میں ارسل الیکم کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں +

ہیں۔ اور دوسری آیت میں مولیٰ ہا دراصل مولیٰ ہا ہے کیونکہ لفظ ولی بصلہ الی متغدی ہوتا ہے اور تیسری آیت میں داعی اللہ دراصل الداعی الی اللہ ہے جس میں سے الی کو حذف کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس شعر میں ایامحسنى سے مراد ایامحسن الی ہے۔ اسکی مثالیں کلام عرب میں بکثرت موجود ہیں چنانچہ حماسہ میں عمرو القنا کا یہ شعر ہے
 لا قوم اکرم منهم یوم قال لهم محرض الموت عن احسابکم ذودوا
 جس میں محرض کا صلب علی حذف کر کے بجائے محرض علی الموت کے محرض الموت لیا گیا ہے +

قوله (۲) رویدك اسماء افعال سے ہے اس کا مفعول بلا واسطہ آتا ہے جیسے روید زیداً ۱۔ زید کو چھوڑ دے۔ یہاں اُس کا مفعول بلا واسطہ بار لانا اور بالحق والجرہل والرغا کہنا غلط ہے +

اقول۔ بالحق الخ رویدك کا متعلق نہیں بلکہ محسنی کا متعلق ہے جس میں بار سببیہ یا التباسیہ ہے اور رویدك کا مفعول محذوف ہے۔ مقصود یہ ہے کہ تم اپنی حیرت اور حقاقت دکھا کر اور باوجود گمراہی سے کام لیکر اپنی حقیقت کھول چکے ہو جس کا نتیجہ میرے حق میں مفید ہوا۔ اب اس کے خلاف کھڑا ہونی سے شرم کرو +

قوله (۳) واحد چاہیے۔ یہ عجیب اقواء ہے +
اقول۔ یہ کوئی عجیب نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۴) +
قوله (۴) رویدك کے بعد وادعاطفہ لانا چاہیے۔ اور ولا تبطل صنیعك کہنا تھا +

اقول۔ رویدك ترکیب میں مبدل منہ ہے اور لا تبطل صنیعك واحد اُس کا بدل ہے اور یہ بات شد بود جاننے والے نیچے بھی جانتے ہیں کہ بدل و مبدل منہ کے درمیان حرف عطف کسی صورت میں نہیں آ سکتا۔ پس کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آپ باوجود اس قدر جہالت کے ایک اعجازی قصیدہ کی تنقید عربیت کے روئے کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں +

قولہ۔ مزار صاحب اپنے محسن کو اہل و غیرہ وغیرہ خطاب سے یاد کر کے عزت افزائی کرتے ہیں۔ من لم ییشکر الناس لم ییشکر اللہ۔

اقول۔ مولوی ثناء اللہ کے جس احسان کی طرف حضرت اقدس نے اشارہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے انکار و تکذیب پر اکتفا نہ کر کے آپ کے مقابلہ میں اٹھ کر جھوٹ اور فریب سے کام لیا اور حکم فوج و اہل باعندہم من العلم جمل مرکب کے غرور میں آکر سراسر جہالت سے بھرے ہوئے اعتراضات کرنے لگا جس کے ذریعہ بہت سے ایسے لوگوں کی جو طرح طرح کے جباوں میں پڑے تھے آنکھیں کھل گئیں اور انہیں حق کے شناخت کرنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق ملی گویا وہی ان کی ہدایت کا ذریعہ بن گیا جیسا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ (دیکھو اشعار ۳۲ تا ۳۴) +

یکلمہ جتہ یعلم الناس کلہم جہول فلا یدری ولا یتبصر
ولو لا ثناء اللہ ما زال جاہل یشک ولا یدری مقام و محصر
فہذا علینا من ابی الوفا اری کل محجوب ضیائی فنتشکر
غرض ثناء اللہ نے تو اپنی طرف سے حملے ہی کئے تھے مگر اس کے حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ صداقت اور بھی روشن ہوئی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشگوئی میں مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق فرمایا تھا کہ لئن دنوں بیت اللہ کے نیچے سے ایک بڑا خزانہ نکلے گا یعنی کفار کے حملوں کے ذریعہ سے چھپے ہوئے حقائق اور معارف ظاہر ہونگے اور جس قدر خدا تعالیٰ کے اس سچے مامور پر اعتراض ہونگے اسی قدر اس کی صداقت اور بھی روشن ہوگی۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”خدا نے اپنے السمات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس قدر اس بیت اللہ کو مخالف گرا نا چاہیں گے اس میں سے معارف اور آسمانی نشانوں کے خزانے نکلیں گے چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ ہر ایک ایذا کے وقت ضرور ایک خزانہ نکلتا ہے“ (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵ حاشیہ)

پس چونکہ ثناء اللہ کی نیت بد تھی اس لئے وہ اسی قسم کے شکر یہ کا مستحق ہے

تذری کیف اغبرت السماء بآیہا ۶۵ اذ القوا اذونی وعابوا وغبروا

تو دیکھتا ہے کہ کس طرح آسمان نشاؤ کی پرزور بارش کرنے لگا جب قوم نے مجھے دکھ دیا اور عیب کالے اور گرد اٹھائی

جس قسم کا اس کا فعل تھا۔ انما الاعمال بالنیات واما لکل امرء ما نوى +

قولہ۔ میں نہیں سمجھتا کہ شاعر کا مخاطب اس شعر میں اور اس کے بعد کون ہے اگر خدا ہے تو رویدک بالحق والجمال کتنا کس قدر سوء ادبی ہے نعوذ باللہ۔ اور اگر مولوی ثناء اللہ ہے تو ان کو معین۔ منان۔ ناصر کتنا اور انکی بخشش کی تعریف کرنے کے کیا معنی +

اقول۔ اگر اس امر کو دیکھا جائے جسے آپ نہیں سمجھے تو یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے خلاف بیانی سے کام لیا ہوگا کیونکہ یہ ایک بالکل روشن اور بدیہی امر ہے مگر جب آپ کے دیگر اعتراضات و اقوال کو دیکھا جاتا ہے تو یقین ہو جاتا ہے کہ واقعی آپ اس موٹی بات کو بھی نہ سمجھ سکے ہونگے۔ اس شعر سے پہلے کے اور بعد کے اشعار جن میں مخاطب مولوی ثناء اللہ ہے۔ صاف بتا رہے ہیں کہ اس شعر میں بھی وہی مخاطب ہے مگر کیا کیا جائے اس بات کے سمجھنے کے لئے بھی تو آخر کچھ نہ کچھ عقل اور سمجھ چاہئے۔ دیوار کو کوئی کیا سمجھائے اور برا خفش کو کیا پڑھائے +

شعر (۶۵) قولہ۔ (۱) اگر صحیح اغبرت پڑھیں تو وزن فاسد ہوتا ہے +

اقول۔ حرف لاء کو اس جگہ برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے (مفصل دیکھو

بذیل شعر ۱۱) اس لئے وزن فاسد نہیں ہے +

قولہ۔ (۲) اغبر السماء لے جد وقوع مطرہ واشتد اس کے معنی

آسمان سے زور کی بارش ہوئی۔ شاعر نے اس کو بآء کے ساتھ متعدی کر کے بآیہا کہا اس کی سند چاہیئے ورنہ غلط ہے +

اقول۔ اول تو بآء کے ساتھ ہر ایک لازم فعل کو قیاساً متعدی کیا جاسکتا

ہے جس کے لئے نقل کی ضرورت نہیں چنانچہ لسان العرب میں حرف بآء کے ماتحت لکھا ہے

فَلَا تَخَيَّرْ سَبِيلَ غَيٍّ وَشَقْوَةٍ ۝ وَلَا تَخْلَنْ بَعْدَ النِّوَالِ وَفَكْرٍ ۝

اور گمراہی اور شقاوت کی راہ اختیار مت کر اور عطا کے بعد بخل مت کر اور سوچ لے

”وَكُلِّ فَعْلٍ لَا يَتَعَدَّى فَلَكَ اِنْ تَعَدَّبَهُ بِالْبَاءِ“ اور اگر ابن بری کے قول کے مطابق اسے غیر قیاسی قرار دیا جائے تو بھی اس محاورہ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ فسیم بجمد ربك کی باء کی طرح جائز ہے کہ بآیہا کی باء بھی التباس و اختلاط کے لئے ہو۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے ”وَفِي التَّنْزِيلِ الْعَزِيزِ فَسِيمٌ بجمد ربك الباء مہمنا للالتباس والمخالطة كقوله عز وجل تنبت بالدهن لے مختلطاً وملتبسة به ومعناه اجعل تسبیح اللہ مختلطاً وملتبساً بجمد وقيل الباء للتعدية كما يقال اذهب به لے خذه معك في الذهاب كانه قال سيم ربك مع حمدك اياه“ (جلد ہفتم ص ۳۲۷) +

پس اس صورت میں اغبرت السماء بآیہا کے معنی یہ ہونگے کہ اشتند وقع مطر مختلطاً وملتبساً بالآیات اور یا پھر اذهب به کے قیاس پر یہ معنی ہونگے کہ اشتند وقع المطر آخذاً وجاعلاً مع الآيات يشتد وقعهن وانصبا بهن علی الارض۔ جس کا دونو صورتوں میں ما حاصلی یہی ہے کہ آسمان نے نشانوں کی بارش برسائی۔ پس یہ استعمال بالکل درست اور محاورات قرآن کریم و حدیث و لغت عرب کے عین مطابق ہے اور اس پر آپ کا معترض ہونا آپ کی جہالت کا ثبوت +

قولہ۔ ایسے موقع میں عرب غبروا کا استعمال نہیں کرتے عجمی محاورہ ہے +

اقول۔ غبر کے معنی خاک اڑائی + لغت میں موجود ہیں۔ اقرب الموارد

میں ہے۔ ”غبر آثار الخبار“ جسے استعارہ کے طور پر یہاں شور و غوغا اور فساد برپا کرنے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ استعارہ کے لئے نقل لغت کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ استعمال بالکل درست ہے +

شعر (۶۶) قولہ۔ مصرعہ ثانیہ میں عیب اقواء ہے +

ولا تاكلوا لحمي بسب وغيبه	ولحمي بوجه الحب ستم مدثر
اور گالی اور غیبت کے ساتھ میرا گوشت مت کھاؤ	اور اس دوست کے منہ کی قسم کہ میرا گوشت نہ ہر ہلاک کرنا
باجنة الاشواق جئنا فناء كمر ۶۸	بما قدمت منكم عطايا فحضر
ہم شوق کے بازوؤں کے ساتھ تمہارے گھر آئے ہیں	کیونکہ تمہارے احسان ہم پر ہیں اسلئے ہم حاضر ہوئے ہیں

اقول۔ اس کا جواب پہلے مفصل گزرجکا ہے (دیکھو ذیل شعر ۴۸) +

قوله۔ معلوم نہیں مرزا صاحب کا مخاطب یہاں کون ہے +

اقول۔ باقبل صاف بتا رہا ہے کہ مولوی ثناء اللہ مخاطب ہے +

شعر (۶۸) قوله۔ مرزا صاحب یوں ترجمہ کرتے ہیں ”ہم شوق کے بازوؤں کے ساتھ تمہارے گھر آئے ہیں“۔ فناء کے معنے گھر نہیں بلکہ سائبان ہیں +

اقول۔ فناء کے معنے ہیں الساحة امام البیت یعنی گھر کا صحن۔ عربی زبان کے محاورہ کے رو سے فناء یا ساحة کا لفظ ایسے موقع پر کلام میں مزید حسن پیدا کرتا ہے اور عبارت کو زور دار بنا دیتا ہے لیکن اردو محاورہ کے رو سے گھر کا لفظ ہی اس جگہ پر رکھنا موزون تھا۔ اس لئے ترجمہ میں یہی لفظ رکھا گیا اس کے معنے سائبان کرنا اسر جہالت ہے +

قوله۔ ترجمہ صحیح یوں ہوا۔ ”ہم لائے شوق کے بازوؤں کو تمہارے سائبان میں“ +

اقول۔ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے کیونکہ حرف بلاء اس جگہ تعذیر کے لئے نہیں بلکہ استعانت کے لئے ہے اور فناء کے معنے سائبان کے نہیں بلکہ گھر کے صحن کے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے +

قوله۔ ثانیاً جئنا موجود ہے تو پھر فحضر کے تکرار سے کیا فائدہ ہوا +

اقول۔ جئنا کے بعد فحضر بطور تفریع کے لایا گیا ہے۔ کیونکہ حضور جمیئت کی فرع ہے +

وان كنت قد ساءتكم امر خلا ۴۹ فسل مرسل ما ساء قلبك فاحضر

اور اگر تجھے میری خلافت بُری معلوم ہوئی ہے تو پھر میرے بھیجنے والے کو بھٹا اصرار پوچھ کر کیوں ایسا کیا

شعر (۴۹) قولہ - اولاً - پہلا مصرعہ ماخوذ ہے امر القیس کے مصرعہ اولیٰ کے

وان تک قد ساءتک منی خلیقۃ فسل ثیابی من ثیابک تنسل

اقول - اول تو یہ کوئی اخذ ہی نہیں اگر کسی عام متداول لفظ میں اشتراک ہونے

سے اخذ لازم آتا ہے تو اس اخذ سے بچنا قریباً محال ہی ہے (تفصیل کے لئے

دیکھو ذیل شعر ۹) اور اگر بطور تنزیل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ اخذ ہے تو بھی

اگر اقد اصطلاحی یعنی سرقہ کسی صورت میں نہیں کہہ سکتے کیونکہ معلقات اور خصوصاً

معلقہ امر القیس نہایت مشہور و معروف ہے۔ بلکہ اس صورت میں اس کا نام

تضمین ہوگا (مفصل دیکھو ذیل شعر ۹)

قولہ - امر مذکر اور صیغہ مؤنث

اقول - چونکہ لفظ خلافت مؤنث ہے جو امر مضاف الیہ ہے اسلئے اسکی رعایت مؤنث

کا صیغہ لایا گیا ہے جیسا کہ علامہ ابن ہشام اوضح المسالک میں لکھتے ہیں۔ قد

یکتسب المضاف المذکر من المضاف الیہ المؤنث تا ینتہ وبالعکس و

شرط ذلك فی الصورتین صلاحیۃ المضاف للاستغناء عنه بالمضاف الیہ

فمن الاول قولہم قَطَعَتْ بعض اصابعہ یعنی بعض وقت مضاف مذکر کو جب کہ

اس کا مضاف الیہ مؤنث ہو مؤنث کا حکم دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ مضاف

مؤنث اور اس کا مضاف الیہ مذکر ہوتا ہے تو اس مضاف الیہ کی رعایت سے مضاف

کو مذکر کا حکم دیا جاتا ہے لیکن دونوں صورتوں میں شرط یہ ہے کہ مضاف کو حذف

کر دینے سے معنی نہ بگڑتے ہوں۔ اور حاشیہ جمل علی الجلالین زیر آیت فاقع لو نھا

تسر الناظرین لکھا ہے "یحوزان بكون لو نھا مبتدأ وتسر خبرہ وانما

انت الفعل لاكتساب المبتدأ التانیث من المضاف الیہ (جلد اول ص ۴۹)

<p>اَتْلَعْنَ مِنْ هُوَ مَثَلٌ بَدْرٍ مَنُو</p> <p>کیا تو میرا انکار کرتا ہے اور خدا میری دعوت کو روشن کیا</p>	<p>اَتْلَعْنَ مِنْ هُوَ مَثَلٌ بَدْرٍ مَنُو</p> <p>کیا تو ایسے شخص پر لعنت بھیجتا ہے کہ جو چاند کی طرح روشن ہے</p>
<p>يَصْدَقُ امْرِي كُلِّ مَنْ كَانَ فِي السَّمَاءِ</p> <p>میری تصدیق تو تمام آسمان والے کرتے ہیں</p>	<p>فَمَا اَنْتَ يَا مُسْلِكِينَ اِنْ كُنْتَ تَكْفُرُ</p> <p>پس اے سکیں تو کیا چیز ہے اگر انکار کرے</p>

اور املاء ما من به الرحمن لابی البقاء میں اسی آیت مذکورہ بالا کے نیچے لکھا ہے "وقبل فأتبع صفة نلقه ولونها مبتدأ وتتر خبره. وانت اللون لوجهين احدهما ان اللون صفة ضمهنا فحل على المعنى والثاني ان اللون مضاف الى المؤنث فانت كما قال "ذهببت بعض اصابعه" و "تلتقطه بعض السيارة"

سو چونکہ مضاف کو مضاف الیہ کا حکم دینے کی شرط یہاں (امر خلافتی میں) موجود ہے یعنی لفظ امر کو گرا دینے سے مقصود فاسد نہیں ہوتا اس لئے مضاف الیہ مؤنث کی رعایت سے مضاف کو مؤنث کا حکم دیا گیا +

قوله - ثانیاً - دو سرے مصرعے میں عیب اقواء ہے +

اقول - یہ کوئی عیب نہیں (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۴۸) +

قوله - ترجمہ کی لطافت کو بھی ناظرین ملاحظہ فرمائیں +

اقول - ترجمہ بالکل درست ہے اگر کوئی نقص ہے تو آپ سے بداندیش

کی آنکھ میں ہے +

شعر (۵) قوله - مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے - تقطیع اطلع - فعول غم هو

مث مفاعلتن لبد فعولن منور مفاعلتن +

اقول - اس جگہ هو کی واو اسی طرح ساکن ہے جس طرح عنترہ کے اس شعر میں سے وہاں اذا ما کان یوم کریمہ فقد علموا انی وهو فتیان

(دیکھو شعراء العربیہ جلد اول صفحہ ۸۸) پس وزن درست ہے +

و ان قتل الحب فاحشو اقبله ۲۷ ولا تحسبوني مثل نعش ينكر
اور میرا کشتہ دوست ہوں پس تم کشتہ دوست سے ڈرو اور مجھ کو اس جنازہ کی طرح نہ سمجھو جو ایک ہیبت بگلی اور شہنائی کی آواز
اطوف المرضات الحبيب كائن ۲۸ واسمعي واني مستهام ومغبر
میں دوست کی رضا کے لئے ایک برگشتہ کی طرح گھوم رہا ہوں اور میں ڈوڑ رہا ہوں اور اس میں سرگردان ہوں اور بہت دور سے

شعر (۲۷) قولہ - نعش کے معنی جنازہ لکھا ہے اردو میں نعش بمعنی جنازہ
آتا ہو لیکن عربی میں نہیں آتا۔۔۔ آئمہ لغت کی اصطلاح کی بنیاد مرزا صاحب کو خبر نہیں +
اقول - یہ آپ کی سراسر جہالت اور جھوٹا دعویٰ ہے لسان العرب میں ہے
”النعش المبيت والنعش السري“ (جلد ہشتم صفحہ ۲۴۸ پہلی سطر)
قولہ - مردہ سے خوف کی کوئی وجہ نہیں +

اقول - جب اس شعر میں بتا دیا گیا ہے کہ قاتل سے مراد مردہ نہیں تو آپ کا
یہ اعتراض اسپر کیونکر وارد ہو سکتا ہے۔ افسوس آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ عربی زبان
کا یہ بھی ایک محاورہ ہے کہ محبت میں گزار ہونے والے کو قاتل عشق کہتے ہیں جیسے کہ امر القیسر
کتا ہے ۵ وماذرفت عينك الا للتصربي - بسهميك في اعشار قلب مقتل
اور جیسا کہ شیخ عبدالقادر جرجانی دلائل الاعجاز میں یہ شعر لاتے ہیں ۵

وان قتل السهوى رجلاً فاني ذاك الرجل
پس جو شخص عشق الہی کا قاتل ہو اس پر جسارت کرنا اگر مقام خوف و خطر نہیں تو اس سے
بڑھ کر اور کون خطرہ کا مقام ہو سکتا ہے مگر آپ کو اس حقیقت کی کیا خبر یہی وجہ ہے کہ
آپ اس مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے ہیں +

شعر (۲۸) قولہ - اگر مرضات بفتح الراء صحیح پڑھیں تو وزن فاسد
ہے۔ تقطیع اطوف فصول مرضاتل چاہئے اور بسکون راء پڑھیں تو وزن صحیح
مگر لفظ غلط ہے +

اقول - مرضاة بسکون راء ہی درست ہے اسے بفتح راء پڑھنا بڑی جہالت

۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

اذابت محبتہ عظامی جمیعہا ۴۴، وھبت علی نفسی ریاح تکسرا

اس کی محبت نے میری ہڈیوں کو ٹکلا دیا اور میرے نفس پر اس کی تیز ہوا چلی جو توڑنے والی تھی

اور کمال درجہ کی نادانی ہے۔ شد بود جاننے والے بچے بھی جانتے ہیں کہ رضی کی مصدر
مرضاۃ بسکون راء ہے نہ بفتح راء جس شخص کو عربی زبان سے کچھ بھی واقفیت یا سن ہو
وہ ایسی بات کبھی نہیں کہہ سکتا کاش آپ نے کبھی قرآن کریم ہی کھول کر دیکھا ہوتا یا کسی
کو قرآن کریم پڑھتے ہی کبھی سنا ہوتا یا ایسی ٹھوکریں نہ کھاتے۔ آپ نے لفظ مرضات کو
جمع مؤنث سالم اور اس کا مادہ مرض سمجھا ہے۔ جو آپ کی جہالت کا ثبوت ہے۔ یہ
جمع مؤنث سالم نہیں۔ بلکہ مفعلة کے وزن پر رضی کی مصدر ہے اس لئے اس کی
مرآء ساکن ہے قرآن کریم میں بھی یہ لفظ موجود ہے۔ سورہ فاتحہ کے بعد کی قرآن کریم کی
پہلی ہی سورہ (بقرہ) میں یہ لفظ دوبار آیا ہے۔ سنئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا
ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يُشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (بقرہ ع ۲۵) وَمِثْلُ
الَّذِينَ يَبْذَرُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (بقرہ ع ۳۴) وَمَنْ يَفْعَلْ
ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُوْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (نساء ع ۱۷) اِنَّ
كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِی سَبِیْلِیْ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِیْ (ممتحنہ ع ۱) تَبْتَغِیْ مَرْضَاتِیْ
اَزْوَاجًا وَاللّٰهُ عَفُوٌّ رَّحِیْمٌ (تحریم ع ۱) جن لوگوں کو عربی زبان سے ہی کچھ نہ کچھ
مس ہو۔ گو وہ مسلمانوں میں سے نہوں بلکہ یہودیوں یا عیسائیوں یا آریوں یا ہندوؤں وغیرہ
میں سے ہوں وہ بھی قرآن کریم کو کبھی نہ کبھی ضرور دیکھ لیتے ہیں۔ مگر آپ کے اعتراضات
ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے آج تک قرآن کریم کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ اس سے بڑھ کر
آپ کی دینداری اور علم و فضل کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے ؟

شعر (۷۴) قولہ۔ مصرعہ اولیٰ کا وزن فاسد ہے ؟

اقول۔ وزن بالکل درست ہے۔ اس میں ”محبتہ“ کی تاء کو برعایت وزن

ساکن کیا گیا ہے جس پر پہلے بحث ہو چکی ہے۔ (دیکھو ذیل شعر ۱۲) ؟

ذروا حرص تفتیشی فانی مغیب	۵۷ غبار عظامی قد سفتہ ہا صرا
یہ حقیقت کسی خیال چھوڑ دو کہ تمہاری نظروں غائب ہو	اور یہ بڑیاں ایک ایسا غبار ہیں جسکو نیزہ اٹھائیں تو اڑ کرے گی
اذا ما انقضت وقتی فلا وقت بعدہ	لہذا ما معین لا یحاکبہ آخر
جب میرا وقت گزر جائیگا تو بعد اس کے کوئی وقت نہیں	ہماری پاس وہ صاف پانی ہے جو اس کی نظیر نہیں

شعر (۵۷) قولہ - (۱) حرص کا صلہ علی اور تفتیش کا صلہ عن آتا ہے۔
چنانچہ حرص علی الشیء۔ فتش عن الشیء محاورہ ہے۔ عبارت یوں چاہئے "ذروا الحس علی التفتیش عنی"

اقول۔ حذف صلات کی بحث پہلے کافی گزر چکی ہے (دیکھو ذیل شعر ۶۳) علاوہ اس کے لفظ تفتیش کے لئے صلہ عن لانا ضروری نہیں بلکہ اس کے بغیر بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب جلد ۸ ص ۲۱۵ میں لکھا ہے "الفتش والتفتیش الطلب والبحث وفتشت الشیء فتشا وفتشت تفتیشا مثله قال شمر فتشت شعر ذی الرمة اطلب فیہا بیتا"

قولہ - (۲) غبار عظامی میں خبر مقدم کی ضرورت نہیں جبکہ عظامی غبار
کہنے سے بھی وزن درست ہوتا ہے +

اقول۔ لفظ غبار اس جگہ رعایت وزن کے لئے مقدم نہیں لایا گیا بلکہ افادۂ تخصیص و حصر کے لئے ایسا کیا گیا ہے جو اس جگہ ضروری ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ جملہ اس سے پہلے جملہ (اتی مغیب) کے لئے بدل واقع ہو کر اس کی توكید اور توضیح و تبیین کرتا ہے۔ جیسا کہ علامہ رضی صراط الذین انعمت علیہم کو الصراط المستقیم کا بدل بتاتا ہوا لکھتا ہے "وفائد التاكيد والتخصيص علی ان طریق المسلمین هو المشہود علیہ بالاستقامۃ علی آکد وجہ ابلاغہ لانہ جعل کالتفسیر والبیان لہ" اور علامہ زحشری اسی آیت کے نیچے کشا میں لکھتا ہے "فائدة البدل التوكيد لما فيه من التثنية والتكرير والاشارة"

دعای حسام لا یؤخر وقعه ۷۷ و صولی علی اعداء ربی مفقر

میری دعا ایک تلوار ہے جو کوئی اسکے وار کو روک نہیں سکتا اور میرا حملہ میرے خدا کے دشمنوں پر ایک سخت تلوار ہے

بان الطريق المستقیم بیانہ وتفسیرہ صراط المسلمین۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تقدیم خبر اس امر میں اور اس مقصود کے حصول میں مؤخر اور مؤید ہے۔ کیونکہ اگر تقدیم نہ کی جائے تو عظامی غبار کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میری ہڈیاں غبار ہو چکی ہیں۔ مگر تقدیم خبر کی صورت کے یعنی غبار عظامی کے معنی دو جملوں میں ادا ہوتے ہیں۔ اول تو بعینہ وہی جملہ جو عظامی غبار کا ترجمہ ہے دوسرا یہ کہ اس صفت غباریت کے مقابل کی صفت یعنی سلامت و بقاء عظام بالکل منتفی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دوسرا جملہ پہلے جملہ کے مضمون کی تاکید کرتا اور اُسے زور دے رہا ہے۔ (یہ مضمون جملہ ثانیہ کا اُس تخصیص اور حصہ سے پیدا ہوتا ہے جو کہ تقدیم خبر کا مفاد ہے۔ جیسا کہ علامہ تفسیرانی مطول (بحث مسند) میں لکھتے ہیں "واما تقدیمہ قلت تخصیصہ بالمسند الیہ لیس لقصہ المسند الیہ علی المسند علی ما مر فی ضمیر الفصل لان معنی قولنا قائم زید انه مقصور علی القيام لا یتجاوزہ الی القعود" غرض اجماعاً مقتضاً حال یہی ہے کہ لفظ غبار کو مقدم لایا جاوے ورنہ اصل مطلب کو ضعف پہنچتا ہے +

قولہ۔ (۳) صراحت کا قافیہ غلط ہے اس کو عیب سنادا التاسیس کہتے ہیں +
اقول۔ اس کی نظیریں بھی ستم و مستند شعراء عرب کے کلام میں موجود ہیں دیکھئے

ابن سلیمان کہتا ہے

لعمری لقد كانت فجاج عريضة ولبيل سخاى الجناحين ادهم

اذا الارض لم تحبلى على فروجها واذلى عن دار الهوان مراغم

(دیوان حاسمہ۔ اوخر باب اول) پس یہ کوئی قافح نہیں ہے

شعر (۷۷) قولہ۔ کیا مرزا صاحب کو شاعر السد اور محمدی بیگم کے رشتہ داروں کے

لئے بددعا یاد نہیں +

اقول۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کی دعا و حسام نہیں تھی۔ تو ثناء اللہ نے حضرت اقدس کی ہر ایک دعوت و دعائیہ کو جس کے ساتھ حضور نے اسے متبادل پر بلایا۔ کیوں نامنتظر کیا۔ بالخصوص اس آخری دعوت پر کیوں چلا اٹھا جس کی بنا حضور نے اپنی دعا پر ہی رکھی اور اس کے ساتھ فیصلہ کرنے کے لئے دعا ہی کو معیار فیصلہ قرار دے کر اس فیصلہ کی طرف اس کو بلایا تھا۔ اور کیوں اس نے جواباً یہ لکھا کہ ”یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔ مرزا کو تمہارا گرو اور تم کہا کرتے ہو کہ مرزا صاحب منہاج نبوت پر آئے ہیں۔ کسی بی بی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا ہے“

ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نے مولوی ثناء اللہ کو دعا کے طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا۔ اور ثناء اللہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ طریق فیصلہ مجھے منظور نہیں جس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ ثناء اللہ استیجابت دعا کا سرے سے منکر ہو۔ اور اس خدا پر اس کا ایمان ہی نہ ہو جو دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے اور جس نے قرآن کریم نازل فرما کر اس میں ادعویٰ استجب لکم کا فرمان اور وعدہ دیا۔ اور یا پھر یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس دعا کے فیصلہ کو اپنے حق میں حسام کا یوخر و قعدہ سمجھ کر اس کی طرف آنے سے گریز کرتا ہو۔ ان دو صورتوں کے سواء تیسری صورت کوئی نہیں ہو سکتی۔ پس یا تو اسے ایک چالباز و ہر یہ ماننا پڑے گا جو دھوکہ دہی کے طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اور درپردہ وہ تمام سلسلہ نبوت و رسالت کا منکر ہے اور یا پھر یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ حضرت اقدس کی دعاؤں کو اپنے حق میں سیف قاطع یقین کرتا تھا جس سے پچھنے کے لئے اس نے یہ جواب دیا کہ یہ طریق فیصلہ مجھے منظور نہیں۔

اسی طرح اگر محمدی بیگم کے متعلقین حضور کی دعاؤں کو حسام نہیں سمجھتے تھے اور احمد بیگ کی ہلاکت نے یہ بات ان پر ثابت نہیں کر دی تھی تو کیوں انہوں نے متعدد خطوط کے ذریعہ حضور سے دعا کی درخواست کی اور کیوں آخر کار اکثر ان میں سے حضور

وَأَنِّي أَبْلُغُ عَنْ مَلِكِي رَسُولًا ۝ وَأَنِّي عَلَى الْحَقِّ الْمُنِيرِ وَنِيرِ

اور میں اپنے بادشاہ کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور روشن حق ہوں اور آفتاب ہوں

تَصَدَّى لِنَصْرِ الدِّينِ فِي وَقْتِ عِيسَى

دین کی مدد کے لئے خدا سے تنگی کے وقت ایک نذیر کھڑا ہوا پس اب وہ ڈر رہا ہے

کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ ان فی ذلک لَذِکْرٌ لِّمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝

شعر (۷۸) قولہ۔ اگر ابلغ بسکون غین پڑھیں تو وزن درست لیکن معنی فاسد ہونگے ۝

اقول۔ اسکاں متحرک برعایت وزن بالاتفاق جائز ہے اور اس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ علاوہ اس کے فعل مضارع پر بغیر کسی عامل جازم کے بھی بعض وقت جزم کے احکام جاری ہو سکتے اور ہوتے ہیں۔ دیکھو قرآن کریم میں یہ آیتیں ذلک ما کُتِبَ نَبِیْخَ فَاَصْدَفَ وَ اَکُنْ مِنَ الصَّاحِبِیْنَ پہلی آیت میں بغیر کسی جازم کے نبی کی یاد حذف ہو گئی اور دوسری میں اکن کا فون ساکن کیا گیا ہے حالانکہ جازم کوئی موجود نہیں

قولہ۔ علی الحق کو ان کی خبر سمجھا ہے حالانکہ یہ غلط ہے ۝

اقول۔ اس میں کیا شک ہے کہ علی الحق اس جگہ آت کی خبر واقع ہوا ہے

کیا آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ جار مجرور نہایت کثرت سے ترکیب میں خبر واقع ہوتے

ہیں۔ علامہ سیوطی بمع الواسع میں لکھتے ہیں۔ ”اذا وقع الظرف او الجار والمجرور خبراً

فشرطه ان یکون تاماً نحو زید امامک وزید فی الدار“ (جلد اول ص ۹۸) اس جار

ومجرور یا ظرف پر خبر کا لفظ اکثر ائمہ نحو کے نزدیک تو حقیقی طور پر اطلاق پاتا ہے۔ اور

بعض کے نزدیک خبر دراصل ان کا عامل محذوف ہے اور اس کے محذوف ہونے

اور اس کے لئے ان کے بطور نائب ہونے کی وجہ سے مجازی طور پر انہیں خبر کہا جاتا ہے

چنانچہ کتاب مذکور کے ص ۹۹ پر لکھا ہے ”ذهب ابن کيسان الى ان الخبر في الحقيقة

ملکین امین مقبل عند ربہ ۸۰ مخلص دین الحق فاما یحشر

وہ خدا کے نزدیک کین امین ہے اور دین حق کو آفات کمزور کر نیوالی خلاص کر نیوالا ہے

ومن فتن یحشر علی الدین شرھا ۸۱ ومن یحشر کانت کصغر تکسر

اور نیز ایسے فتنوں کے قلاصی بختا ہے جن کا خوف تھا اور ایسی باتوں سے جو پتھر کی طرح توڑنے والی ہیں

هو العامل المحذوف وان تسميته الظرف خبرا مجازاً وذهب الفارسی

وابن جنی الى ان الظرف حقيقة وان العامل صارت نسباً منسياً و

الاکثرون علی ان المحکم للظرف حقيقة (ص ۹۹)

ہاں اس جگہ ترجمہ میں سے لفظ ”پر“ سہو کا تب سے رہ گیا ہے یعنی دانی

علی الحق المنید کا ترجمہ دراصل ان الفاظ میں کیا گیا ہے ”اور روشن حق پر ہوں“

نہ یہ کہ ”اور روشن حق ہوں“ +

شعر (۸۰) قولہ مقبل کے لفظ کا ترجمہ چھوڑ دیا اور فی الواقع یہ لفظ یہاں

محل ہے +

اقول۔ یہ صریح سہو کا تب ہے۔ اور یہ لفظ اس جگہ بیفائدہ اور بے ضرورت

نہیں بلکہ ضروری اور عین موقع پر استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی ہیں پورے طور پر

متوجہ (الی اللہ) ہو سنے والا +

شعر (۸۱) قولہ یحشر لازم ہے قرآن مجید میں ہے فخشینا ان یحشرھا

طغیاناً وکفراً۔ اس کا ماحول یحشر کیونکر ہو گیا۔ ہاں تخشیم متعدی ہے جس کے

معنی ڈرانے کے ہیں۔ تو یحشر چاہیئے۔ لیکن اس وقت مصرعہ بے وزن ہو گا +

اقول۔ اس غلطی کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اس کا جواب کوئی نہیں ہو سکتا

یہ دوسری بات ہے کہ اسی غلطی کا ترکیب چند اور اہل زبان اور اہل فضل و کمال کو

بھی ثابت کر کے انہیں بھی اسی الزام کے نیچے لایا جائے۔ جن کے کلام کو دیوانِ آخر

مانا گیا ہے۔ اور جن کے اشعار سے قرآن کریم کی تفسیر میں اور اصولِ نحویہ کے اثبات

میں اور لغت میں استشہاد کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے گویا تمام عربیت کو ہی خطرے میں ڈالا جائے۔ ورنہ حقیقی جواب اس کا کہاں دیا جاسکتا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی جواب ہے کہ حضرت لبید رضی اللہ عنہ صاحب معلقہ رابعہ (جن کو بہت سے محققین اور آئمہ لغت و فن شعر نے افضل الشعراء مانا ہے۔ اور ان کے متعلق کہا ہے "هو افضلهم في الجاهلية والاسلام وافلهم لغوا في شعره" جن کے متعلق حضرت عائشہ فرماتی ہیں "رحم الله لبيدا اما اشعره في قوله ذهب الذين يعاش في الكافهم وابقين في غلظ كجذ الجرب لا ينفعون ولا يرجي خيرهم ويعاب قائلهم وان لم يشغب") نے بھی اس غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور وہ بھی اپنے معلقہ میں اس خطرناک غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں جیسا کہ ان کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

وكتيرة غريباؤها مجهولة ترجمان نوافلها ونحشي ذامها
اگر شراح ہی چشم پوشی سے کام لیکر اس غلطی کو دبا جاتے تو بھی کچھ پردہ پڑ جاتا مگر انہوں نے بھی اس شعر کے ذیل میں یہی لکھ دیا کہ "نحشي مجهول" (فیضی شرح معلقات) (خود علامہ فیضی شرح معلقات نے بھی ریاض الفیض شرح معلقات کے صفحہ ۴ پر حسب قول معترض صاحب یہ ٹھوکر کھائی ہے اور معترض صاحب کے لازم بتائے ہوئے لفظ کو صریح طور پر متعدی کہہ دیا ہے چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں "ان النحشي متعدي بنفسه" اسی طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

وما كثرت بنو اسدي فتحشي
لثرتها ولا طاب القليل
(دیوان حسان مطبوعہ مطبع السعاده مصر)

اور حوص بن محمد انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-
فاذا تزول تزول عن متحط
نحشي بوارده لذي الاقران
اسی طرح فردق اپنے مشہور و معروف قصیدہ میمیدہ دربارہ مدح حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ میں کہتا ہے :-

سهل الخليفة لا تحشي بوارده
يزينه اثنان حسن الخلق والشيم
مگر یہ ساری مثالیں کلام انسانی سے ماخوذ ہیں جنہیں اگر معترض صاحب کی شان والا کا

اَرِیْ اَیَّۃً عَظِیْمًا وَحِثُّ اِرْدُوکُم ۸۲ فہل فاتک اوضیغہ او اغبرا
 دیکھو میں ایک عظیم نشان دکھلاتا ہوں اور تمہیں صونڈا ہوں پس کیا کوئی دلیہ یا شیرے یا بھیڑیا

پاس کر کے ان پر قربان بھی کر دیا جائے۔ اور انہیں کالعدم سمجھ لیا جائے۔ تو جناب کے علم و فضل کے مقابلہ میں یہ کوئی ایسی بڑی قربانی نہیں ہے، لیکن ایک اور بہت مشکل مرحلہ باقی ہے جس کے مقابلہ میں کوئی تدبیر نہیں چل سکتی۔ اور بجز اس کے کہ جناب معترض صاحب کے اعتراض کو غلط اور باطل قرار دیا جائے اور کوئی راہ نظر نہیں آتی اس لئے ناچار یہی کہنا پڑتا ہے کہ ۷ سخن شناس نہ دلبر اخطا اینجاست اور وہ مرحلہ یہ ہے قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی یہ لفظ (خشی) آیا ہے سب جگہ متعدی ہی استعمال ہوا ہے۔ حتیٰ کہ جو مثال معترض صاحب نے اس کے لازم ہونے کے ثبوت میں قرآن کریم سے پیش کی ہے وہ بھی اسے متعدی ہی ثابت کرتی ہے۔ (یعنی خشینا ان یرہقہما میں یرہق ان کی وجہ سے بنا و بل مصدر ہو کر خشینا فعل متعدی کا مفعول بہ واقع ہوا ہے) شاید معترض صاحب یہ کہیں کہ اگر ان یرہق مفعول بہ ہے تو اس میں ان (حرف مبنی بر سکون) پر نصب کیوں نہیں آئی۔ اور اگر اس پر نصب نہیں لائی گئی تھی تو کم از کم یہ بھی ہونی چاہئے کہ اس پر نصب (متون) بنایا جاسکتا تھا۔ پس جب ایسا نہیں کیا گیا تو ہم کیونکر تسلیم کریں کہ یہ منصوبہ ہے، اس لئے ذیل میں چند ایسی مثالیں قرآن کریم سے دی جاتی ہیں جن میں خشی کے مفعول پر نصب بفتح لفظی موجود ہے۔ دیکھئے وخشی الرحمن بالغیب۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ ذلک لمن خشی ربہ۔ کاش آپ کو اتنی استعداد ہی ہوتی کہ لازم اور متعدی کی پہچان ہی کر سکتے مگر افسوس کہ آپ بالکل کورے نکلے، شعر (۸۲) قولہ۔ دو سر امھر عہ بے وزن ہے (اغبر۔ فاعلن) * اقول۔ وزن بالکل درست ہے (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۸۳) * قولہ۔ شعر مہمل جس کا کچھ حاصل نہیں۔ نہ معلوم مزا صاحب کو شیر بھیڑیا

وقال ثناء الله لي انت كاذب ۸۳ فقلت لك الويلات انت ستحس

اور مجھے مولوی ثناء اللہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے
میں نے کہا تیرے پرواویلا ہے تو عنقریب ننگا کیا جائیگا

وغیر کی کیوں تلاش ہے وہ بن میں جا کر تلاش کریں سب یلینگے ۛ

اقول۔ افسوس وحشت آپ پر اس قدر غالب ہے کہ انسانی زبان اور فن

بیان کے منز استعارہ و تشبیہ سے وحشت میں آکر آپ بن میں جا گھسے۔ اس شعر

کا حاصل یہ ہے کہ تم میرے پاس نہیں آتے اور ڈر کر دور بھاگتے ہو۔ اور میرے

سامنے آنا تمہیں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیر کے منہ میں جانا۔ اگر اس کی وجہ

یہ نہیں کہ تمہارے پاس جھوٹ کے سوا کچھ نہیں جس کے باعث تم کو میرے سامنے

آنے کی جرأت نہیں ہو سکتی تو اور کیا وجہ ہو سکتی ہے اور اگر سچائی کا خوف تم پر غالب

نہیں (جسے تم شیر سے بھی بڑھ کر خطرناک چیز سمجھ رہے ہو) تو اور کونسا کوئی خوفخوار آدمی

یا شیر یا بھیڑیا یہاں بیٹھا ہے جس کے ڈر کے مارے تم آگے قدم نہیں رکھتے ۛ

شعر (۸۳) قولہ۔ و سر امرہ ماخوذ ہے امر القیس کے مرصع ثانی

سے پورا شعر یوں ہے

وبوم دخلت الحدر خدر عینہ فقالت لك الويلات انك حزلي

لیکن اخذ قبیح بلکہ اقبح ہے اس لئے کہ امر القیس کی محبوبہ غنیمہ اس سے کہتی ہے کہ اے

امر القیس تجھ پر خرابیاں ہیں کیونکہ تو مجھے پیدل کرنے والا ہے۔ اور یہاں شاعر مولوی

ثناء اللہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تجھ پر واویلا ہے عنقریب ننگا کیا جائیگا۔ نہ معلوم

ان کے ننگا ہونے میں شاعر کا کیا نفع اور کیا شوق ہے ۛ

اقول۔ یہ کوئی اخذ نہیں ہے کسی ایک آدھ ایسے لفظ کے اشتراک کا جو

کثیر الاستعمال ہو اخذ نام رکھنا پر لے درجہ کی جمالت ہے کیا لك الويلات ایسا

نظم ہے کہ جو امر القیس نے ایجاد کیا ہے اور اسکی اختراع ہے۔ کیا عربی زبان میں

اس منہوم کے ادا کرنے کے لئے عام طور پر یہی الفاظ استعمال نہیں ہوتے کہ اسے

تعالوا جميعا واختوا اقلامكم ۸۴ واملوا كمثل اوزدوني وخيروا

سب آجاؤ اور قلمیں تنیار کرو

واعطيت ايات فلا تقبلونها

میں نے نشان دیئے اور تم ان کو قبول نہیں کرتے

سیری ہاتھ لکھو یا مجھے چھوڑو اور مجھے با اختیار سمجھو

فلا تلطخوا ارضی ویالطوت طہروا

پس بیک زمین کو کسی نجاست آلودہ مت کرو اور مینے پاک

اخذ کیا جاوے کیا قرآن کریم میں جو ولکم الویل مما تصفون آتا ہے تو یہ بھی مرثیہ
سے اخذ کیا گیا ہے یا آپ کے نزدیک ویلات بصیغہ جمع امر القیس نے ایجاد کیا
ہے۔ میں حیران ہوں کہ آیا آپ کے دماغ میں فتور ہے کہ آپ زبان کے عام الفاظ کو
اخذ قرار دیتے ہیں یا شرارت اور بے حیائی نے آپ کی عقل مار دی ہے سنئے
عروۃ بن الورد کتنا ہے ۵

تقول لك الويلات هل انت تادك - ضبوأ برجل تارة ومنسب
دوسری جہالت آپ نے اس جگہ یہ دکھائی ہے کہ لفظ ویل یا ویلات کا استعمال

اسی طریق سے صورت پیکر لیا ہے۔ تمہاری یہ امر القیس کے شعر کے اندر واقع ہے
یعنی اس کے بعد اس کا موجب بیان کرنا) حالانکہ اس کا استعمال دو طور پر خود قرآن
کریم میں موجود ہے۔ اول کی مثال یہ آیت ہے ولکم الویل مما تصفون (انبیاء ۸۴)

اور اس کے دوسرے طریق استعمال (یعنی اس کے بعد اس ذکر کرنا جس کا مورد
بننے کی وجہ سے اسے ویل یا ویلات کہا جائے) کی امثلہ یہ ہیں۔ فویل للذین

کفروا من مشہد یوم عظیم (مریم ۲۷) فویل للذین ظلموا من عذاب
یوم الیم (زخرف ۷۴) فویل للذین کفروا من یوم عظیم (سجۃ ۲۲)

حضرت اقدس کے اس شعر میں اسی دوسرے طریق کے مطابق یہ لفظ استعمال ہوا ہے:

اور یہ جو آپ کا اعتراض ہے کہ ننگا ہونی سے شاعر کا کیا فائدہ ہے سو اس کا جواب یہ ہے

کہ ننگا ہونی سے مراد مولوی شہداء اللہ کا ظاہری کپڑوں کے محروم ہونا نہیں بلکہ اس کا ذلیل و رسوا ہونا

شعر (۸۴) قولہ - مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے

اور اس کے عین میں کا ظاہر ہونا ضروری ہے

اقول۔ بزحان تحقیق یہ وزن بالکل درست ہے (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر)

قبولہ۔ ثانیاً خیر کے معنی باختیار کرنا ہے نہ باختیار سمجھنا ۛ

اقول۔ اولاً۔ تخییر (از باب تفعیل) تصییر ہی کے لئے (یعنی کسی بے

اختیار کو اختیار بخشنے کے معنی میں ہی نہیں آتا بلکہ نسبت کے لئے بھی آتا ہے یعنی کسی کی طرف اختیار کو منسوب کرنا۔ اور اُسے یہ کہنا کہ تجھے اختیار حاصل ہے چنانچہ متفق علیہ حدیث میں بریرہ رضی اللہ عنہ کی بابت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عتقت فخیرت اور سنن نسائی میں ہے اُعتقت فخیرتها رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فاختارت نفسها۔ اور اس بات کا ثبوت کہ ان حدیثوں میں یہ لفظ بمعنی تصییر نہیں بلکہ بمعنی نسبت ہے (جیسے توحید۔ تبلیغ۔ تقدیس۔ تنزیہ۔ تکبیر وغیرہ) یہ ہے کہ ایک حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو بیان فرمادیا ہے کہ بریرہ کو اختیار اُسی وقت سے حاصل ہو چکا تھا جبکہ وہ آزاد ہوئی تھی نہ اس وقت جبکہ آنحضرت نے اسے فرمایا کہ تجھے اختیار ہے۔ ہاں بریرہ کو آپ کے فرمانے سے پہلے اپنے اختیار کا علم نہیں تھا۔ اسے آپ کے فرمانے سے یہ علم حاصل ہوا جب اس نے اپنے اختیار سے فائدہ اٹھایا اور وہ حدیث یہ ہے۔ عن عامر

الشعبي ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لبريرة لما عتقت قد عتق بضعاء

معاك فاختاري۔ (یعنی شرح صحیح بخاری۔ کتاب النکاح باب الحرة تحت العبد) یعنی

جب بریرہ آزاد ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تو اپنی آزادی کے ساتھ ہی اپنے نکاح کے معاملہ میں بھی آزاد ہو چکی ہوگی اور تجھے اس بارہ میں آزاد ہونے ہی اختیار حاصل ہو چکا ہے۔ پس تو اپنے اختیار سے فائدہ اٹھا۔ چاہے تو اپنے پہلے خاوند کے ساتھ ہے ورنہ جیسا تم اپنے لئے پسند کرو کر سکتی ہو ۛ

اسی طرح ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں ”ملکت نفسك فاختاري“ (سبل السلام شرح بلوغ المرام جلد ثانی ص ۲) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخییر سے پہلے ہی یعنی آزاد ہوتے ہی بریرہ کو اختیار حاصل ہو گیا تھا

وخیر خصال المرء خوف وتوبۃ ۸۴ فتوبوا الى الله الکریم وابشروا

اور بہترین خصلت انسان کی خوف اور توبہ ہے پس خدا کی طرف توبہ کرو اور خوش ہو جاؤ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی نیا اختیار نہیں دیا بلکہ اس کے حاصل شدہ اختیار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ تجھے اختیار حاصل ہے جسے خیرت اور خیر گھا رسول اللہ صلی اللہ کے الفاظ سے حدیث میں تعبیر کیا گیا ہے +
غرض تمخیروں کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ کسی شخص کا کسی دوسرے شخص سے یہ کہنا کہ تجھے اختیار حاصل ہے پس اگر مخاطب کو اپنے اختیار کے متعلق پہلے علم نہ ہو تو اس قائل کا یہ قول فائدۃ الخیر کا افادہ کرے گا۔ اور جب مخاطب کو اپنے اختیار ہونے کی بابت پہلے ہی سے علم حاصل ہو تو اس وقت یہ لازم فائدۃ الخیر کا افادہ کرے گا یعنی اس قائل کا مقصود اپنے اس قول سے یہ ہوگا کہ وہ اپنے مخاطب پر یہ ظاہر کرے کہ مجھے تیرے اختیار ہونے کا علم حاصل ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو با اختیار ہے۔ چنانچہ علامہ قزوینی تمحیص میں کہتے ہیں لا شک ان قصد الخیر بخبرہ افادۃ المخاطب اما الحكم او کونه عالمًا به و یسخری الاول فائدۃ الخیر والثانی لازمہا۔ سو جب تمحییر ان معنوں میں استعمال ہوا ہو کہ ایک با اختیار شخص کو یہ کہنا کہ تجھے اختیار حاصل ہے اور وہ مخاطب اپنے با اختیار ہونے کا علم متکلم کے اس قول سے پہلے ہی رکھتا ہو تو اس کے اس قول کا مطلب مدعا یہ ہوگا کہ میں تیرے با اختیار ہونے کا علم رکھتا ہوں گویا وہ اس بات کا اعتراف کر رہا ہے کہ تو با اختیار ہے۔ چونکہ یہ لفظ حضرت اقدس کے کلام میں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے اس لئے اس کا ترجمہ وہی درست ہے جو اس شعر کے نیچے درج ہے نہ وہ ترجمہ جو معترض صاحب نے بتایا ہے +

شعر (۸۴) قولہ جبکہ انسان کے عمدہ خصائل میں خوف اور توبہ ہے۔
تو پھر انسان کو دونوں کا پابند ہونا چاہئے۔ مرزا صاحب دوسرے مصرعہ میں توبہ کی

سَمَّنَاتُكَ لَيْفَ التَّطَاوُلِ مِنْ عَدَلٍ ۸۷	تَمَادَتِ لِيَا لِي الْجَوْرِيَا رَبِّي انْصُرَا
ہم نے ظلم کی تکلیفیں دشمنوں سے اٹھائیں	اور ظلم کی رایتیں لمبی ہو گئیں اے خداوند ذکر

نصیحت کرتے ہیں اور خوف نہیں کرتے بلکہ بجائے خوف کے خوشی مناتے ہیں معلوم نہیں خوف کیوں اڑا دیا +

اقول۔ جو شخص توبہ سے بکلی محروم نہ ہو بلکہ تائب الی اللہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ توبہ... خوف پر موقوف ہے اور خوشی توبہ پر منتج ہے یعنی خوف کا نتیجہ توبہ ہے اور توبہ کا نتیجہ خوشی۔ گویا خوف کا نتیجہ خوشی ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان توبہ واسطہ ہے۔ اس لئے اس ترتیب کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا جو کمال بلاغت کا ایک ثبوت ہے "لو کان فیکم ناظر متوسم"

قوله۔ اگر خوف ہوتا تو پھر یہ مکرو فریب کا کارخانہ ہی کیوں چلتا +
اقول۔ مکار اور مفتری کا کارخانہ نہیں چلتا اور خدا تعالیٰ بہت جلد اسے برباد و تباہ کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے لا تقنوا علی اللہ کذباً فیستکمر بعداب وقد خاب من افتراء (طہ ع ۳) +
 اور جیسا کہ فرمایا لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین (الحاقہ ع ۲) پس یہ کارخانہ ربانی ہے نہ انسانی منصوبہ +
شعر (۸۷) قوله۔ (۱) مصرعہ اولیٰ ماخوذ ہے لبید ابن ابی ربیعہ صاحب معلقہ رابعہ کے اس شعر سے ۵
 ولقد سئمت من الحیوة وطولها وسوال هذا الناس کیف لبید
 یا اس شعر سے ۵

سَمَّنَاتُكَ لَيْفَ الْحَيَوةِ وَمِنْ بَعِثِ ثَمَانِينَ حَوْلًا لَا ابَالَتْ يَسْتَمِ
اقول۔ ایک آدھ لفظ کا اشتراک جو وہ بھی متداول ہواخذ نہیں کما
 سکتا جیسا کہ پہلے مفصل بتایا جا چکا ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۹)

نوٹ۔ معترض صاحب کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ لبید رضی اللہ عنہ ابن ابی ربیعہ نہیں تھے بلکہ ابن ربیعہ تھے +

وجبتك كالموتى فآخى امورنا ۸۸	فخر امامك كالمساكين فاغفر
اور ہم مردوں کی طرح تیرے پاس آئے ہیں پس ہمارے کام کو زندہ کر	ہم تیرے آگے مسکینوں کی طرح گتے ہیں پس ہمیں بخش
الى فذلك النفس انك جنتي	وما ان ادى خلد المثلث يثمر
اے خدا میری جان تیرے پر قربان تو میری بہشت ہے	اور میں نے کوئی ایسی بہشت نہیں دیکھی کہ تیرے جیسا پھل لاو

قوله - شتم الشئ اور شتم من الشئ محاورہ ہے چنانچہ دونوں کی مثال دونوں شعر میں ہے۔ لیکن جناب مرزا صاحب نے دونوں محاوروں کو ایک ہی جگہ جمع فرما دیا ہے +

اقول - حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام محاورہ کے ساتھ پوری مطابقت رکھتا ہے کیونکہ شتمت بدوں کسی صلہ کے اپنے مفعول کی طرف متعدی ہوا ہے اور لفظ من عدی لفظ تطاول سے حال واقع ہوا ہے جیسا کہ آیت اتبع ملة ابراهيم حنیفا۔ (نحل ۱۲۵) میں یعنی جس طرح اس آیت میں ذوالحال ترکیب میں مفعول کا مضاف الیہ واقع ہے اسی طرح یہاں پر بھی ذوالحال اعراباً مفعول کا مضاف الیہ ہے +

قوله - (۲) عدآ کا املاء غلط ہے یوں چاہئے۔ عدی +
اقول - املاء تو بالکل درست ہے۔ غلط آپ کا خیال ہے کیونکہ اس الف کو دو دفعہ طرح پر لکھنا جائز ہے۔ (دیکھو ذیل شعر ۱) +

قوله - (۳) انصر میں عیب اقواء ہے +
اقول - یہ کوئی عیب نہیں (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۲) +

شعر (۸۸) قوله - (۱) اگر امامک صحیح پڑھیں وزن فاسد +
اقول - کاف ضمیر اس جگہ اپنے مابعد میں مدغم ہے پس فذلک بالکل درست ہے +

قوله - (۲) فاغفر ہوگا عیب اقواء ہے +

طرح نا لوجهك من مجالس قومنا ۹۰	فانت لنا حبت فرید و مؤثر ۹۰
اے میر خدا تیرے من کیلئے ہم اپنی قوم کی مجلسوں کو کر دیتے	پس تو ہمارا ایگانہ دوست ہے جو سب پر اختیار کیا گیا
الہی بوجهك ادرک العبدت ۹۱	ولیس لنا باب سواك و معبر ۹۱
اے میر خدا اپنے من کے صدقہ اپنے بندہ کی خبر لے	اور ہمارے لئے تیرے سوا کوئی دروازہ اور نہ کوئی جا گذر
الی ای باب یا الہی تردنی ۹۲	ومن جنتہ بالرفق یزیر و یصع ۹۲
اے میر خدا تو کس کے دروازہ کی طرف مجھ کو در کرتے گا	اور میں مجھے پائسی کے ساتھ جاؤں وہ بد گوئی کرتا اور
صبرنا علی جور الخلائق کلہم ۹۳	ولکن علی ہجر سطا لانصبر ۹۳
ہم نے تمام دنیا کا ظلم برداشت کر لیا	مگر تیری جدائی کی ہمیں برداشت نہیں

اقول۔ یہ کوئی عیب نہیں۔ (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۳۸) +

شعر (۹۰ و ۹۱) **قوله**۔ وزن فاسد +

اقول۔ بوجهك اور لوجهك میں كاف ضمیر کو برعایت وزن یکن

لایا گیا ہے (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۱۲) +

شعر (۹۲) **قوله**۔ عیب اقواء ہے یصع ہوگا +

اقول۔ چونکہ فعل الشرط اس جگہ ماضی ہے اس لئے جزاء کو مجزوم کرنا

بھی جائز ہے اور مرفوع رکھنا بھی۔ سو اس جگہ اسی ضابطہ کے ماتحت جزاء میں

فعل اول کو مجزوم اور فعل ثانی کو مرفوع لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں جائز ہے کہ یصع

اس جگہ یزیر پر معطوف نہ ہو بلکہ اس کے فاعل کا حال ہو (مفصل دیکھو بہ ذیل

شعر ۳۸) پس اس جگہ کوئی اقواء نہیں ہے۔ اور اگر اقواء ہوتا بھی تو کوئی عیب نہ تھا

(دیکھو ذیل شعر ۳۸)

شعر (۹۳) **قوله**۔ مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے +

اقول۔ قافیہ والا لفظ نصیب نہیں بلکہ نصبت ہے۔ یعنی ایسے موقع

پر صبر کرنے کی تعلیم نہ خدا تعالیٰ کا کلام دیتا ہے نہ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تعال جیبی انت روحی وراحت ۹۴ وان کنت قد انست ذنبی فستر

آئینہ درست تو میری راحت اور میرا آرام ہے اور اگر تونے میرا کوئی گناہ دیکھا ہے تو معاف کر

بفضلک انا قد عصمنا من العدا ۹۵ وان جالك قاتلی فات وانظر

تیرے فضل سے ہم دشمنوں سے بچائے گئے مگر تیرے جمال نے ہمیں قتل کروا پس آؤ دیکھو

چنانچہ فاسوس میں لکھا ہے "اصبر امره بالصبر کصبره" پس وزن بالکل درست ہے

شعر (۹۴) قولہ - اولاً تسقیر کے معنی معاف کرنے کے کس لغت

میں ہیں - کیا یہ بھی کوئی الہام لغوی ہے +

اقول - یہ لفظ سقیر (بالقات) نہیں بلکہ ستر (بالتاء) ہے (یعنی

پردہ پوشی کر) جو صاف پڑھا جاتا ہے - چنانچہ مولوی ثناء اللہ بھی اپنے رسالہ العماۃ

میں قصیدہ اعجازیہ کے متعلق یاد دہائی کرتے ہوئے جہاں اس شعر کو نقل کیا ہے

وہاں اس لفظ کو بالتاء ہی لکھا ہے - افسوس آپ بجائے اپنی آنکھ کا علاج کر دئے

کے ناحق مرثیات پر عیب لگا رہے ہیں +

قولہ - (۲) عیب اقواء ہے +

اقول - یہ کوئی عیب نہیں (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۹۴)

شعر (۹۵) قولہ - اولاً دو کے مصرعہ کا وزن فاسد ہے +

اقول - وزن فاسد نہیں کیونکہ کاف قاف میں مدغم ہے +

قولہ - ثانیاً عیب اقواء ہے +

اقول - یہ کوئی عیب نہیں (دیکھو ذیل شعر ۹۴)

قولہ - العدی کا املاء غلط ہے +

اقول - املاء غلط نہیں بلکہ آپ کا خیال غلط ہے (دیکھو ذیل شعر ۹۴)

قولہ - مرزا صاحب کے خدا کو کسی امر کے دیکھنے کے لئے وہاں جانے

کی حاجت ہے - مسلمانوں کا خدا اس سے بے نیاز ہے +

و فرج کر و بی یا الہی و یجتنی ۹۴ و مرق خصیمی یا نصیری و عفر
اور میرے غم اے میرے خدا دور فرما اور دشمن میرے کولے میرے دنگا پارہ پارہ کر اور خاک میں لا

اقول۔ حضرت سید موعود کا خدا وہی خدا ہے۔ جو قرآن کریم کو نازل کر نیوالا ہے جس نے قرآن کریم میں فرمایا ہے ”قد مکر الذین من قبلہم فاتی اللہ بنیانہم من القواعد فخر علیہم السقف من فوقہم (نحل ع ۳) وقد منا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباءً منثورا (فرقان ع ۳) وہی خدائے برحق جو آنحضرت صلی علیہ وسلم کا خدا ہے جنہوں نے فرمایا۔ ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین ینقی ثلاث اللیل الآخر یقول من یدعونی فاستجب لہ من یرسلنی فاعطیہ من یرسلنی فاعقر لہ“ (صحیح بخاری باب الدعاء والصلوۃ من آخر اللیل) *
شیخ ابن تیمیہ اپنی کتاب شرح حدیث النزول میں (جو اسی مذکورہ بالا حدیث پر انہوں نے لکھی ہے) اس کے متعلق لکھتے ہیں:- ”قد استفاضت بہ السنة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واتفق سلف اکامہ وائمہا واهل العلم بالسنة والحدیث علی تصدیق ذلک وتلقیہ بالقبول“ (ص ۱) ”والنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ہذا الکلام واشتالہ علانیۃ وبلغہ الامۃ تبلیغاً عاماً لیمحض بہ احداً ادون احد ولا کتمہ عن احد وکان الصحابۃ والتابعون تذکرہ وناشرہ ونبأغہ وترویجہ فی المجالس الخاصۃ والعامۃ واشتملت علیہ کتب الاسلام التي تقرء فی المجالس الخاصۃ والعامۃ کصحیح البخاری ومسلم وموطا مالک ومسنن الامام احمد وسنن ابی داود والترمذی والنسائی وامثال ذلک من کتب المسلمین (صفحہ ۲) اگر آپ اس خدائے تبارک وتعالیٰ کے منکر اور اس سے بیزار ہو کر کسی ایسی مسلمانی کے دعویدار ہیں جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قرآن کریم کے خدا کے کچھ تعلق نہیں تو ہم آپ کی مسلمانی سے بری اور بیزار ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارا خاتمہ اسی اسلام پر کرے جسے قرآن کریم پیش کرتا ہے اور جو ہمیں آنحضرت نے سکھایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم *
شعر (۹۴) قولہ۔ عیب اقوار ہے *

<p>وجدناك رحمانا فما الهتم بعدة ہم نے تجھے رحمان پایا پس بعد اسکے کوئی غم نہ رہا انا المنذر العربان یا معشر الودع اے لوگو میں ایک کھلا نذیر آیا ہوں بلاء علیکم والعلاج انابة نیر ایک بلا ہے اور اس کا علاج توبہ کرنا اور ہر ایک گناہ سے پرہیز کرنا</p>	<p>سرايئناك يا حبيبي بعين تنور دیکھا ہم نے تجھ کو اس آنکھ سے جو روشن کی جاتی ہے اذکر کم ایام ربی فابصروا خدا کے دن تمہیں یاد دلاتا ہوں وبالحق انذرنا وبالحق ننذد ہم نے سچے طور پر متنبہ کر دیا اور کر رہے ہیں</p>
--	---

اقول۔ یہ کوئی عیب نہیں، (دیکھو ذیل شعر ۴۸) +

شعر (۹۸) قولہ۔ ایام ربی کا ترجمہ خدا کے دن کیا واقف کار
اس پر استہزاء کرتے ہیں۔ ایام اللہ ایک خاص محاورہ ہے جس کے معنی عذاب الہی
اور نصحت الہی کے ہیں +

۱ قول۔ آپ بھی کچھ عجیب ہی قسم کے آدمی ہیں جس کی جگہ حاصل مفہوم
کو ادا کرنے کے لئے آپ ترجمہ میں اصل مقصود کا لحاظ کیا ہوا دیکھتے ہیں تو اس پر
اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ الفاظ کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اور جہاں دیکھتے ہیں کہ اس
اعتراض کی گنجائش نہیں وہاں آپ یہ اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ فلاں خاص محاورہ کا
لحاظ کیوں نہیں رکھا گیا۔ باقی رہا اس پر آپ جیسے ”واقف کار“ کا نہیں بلکہ نادان
اور جاہل کا استہزاء کرنا۔ سو اسکی وجہ ترجمہ کا نقص نہیں بلکہ آپ کو سنت مستمرہ ما
بایتہم من رسول اکا کا نوابہ يستهزؤن پوری کرنی ہوتی ہے۔ اس لئے اسے
اپنا ایک فرض سمجھ کر ادا کرتے ہیں سنئے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالقادر صاحب نے
بھی قرآن کریم کا ترجمہ کرتے ہو آیت و ذکر ہم بایام اللہ کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ چنانچہ شاہ
عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں ”اور یاد دلا ان کو دن اللہ کے“ (ترجمہ شاہ عبدالقادر)
اور شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں ”پندہ ایشاں را بروز ہائے خدا“ (ترجمہ
شاہ ولی اللہ) حالانکہ ان ہر دو کا ترجمہ با محاورہ ہے۔ (لفظی ترجمہ شاہ رفیع الدین کا ہے) +

دعوا حُب دُنیا کُم و حُب تَعَصُّبِ ۱۰۰ ومن یَشْرِب الصُّهْبَاءُ یُصْبِرُ مُسْکِرًا

دنیا کی محبت اور تعصب کی محبت چھوڑ دو اور بخیر راگ شرب پیئے گا وہ بھیج خمار کی تکلیف اٹھائے گا

شعر (۱۰۰) قولہ - یَصْبِرُ افعال ناقصہ سے ہے خبر کو نصب کرتا ہے اسلئے مسکرا ہوگا اور قصیدہ کا مجرئی رفع ہے اسی کو علم القوافی میں اصراف کہتے ہیں۔ یہ بھی سخت ترین عیب ہے اور واجب الاجتناب ہے +

اقول - معلوم ہوتا ہے کہ آپ اشعار عرب اور فنون شعر سے بالکل نا آشنا ہیں صرف کہیں کسی رسالہ میں یہ لکھا ہوا دیکھ لیا ہے کہ اصراف کو عیوب شعر میں شمار کیا گیا ہے جس سے آپ بھی سمجھ بیٹھے ہیں کہ بس یہ سخت ترین عیب ہے۔ اگر اشعار عرب پر آپ کی نظر ہوتی تو آپ ایسا نہ کہتے کیونکہ جن لوگوں کا کلام اس بارہ میں حجت ہو سکتا ہے۔ ان کے اشعار میں اس کی بہت سی نظیریں پائی جاتی ہیں۔ نمونہ کے طور پر ان میں سے ایک مثالیں (مکتبہ لسان العرب میں سے) ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ اگر زیادہ امثال دیکھنے کا شوق ہو تو دواوین عرب کی طرف رجوع کیجئے +

(۱) ابوعلی روایت کرتا ہے:-

فیحییٰ کان احسن منك وجہا واحسن فی المعصفرۃ ارتداء

ظاہر ہے کہ اس شعر کی روی منصوب ہے لیکن اس سے آگے چلکر اسی قصیدہ میں شاعر ایک ایسا شعر لایا ہے جس کے دوسرے سماع کا آخر یعنی روی مرفوع ہے اور وہ یہ ہے ”وفی قلبی علی یحییٰ البلاء“

(۲) ابن الاعرابی روایت کرتے ہیں:-

قد ارسلونی فی الکواعب راعیًا فَقَدْ قَابَی راعی الکواعب افرس

انتہ ذیاب لایبالین راعیًا وَکُنْ سوامًا تشقی ان تفرسًا

اس مثال میں پہلے شعر کی روی مرفوع اور دوسرے کی روی منصوب ہے +

(۳) ابن الاعرابی ہی کی روایت ہے:-

غَشِيَتْ جَابَانَ حَتَّى اسْتَدْرَعَتْهُ
قَوْلًا لِّجَابَانَ فَلِيَحْقُ بَطِيَّتُهُ
اس میں پہلے شعر کی ردی مفتوح ہے اور دوسرے کی مضموم +
(۴) اور اسی کی روایت ہے :-

أَلَا يَا خَيْرُ يَا ابْنَةَ ثِيْرَوَانَ
وَبَرَقَ لِلْعَصْبَةِ لَاحٌ وَهَنًا
اس میں پہلے شعر کی ردی مفعول ہے اور دوسرے کی منصوب +
(۸) بنی ربیعہ کا ایک شاعر کہتا ہے :-

المرتضى ددت على ابن بكر
فقلت لثات لما اتتني
اس میں پہلے کا آخر منصوب ہے اور دوسرے کا مجرور +
(۹) اعلاء ابن المنال کہتا ہے :-

لَيْتَ أبا شَرِيكَ كَانَ حَيًّا
وَيَتْرِكُ مِنْ تَذَرَعِهِ عَلَيْنَا
اس میں پہلا شعر مضموم الآخر ہے اور دوسرا مفتوح الآخر +
(۱۰) ایک اور شاعر عرب کہتا ہے :-

لَا تَنْكِحَنَّ عَجُوزًا أَوْ مُطْلَقَةً
وَأَنْ آتَوْكَ وَقَالُوا إِنَّهَا نَصْفُ
اس میں پہلے شعر کی ردی مضموم ہے اور دوسرے کی ردی مفتوح ہے +
(۸) نجيف عقيلي کہتا ہے :-

أَتَانِي بِالْعَقِيقِ دَعَاؤُكَ
وَجَاءَتْ مِنْ أبا طَمْحٍ قَرِيشُ
اس میں بھی پہلے شعر کی ردی مضموم (بالرفع) اور دوسرے میں مفتوح ہے +

(۹) ایک اور شاعر عرب کہتا ہے :-

وإني بحمد الله لا واهن القوّة
ولم يك قومي قوم سوءٍ فأخشعا
وإني بحمد الله لا ثوب عاجزٍ
لبست ولا من غدره اتقنع
جس میں پہلا شعر منصوب الآخر ہے اور دوسرا مرفوع الآخر +

(۱۰) اعشی قیس کہتا ہے :- (دیکھو کتاب شعر النصارانیہ حصہ شعراء الیمین)

رحلت سميّة غدوةً أجملها
غضبي عليك فما تقول بدالها
هذ النهار بدالها من همها
مابالها بالليل زال ذوالها

(اعشی کے ان اشعار کا حرف روی لام ہے جو مطلع میں اور نیز قصیدہ کے دیگر تمام اشعار میں مستور آیا ہے لیکن اس دوسرے شعر میں مضموم مروی ہے ”دیکھو کتاب لسان العرب جلد ستم صفحہ ۱۷ لغایت ۷۳“ +

یہ مثالیں محض بطور نمونہ ہیں ورنہ اشعار عرب میں اس کی مثالیں استفادہ کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ اخفش کا اس بارہ میں دعویٰ ہے ”لایکا دیسلم منه شاعر“ یعنی ایسا کوئی شاعر مشکل ہی سے ملے گا جس کے کلام میں اسکی کوئی مثال موجود نہ ہو ابن جنی نے اسے ناپسندیدہ قرار دیا ہے مگر اس کے جواز میں اس کو بھی اختلاف

نہیں ہے۔ چنانچہ وشارح شرح عروض المفتاح میں ہے۔ وجوزہ ابن جتی مع استقباحه وهو مع کثرته حتی قال الاخفش لایکا دیسلم منه شاعر (وشارح) یعنی گو ابن جنی اسے قبیح خیال کرتا ہے مگر ناجائز نہیں بلکہ جائز سمجھتا ہے اور اسکی مثالیں اشعار عرب میں اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ اخفش کا قول ہے کہ کوئی ایسا شاعر مشکل ہی سے ملے گا جس کے اشعار میں کہیں بھی اصراف نہ پایا جاتا ہو۔ اس کے بالمقابل خلیل کا یہ خیال ہے کہ اصراف ناجائز ہے لیکن اس خیال کو اصراف کی وہ نظیریں باطل اور غلط ثابت کرتی ہیں جو اشعار فصحاء عرب میں پائی جاتی ہیں چنانچہ علامہ محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ قاموس میں لکھتے ہیں کہ ”والخلیل لایحیضہ وقد جاء فی شعر العرب“ (دیکھو لفظ اصراف کتاب قاموس میں) +

۱۰۱۔ و نضرم فی قلب اضطراما ونضرم	۱۰۱۔ و کم من موم قدرینا لاجلکم
اور اب بھی ہمارے دل میں تمہارے لئے آگ جو حکومت پوشیدہ رکھتی ہے	اور بہت غم ہم نے تمہارے لئے اٹھائے
۱۰۲۔ و قلبی لکم فی کل ان یو غمر	۱۰۲۔ اصیتم وقد فاضت دموعی تالماً
اور میرا دل ہر یکدم تمہارے لئے گرم کیا جاتا ہے	میں آواز مارتا ہوں اور میرے آنسو دوڑ جاتی ہیں

قولہ۔ مصرعہ ثانیہ کا یہ ترجمہ (جو شخص رات کو شراب پیئے گا وہ صبح خمار کی تکلف اٹھائے گا) غلط ہے صحیح ترجمہ یوں ہے۔ ”جو شراب پیئے گا اسے نشہ ہوگا“

اقول۔ ”رات کو“ کا لفظ یصبر سے بطور دلالت التزام مفہوم ہوتا ہے کسی لفظ کا لفظی ترجمہ نہیں ہے۔ اور یصبر سے اس طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ شراب پینے والا شراب کے پیتے ہی مخمور نہیں ہو جاتا بلکہ شراب کے پینے اور مخمور ہونے کے درمیان وقفہ ہوتا ہے پس جو شخص صبح کو مخمور ہو اس نے شراب بہر حال رات ہی کو پی ہوگی۔ سو اس طور پر جو امر التزاماً لفظ یصبر سے سمجھا جاتا تھا اسے ترجمہ میں لفظ رات کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ اور لفظ مسکر کا ترجمہ خمار کی تکلیف اٹھانے والا لفظی ترجمہ ہے۔ فاسول میں اور لسان العرب میں ہے المسکر الخمر۔ والنحو من به خمار۔ والنحو صداع الخمر واذا هال لسان العرب)۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراض اور اسی طرح باقی اعتراضات جو آپ نے اس قصیدہ پر کئے ہیں مخمور ہونے کی حالت میں کئے ہیں ورنہ ایک سلیم الخو اس باہوش انسان ایسی باتیں نہیں کہہ سکتا۔

شعر (۱۰۱) قولہ۔ مصرعہ ثانیہ کا وزن فاسد ہے۔

اقول۔ معترض صاحب نے اپنے اس اعتراض کو غلط نامہ میں خود غلط تسلیم کرتے ہوئے اسے سو کا تب قرار دیکر اپنی جان چھڑائی ہے اور اسے بیچارے کا تب کے سر تنچو یا ہے اسلئے ہم اس کے اعتراض کو تے ہیں۔ (یاد رہے کہ اس شعر میں لفظ قلب در اہل معرفت باللام ہے سو کا تب سے لام رہ گیا ہے)۔

شعر (۱۰۲) قولہ۔ ترجمہ غلط کیا ہے۔ واو حالیہ ہے عاطفہ نہیں۔

فَسَلِّ يَا قَارِي أَخَاكَ أَبَا الْوَفَاءِ ۱۰۳ لِمَا يَجِدُ الْحَقُّ وَقَدْ جَاءَ مِنْكَ
پس اے قاری تو اپنے بھائی شہداء اللہ سے پوچھ

اقول۔ واو حالیہ کا ترجمہ ”اور“ بھی صحیح ہے اگر معلوم نہ ہو تو قرآن کریم کے متعدد تراجم دیکھو۔ مثلاً شاہ عبدالقادر۔ اغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون۔ میں واو حالیہ کا ترجمہ لفظ اور ہی سے کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اپنے زمانہ کے محاورہ کے لحاظ سے ترجمہ جتنے الوسع با محاورہ کیا ہے

قوله۔ پیر و نا۔ چلانا بے صبری صفت مذمومہ ہے۔ البتہ درد کے وقت صبر کرنا صفات محمودہ سے ہے +

اقول۔ خدا تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہوئے رونا مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ چنانچہ اس کے حضور رونے والوں کے متعلق قرآن کریم میں ہے :-
اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين من ذرية آدم ومن حملنا مع نوح ومن ذرية ابراهيم واسرائيل ومن هدينا واجتبتنا اذا تتلى عليهم ايات الرحمن خروا سجدا وبكيا (مریم ع ۴) (آیت سجدہ ہے)
اور ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے متعلق فرماتا ہے۔ ان الذين اوتوا العلم من قبله اذ يتلى عليهم يخرون للاذقان سجدا ويقولون سبحان ربنا ان كان وعد ربنا لمفعولا۔ وبخسرون للاذقان يبكون ويزيدون خشوعا (بنی اسرائیل ع ۱۲) +

اور حدیث شریف میں ہے کان یصلی ولجوفہ اذیز کا زیز المرجل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی جیسے آگ پر جوش مارتی ہوئی ہانڈی سے آواز آتی ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی یہ صفت مذموم تھی؟ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ گریہ بھی اسی غرض سے تھا جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے حضور رو یا کرتے تھے +

قوله۔ غالباً یہ مرزا صاحب کا مصرعہ بھی اسی (فقاظت دموع العین منی صباۃ) مانور سے ہے +
اقول۔ کسی ایک آدھ عام متداول لفظ کا اشتراک اخذ نہیں کلا سکتا (مفصل دیکھو قبل شعر ۹) +
شعر (۱۰۳) **قوله**۔ کیا ہر قاری مولوی شہداء اللہ کا بھائی ہے؟ +

الارْبُ خَصِمٌ قَدِ رُبِّتُ جَدَالَهُ ۱۰۴ وَمَا اِنَّ رُبَّنَا مِثْلَهُ مِنْ يُزْوَرٍ
خبردار ہوئے بہت بحث کرنے والے دیکھے ہیں مگر اُس جیسا فریبی سینے کوئی نہیں دیکھا

اقول۔ سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ یہاں مخاطب اس کے ہنجیال
غیر احمدی ہیں نہ کہ ہرقاری +

قوله۔ سوال کا صلہ عن آتا ہے نہ لام +
اقول۔ لام اس جگہ سل کا صلہ نہیں ہے۔ بلکہ ما استفہامیہ پر داخل
ہو کر کیوں کے معنی دیتا ہے جیسا کہ ترجمہ سے بھی ظاہر ہے ما کا الف اس جگہ حذف
نہیں کیا گیا جیسا کہ حسان بن منذر کہتا ہے (باثبات الف لم استفہامیہ۔ سے
علی ما قام یشتقنی لیثم۔ کخنیر پر تمرغ فی دما د (دیکھو معنی بحث نا استفہامیہ)
اسی طرح علامہ ابن ہشام یہ شعر بھی نقل کرتا ہے۔ سے

انا قتلنا بقتل اناس اکتکم اهل اللواء ففیما یكثر القتل
اور جیسا کہ عم ینساء لون کی ایک قرأت عما یتساء لون ہے (دیکھو تفسیر ابن
”قرآن الجہود عم یحذف الالف لما ذکرنا وقرء باثباتھا“

شعر (۱۰۴) قوله۔ پہلا مصرعہ امر القیس کے مصرعہ سے ماخوذ ہے۔
الارب خصم فیک الوی رد دتہ

اقول۔ یہ کوئی اخذ نہیں کیونکہ یہ مفہوم ایک عام اور متعارف ہے۔ اسکی
ایجاد کسی خاص شخص کے دماغ کی طرف منسوب کرنا گویا اس شخص کے ساتھ استہزاء
کرنا ہے اور الفاظ بھی متعارف ہیں (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۹)

قوله۔ ایک ظریف طبع کہہ سکتا ہے کہ شاعر نے اپنے زمانہ میں بہت سے خصم دیکھے
مگر مولوی ثناء اللہ ان کا بڑا خصم تھا جس نے ناک میں دم کر ڈالا +

اقول۔ یہ آپ کی ظرافت نہیں بلکہ سراسر حماقت ہے۔ کیونکہ من یزور
کا لفظ خصم کی خصومت کی حقیقت بتا رہا ہے کہ اسکی بنیاد سراسر جھوٹ ہے معلوم ہوتا

<p>۱۰۵ اکان محل البحت اوکان میسر کیا یہ بحث تھی یا کوئی قمار بازی تھی وامل کہ مثل ثمرانت مظفر اور میسر مانند قصیدہ لکھ پھر تو فتحیاب ہے وانا علی املاءہم لانعیتر اور ہم لکھ لکھنے میں کوئی سرزنش تجھے نہیں کریں گے لیمل حسین او ظفر او اصغر چاہیے کہ محمد حسین اس کا جواب لکھے یا قاضی ظفر الدین یا اصغر علی</p>	<p>عجبت لبحتہ الی ثلاث ساعۃ مجھے تعجب آیا کہ اس نے بحث کا زمانہ میں نہ مفری امکفر مہلاً کلماکنت تذکر اے میرے کافر کہنے والے گذشتہ سب باتیں بھول کر مرضیت بان تختلانی الغمق رفقة بیٹے یہ بھی قبول کیا کہ اگر تو مقابلہ سے گریے تو اپنے رفیق بنا فما الخوف فی هذا الوغیا ابا الوفا پس اے شہنا را اللہ تجھے اس لڑائی میں کیا خوف ہے</p>
---	---

ہے کہ تزدیں آپ کو بہت ہی پسند ہے اور غالباً اسی وجہ سے خود آپ نے بھی جا بجا
 اس کا کام لیا ہے +
 شعر (۱۰۵) قولہ - مصرعہ ثانیہ میں عیب اصراف واجب الاجتناب ہے
 میسر ہوگا +
 اقول - کان یہاں تامہ ہے اس لئے لفظ میسر مرفوع ہے - علاوہ اس کے
 کان کا اسم بھی ہو سکتا ہے پس اس صورت میں خبر (فہنا) محذوف ہے جس کا قرینہ
 لفظ "محل البحت" یہاں موجود بھی ہے - اس لئے کوئی اصراف نہیں ہے +
 شعر (۱۰۸) قولہ - اولاً وغی مؤنث ہے ہذا الوغی ہوگا +
 اقول - یہ لفظ مؤنث نہیں بلکہ مذکر ہے - شاید آپ نے اس کے اردو سننے پر
 نظر کر کے اسے مؤنث سمجھ لیا ہے جو سراسر آہ کی نادانی ہے - کسی لفظ کو مؤنث قرار دینے
 کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں - اول یہ کہ اس میں کوئی علامت تانیث پائی جاتی ہو - دوم
 یہ کہ وہ کسی مادہ (نشی) کا نام ہو تبیر سے یہ کہ سماعاً اس کا استعمال بطور مؤنث ثابت ہو -
 جن میں سے کوئی بات بھی اس جگہ نہیں پائی جاتی - بالمقابل اس کا استعمال بصورت مذکر
 ثابت ہے - جیسا کہ ثابت قطنہ (عامل خراسان) کے مندرجہ ذیل شعر سے ظاہر ہے -

وانی اری فی راسہم دودنخوة ۱۰۹ فان شاء ربی یُخرجَنّ ویمیزنّ

اور میں ان کے سر میں تکبر کے کیڑے دیکھتا ہوں اور اگر خدا چاہے تو وہ کیڑے نکال دے گا اور جوڑے اکھاڑے گا

حتیٰ اذا حمی الوغیٰ وترکتہم نصب الاسنة اسلوت وطاروا
اور جیسا کہ اس کے اس شعر سے بھی ثابت ہوتا ہے

والا اکن فیکم خطیباً فانتی بسیفی اذا جدد الوغیٰ لخطیب
(القصر البیّ علی حواشی المغنی جلد اول ص ۱۶۳)

قوله - ثانیاً وغی کا املاء غلط ہے +

اقول - املاء بالکل درست ہے کیونکہ وغی کے الف کو بصورت یاد اور بصورت الف دونوں طرح لکھنا جائز ہے (دیکھو ذیل شعر ۱۱۰) +

قوله - مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے +

اقول - لفظ ظفر کی راہ کو اس جگہ پر رعایت وزن مشدود کیا گیا ہے جیسا کہ دم کا لفظ اس شعر میں مشدود لایا گیا ہے

انہاں دقل فرعاً بعد عزتہ یاعمر وبعیثک اصراراً علی الحسد
(جواہر البلاغہ تصنیف احمد ہاشمی ص ۲۶۳)

اور اصغر کے ہمزہ کی حرکت ساکن ماقبل کو دیکر ہمزہ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ پس اس شعر میں کوئی فساد وزن نہیں ہے۔ تقطیع اسکی یہ ہے لیمل (فعلن) حسین اور (مفاعیلن) ظفر (فعلن) او اصغر (مفاعیلن) +

شعر (۱۰۹) قوله - عرب کے ایسے خیالات نہیں یہ کسی ہندی کا کلام ہے

اقول - آپ کا یہ مرض بالکل لاعلاج ہے کہ جب آپ کوئی مستغنی یا غنی شعر سنیں

۷۰ کا کسی پہلے کلام سے ملتا ہو یا مشترک پاتے ہیں تو اسے ماحوذ قرار دینے لگتے ہیں ورنہ خلاف محاورہ۔ سنئے تشبیہات و استعارات کا باب وسیع ہے۔ ہاں علاقہ کی صحت شرط ہے جو یہاں موجود ہے۔ عربیت کے اعتبار سے تو صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ عربی

۱۱۰۔ وان كان شان الامرا رفع عند	۱۱۰۔ فاین بھذا الوقت من شان جولر
پس اگر یہ کلام ان کے ہاتھ سے تیرے نزدیک بڑھ کر دے	پس اس وقت ہر علی شاہ کہاں ہے جس نے گولڑہ کو بزم کیا
۱۱۱۔ امیت بقدر الغی لا یندری لنا	۱۱۱۔ ومن كان لیثا لا محالة یزعر
کیا وہ مردہ ہے جو اب باہر نہیں نکلے گا	اور شیر تو ضرور نعرہ مارتا ہے
۱۱۲۔ وان كان لا یسطیع ابطال البی	۱۱۲۔ فقل خذ من امیر الضلالة وازمر
اور اگر وہ میرے اس نشان کو باطل نہیں کر سکتا	پس کہہ کہ ظنہور وغیرہ بجایا کر تجھے علم سے کیا کام

زبان کے قواعد اور لغت اس استعمال کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہاں اس کے جواز کا مانع کوئی امر نہیں ہے علاوہ اس کے مختلف زبانوں کے ساتھ مخصوص ان کے اپنے اپنے الفاظ ہوتے ہیں یا ان کا طریق استعمال۔ نہ کہ مضامین +

شعر (۱۱۰) قولہ۔ (۱) جولرہ چاہیے جولر غلط ہے اعلام میں ایسا تبدیل درست (نہیں) +

اقول۔ جولرہ اس جگہ مرخم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ترخیم اسکی جائز ہے۔ کیونکہ اس میں غیر منادوی کی ترخیم کی تینوں شرطیں (شعر۔ صلاحیت دخول حرف نداء اور بالتاء ہونا) موجود ہیں +

قولہ۔ یہ عیب اصراف و احب الاجتناب ہوا +

اقول۔ اس پر شعرنا کے ذیل میں کافی بحث ہو چکی ہے +

شعر (۱۱۱) قولہ۔ عیب اقواء ہے یزشر ہوگا +

اقول۔ چونکہ شرط بصیغہ فعل ماضی ہے اس لئے جزاء میں رفع اور جزم

دونوں امر جائز ہیں۔ پس کوئی اقواء نہیں ہے اگر آپ نے رسالہ ہدایتہ النحو ہی پڑھا ہوتا تو ایسے اعتراض نہ کرتے +

شعر (۱۱۲) قولہ۔ اولاً زمر کے معنی گانے کے ہیں نہ بجانے کے +

اقول۔ منجد میں لکھا ہے۔ زمر یزمر زمراً وزمیر اغتی بالنغم

اغلط اعجازی حسین بعلمہ ۱۱۳ وھیئات ماحول الجہول اتسخر
کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں
اور یہ کہاں ہو سکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے کیا اس کی

فی القصب ونحوہ۔ یعنی اس کے معنی بانسری وغیرہ سانس کے ساتھ بجانے کے ہیں
آپ نے غتی کے لفظ سے دھوکہ کھایا ہے اور یہ نہیں دیکھا کہ اس کے بعد صاف
طور پر بالنغم فی القصب ونحوہ کے الفاظ موجود ہیں جو صاف بتا رہے ہیں کہ اس
کے معنی بجانے کے ہیں +

قوله۔ ثانیاً عیب اقواء ہے +

اقول۔ یہ کوئی عیب نہیں ہے (دیکھو ذیل شعر ۴) +

شعر (۱۱۳) قوله۔ (۱) پہلا مصرعہ خلاف محاورہ ہے ایک ادیب یوں
کہے گا۔ ”اغلطی الحسین فی کتاب الاعجاز“

اقول۔ اگر آپ کو فہم سے کچھ تھوڑا سا حصہ بھی بلا ہوا ہوتا تو آپ آسانی سے
سمجھ لیتے کہ غلط اعجازی سے یہ مراد نہیں کہ اعجاز المسیح کو غلط قرار دیا بلکہ یہ مراد ہے
کہ اس کتاب کی طرف غلطیوں کو منسوب کیا۔ (یعنی کتاب کو مجاز اُغلطی کرنے والی قرار
دیا اور یہی معنی غلط کے ہیں۔ یعنی نسب الغلط الیہ چنانچہ ترجمہ (کیا میری
کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں) میں اس امر کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے

قوله۔ (۲) غلط کا ترجمہ غلطیاں نکالیں غلط کیا ہے +

اقول۔ اس کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہا جائے کہ

چشم بداندیش کہ برکنده باد عیب نماید ہنرش در نظر

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے تغلیط کے معنی ہیں کسی کی طرف اغلاط کو منسوب کرنا جسے
دوسرے لفظوں میں غلطیاں نکالنا کہا جاسکتا ہے۔ معلوم نہیں اس میں غلطی کونسی ہے

قوله۔ (۳) ہیئات کوئی لفظ نہیں +

اقول۔ کچھ بعید نہیں کہ یہ سہو کا تب ہو چنانچہ ترجمہ بتا رہا ہے کہ مراد

وان كان في شيء بعلم حسبي نكم ۱۱۴ فمالك لا تدعوه والخصم يحصر

اور اگر تمہارا محمد حسین کچھ چیز ہے

ونحسبه كالحوت فأت بنظمه ۱۱۵

اور ہم تو اس کو ایک چھل کی طرح سمجھتے ہیں پس اکی نظم نکر

پس تو اس کو کیوں نہیں بلکاتا اور دشمن سخت گرفت کر رہا ہے

متی حل بحر انقنصه وناسر

جب شعر کے بحر میں کسی بحر میں داخل ہوگا تو ہم اس کو ناسر

یہ بات ہی ہے۔ اور ہمارے ہمزہ سے بدلنا بھی جائز ہے +

قوله (۱۱۴) ماحول الجھول تسخر نحو کے رو سے صحیح نہیں کیونکہ حول الجھول

ظرف ہے تسخر کا لہذا منصوب ہوگا نہ مرفوع۔ دوسرے ہمزہ استفہام کو صدر

کلام میں ہونا ضروری ہے اور یہاں ظرف اور عامل ظرف کے درمیان میں ہے +

اقول۔ یہ بھی آپ کی سراسر جہالت ہے۔ حول الجھول تسخر کی ظرف نہیں

بلکہ استفہامیہ مبتدأ کی خبر ہے۔ غرض ماحول الجھول الگ جملہ انشائیہ

ہے اور تسخر الگ۔ اگر آپ کو عربی زبان سے کچھ بھی آگاہی ہوتی تو آپ ایسی

ٹھوکر نہ کھاتے۔ جو شخص عربیت سے کچھ بھی مس رکھتا ہو یا اس نے کوئی ابتدائی رسالہ عربی

کا ہی پڑھا ہو وہ بھی ایسی ٹھوکر نہیں کھاتا جو آپ نے کھائی ہے اور قدم قدم پر کھاتے

ہیں۔ اس اعتراض میں آپ نے تین ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اول لفظ حول کو تسخر

کا مفعول قرار دینا۔ دوم ہمزہ استفہامیہ کو درج کلام میں سمجھنا۔ حالانکہ یہ صدر کلام

میں واقع ہوا ہے۔ کیونکہ تسخر الگ جملہ ہے۔ تیسرے آپ نے لفظ حول کو ظرف

(یعنی ارد گرد) قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ استفہامیہ مبتدأ کی خبر (یعنی قوت) ہے

آپ کی جہالت پر سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

شعر (۱۱۴) قوله۔ مصرعہ اولی محاورہ کے خلاف ہے صحیح محاورہ یوں ہے +

وان كان في شيء بعلم حسبي نكم۔ کہا قال الحاسی لیسوا من الشیء فی شیء ولینا

اقول۔ بآء الجکڑے خدا نہیں جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں اور نہ یہ ہے الجکڑے درست ہو

ہیں بلکہ جیبیہ ہے یعنی اگر علم کی وجہ سے محمد حسین اس قابل ہے کہ اس کو کوئی مرتبہ دیا جائے یا نہ

شعر (۱۱۵) قوله۔ پس اکی نظم نکر۔ فات بنظمہ کا ترجمہ ملا خطہ ہو

یہ بات ہی ہے۔ اور ہمارے ہمزہ سے بدلنا بھی جائز ہے +

وان یاتنی اصبحة کاساً من البهک
 اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسی صبح ہدایت کا پیالہ پاؤں گا
 فاحضرة للاضلاع ان کان یقدم
 پس آگے لکھنے کیلئے حاضر کر اگر وہ لکھنے کیلئے طاقت رکھتا ہے
 اذاما ابتلاه الله بالارض من خطه
 جب خدا نے بیزاری کے طور پر ان کو زمین لکھنے میں دی
 بلائ قالوا مکرم ومهتر
 تو مخالفوں نے کہا کہ اس کی بڑی عزت ہے

اقول - ترجمہ کے الفاظ "پس اس کی نظم سنکر" نہیں بلکہ "پس اس کی نظم پیش کر" ہیں۔ کاتب نے "پیش کر" کی جگہ "سن کر" لکھ دیا ہے +
قوله - خود ہی بحر طویل میں شکار ہو گئے +

اقول - اگر آپ میں ذرہ بھی شرم و حیا کا مادہ ہوتا تو ایسی بات کبھی نہ کہہ سکتے کیونکہ جو شخص اس قدر جاہل ہو کہ ایک بالکل سبب سے سادے وزن والے قصیدہ کے پہلے ہی شعر کے وزن کرنے میں ایسی ٹھوکر کھاتا ہے جو علم عروض سے واقفیت رکھنے والے سے تو کجا ایک عامی شخص سے بھی متصور نہیں وہ ایک ایسے شخص پر جس کے معارضہ سے دنیا بھر کے تمام مدعیان علم و کمال عاجز اور اس کے مقابلہ میں مبہوت ہو چکے ہیں اعتراض کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ یہ جرات آپ ہی نے دکھائی ہے کہ باوجود اس قدر جہالت کے تنقید کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور یہ تو یہ ہے کہ آپ پر اس بات کی وجہ سے کوئی ملامت بھی نہیں آ سکتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا لم تستم فاصنع ما شئت۔ (بیجا باش و ہرچہ خواہی کن) +

شعر (۱۱۷) قوله - اولاً: سخط لفظ صحیح نہ سخطہ +

اقول - صحیح بخاری شریف کا پہلا ہی باب (بدء الوحي) دیکھئے جس میں آیا ہے "قال فهل يرتد احد منهم سخطه لدینه بعثنا ان یحییٰ من نبینہ"

افسوس آپ کی جہالت نے آپ کو کن کن رسوائیوں کا مرجع بنایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صحیح بخاری کبھی کھول کر بھی نہیں دیکھی۔ اگر حدیث پر آپ کو اعتماد نہ ہو تو لسان العرب جلد ۹ صفحہ ۱۸۴ ہی کھول کر دیکھ لیجئے +

اگر کچھ ہی شرم و حیا سے حضور اٹھتا ہو تو

وما العزَّ إلا بالتَّوَعُّعِ والتَّقَيُّ ۝۱۸ وَبُعْدِ الدُّنْيَا وَقَلْبِ مَطَهَّرِ

وہ عزت تو ریزگاروں کے ساتھ ہوتی ہے اور دنیا سے علیحدہ ہوتے اور دل پاک کرتے ہیں

وان حیات الغافلین لذلة ۱۱۹ فسل قلبه زاد الصفا وتکدر

اور غفلت کی زندگی ایک ذلت ہے

اذا نحن بارزنا فابن حسينكم ۱۲۰ وان كنت نحمدك فاعلمن واخبر

اور اگر تو اُسکی تعریف کرتا ہے پس اُس کو خبر دے

قولہ۔ ثانیاً مرزا صاحب نے جس دلیل سے مذکور شروع قصیدہ میں منصرف

کھائے۔ اس پر سے لائن بھی منصرف ہوگا +

اقول۔ اس فہر کا (جو حال ہی میں آباد کیا گیا ہے) لائٹل صاحب ایک انگریز

اس کے نام پر نام رکھا گیا ہے۔ سو چونکہ یہ لفظ عجبی (انگریزی زبان کا) علم ہے اس لئے

غزوہ و فتنہ میں یہ مخالف اسکے لفظ مد کے ساتھ جو قرآن میں ہے وہ اسے عربی ثابت کر

غیر منصرف ہے۔ برخلاف اس کے لفظ مد کے ساتھ جو فرایا بن ہیں وہ کے عربی نام بنو

رہے ہیں جیسا کہ مطلع کے ذیل میں بتایا جا چکا ہے :

شعر (۱۱۸) تولد عیب اقوام ہے +

اقول۔ لفظ مظهر اسجگہ صفت مقطوع واقع ہے جیسا کہ الحمد للہ الحمید میں

(دیکھو رسالہ اوضح المسائل فصل حذف المبتدأ والخبر) پس کوئی اقواء نہیں ہے۔ اور اگر اقواء

میں نے انہیں کہی اور انہیں نے (مفصل) دیکھو یہ ذیل شعر ہے) †

ہو مہی نوید لوی عیسیٰ ہیں ہے (سلسلہ دیوبند میں سفر) ۴

قولہ: ترجمہ اور ادبیجے +

اقول۔ ترجمہ بالکل صحیح ہے۔ ہاں سو کا تباہی علیحدہ ہونے اور دل پانی

کرنے میں "کے بجائے" علیحدہ ہونے اور دل پاک کرتے ہیں " لکھا گیا جسے ایک مونی سے

طریقہ سادہ و آسان ہے جس سے ہر شخص سیکھ سکتا ہے۔

شعر (۱۱۹) قولہ - اولاً - حیۃ کا اعلیٰ صحیح یہ ہے نہ بتاؤ طویل +

یہ ایک مجموعی سہو کا تلب ہے جس کا ذکر کرنا ہی جائے شرم ہے :-

شاید تا کلامی بر ماضی بنی علی افتخ ہے اس میں عیب اصراف واجب الاقتنا ہے۔

قول۔ ہنسی نہیں بلکہ یہ مرشد ہے جو الصفا پر معطوف ہے اس لئے مروع ہے پس

کون کا اصراف نہیں ہے +
 (۱۲۰) فقہ اہل - مصرعہ ثانیہ کا وزن فاسد ہے +

اراه کمن یثدی ویفنی ویقبر
دیکھتا ہوں اس کو مثل اس شخص کے جو کشتہ ہے اور گیا اور قبر

ولو شاء ربی کان ممن یبصر

اور اگر میرا خدا چاہتا تو وہ مجھے پہچان لیتا

کذلک وحی اللہ یدری ویحبر

اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے

له خافیات لا یراہا مفکر

۱۲۲۲ اس کے لئے پوشیدہ راز ہیں کہ کوئی فکر کر نیوالا انکو دیکھ نہیں

انحسبه حیاً وتالیہ انی

کیا تو اس کو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں

ولو شاء ربی کان یبغی ہدایتی

اور اگر میرا خدا چاہتا تو وہ ہدایت قبول کرتا

وما ان قنطنا والرجاء معظم

اور ہم اُس کے ایمان سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت

وان قضاء اللہ ما یخطئ الفتن

اور خدا کا حکم مرد راہ کو بھولتا نہیں

اقول۔ محمد میں برعایت وزن دال کو ساکن کیا گیا ہے پس وزن فاسد نہیں ہے +

قوله۔ اقوام ہے +

قول۔ یہ کوئی عیب نہیں (دیکھو ذیل شعر ۴) +

شعر (۱۲۲۲) قوله۔ یری سے اگر رویت عینی مراد ہے تو مفکر کا کام

تو فکر ہے نہ آنکھوں سے دیکھنا اور اگر افعال قلوب سے یری ہے تو اس کا دوسرا

مفعول جس کا ذکر ضروری ہے ندارد

اقول۔ افسوس آپ ایسے مشہور و معروف اور عام بتیل اور متداولی

لفظ کے معنی بھی نہیں جانتے۔ اور پھر رویت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حصہ نہیں

ملا ورنہ اعتراض کرنے سے پہلے کچھ دیکھ بھال ہی لیتے۔ سنئے تلج العروس شرح

قاموس میں لکھا ہے (الرؤیة) بالضم ادراك المرئی وذلك آضرِبُ الاول

(النظر بالعين) والثانی بالوهم والتخیل نحوادی ان زیداً منطلق والثالث

بالتفکر نحوانی اری مالاً ترون (و) الرابع (بالقلب) لے بالعقل وعلی

ذلك قوله تعلی ما کذب القواد مارای یعنی رویت کی چار قسمیں ہیں جن میں

سَعِيدٌ فَلَا يُنْسِبُهُ يَوْمَ مَقْدَرِ

سعيد ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا
وَيَأْتِي زَمَانَ الْمُرْشِدِ وَالذَّنْبِ يُغْفِرُ
اور رشید کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا

سَيُبْدِي لَكَ الرَّحْمَنُ مَقْسُومَ حَكِيمٍ

تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کرے گا
وَيُحْيِي بَايِدِي اِلَهٍ وَاللّٰهُ قَادِرٌ
اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائیگا اور خدا قادر ہے

سے تیسری قسم رویت یا تفکر ہے۔ انہی معنوں میں حضرت اقدس نے لایہی کی نسبت
المفکر کی طرف فرمائی ہے +

قوله۔ یروی کا املا غلط ہے +

اقول۔ املا بالکل درست اور صحیح ہے کیونکہ اس جگہ لفظ یروی کے ساتھ
ضمیر متصل آتی ہے۔ اس لئے الف کو بصورت یاء لکھنا بھی جائز ہے اور بصورت
الف لکھنا بھی۔ بلکہ بصورت الف لکھنا مختار ہے چنانچہ علامہ سیوطی جمع الجوامع
میں لکھتے ہیں ”وتنوب الياء عند الجمهور عن الف مختوم بها اسم او فعل
ثالثه مبدلة من ياء او رابعة فصاعداً مطلقاً ما لم تل ياء في غير يحيي علماً
قيل او غيره۔ فان وليها ضمير متصل او تاء فقولان“ اور جمع الموامع میں لکھتے
ہیں ”قال ابو حيان واختيار اصحابنا كتبه بالالف اذا اتصل به ضمير نصب
او خفض سواء كان ثلاثياً او ازيد“ (جلد ثانی ص ۲۴۲) یعنی جن الفاظ کے آخر
میں ایسا الف آتا ہے جو بصورت یاء لکھا جاتا ہے ان کے ساتھ اگر ضمیر متصل منصوب
یا مجرور آجائے تو جیسا کہ ابو حیان نے کہا ہے مختار مذہب یہی ہے کہ اسے الف کی
شکل میں ہی لکھا جائے +

قوله۔ مصرعہ اولیٰ ماخوذ ہے طرفہ بن العبد کے مصرعہ سے لعمرک ان

الموت ما اخطا الفتی +

اقول۔ یہ کوئی اخذ نہیں ہے نہ اسے کوئی عقلمند اخذ قرار دے سکتا ہے (دیکھو ذیل شعر)
نوٹ۔ شعر (۱۲۵) کے پہلے مصرع پر معترض صاحب نے اپنی تنقید متعلق

<p>نسيم الصبا تاقي بر يا يعطر اور نسيم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی وَمَنْ عَاشَ مِنْكُمْ بِرَهَةٍ فَسَيَنْظُرْ اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا كَلَامٌ مِنَ الْمَوْلَى وَوَجِيءٌ مَطْمَهِرٌ یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے اَرَيْتُ وَمَنْ اَمَرَ الْقَضَا اَتَحْيِرُ بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا اور میں اس سے حیران ہوں عَجِبْتُ عِنْدَ اللَّهِ تَهْنِئَةً وَالْأَمِيرُ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے</p>	<p>فَيَسْقُونَ مَاءَ الطَّهَارَةِ وَالْقِيَّةِ پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے وَاِنْ كَلَامِي صَادِقٌ قَوْلُ خَالِقِي اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے اَتَعْجَبُ مِنْ هَذَا اَفَلَا تَعْجَبُ مِنْ لَهْ کیا تو ہنس سے تعجب کرے گا پس کچھ تعجب نہ کر وَمَا قُلْتُهُ مِنْ عِنْدِ نَفْسِي كِرَامِ اور میں نے اپنے ہی دل سے اسکل سے بات نہیں کی اَقْلَبُ حَسْبِيْنَ يَهْتَدِي مِنْ لُطْفِهِ کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا یہ کون گمان کر سکتا ہے</p>
--	--

شعر ۹ کے ضمن میں اخذ کا اعتراض کیا ہے جس کا جواب وہیں دیا جا چکا ہے +
 ثانیہ ہے۔ پورا شعروں ہے۔

اذا قامت اتضوع المسك منها نسيم الصبا جائت برياء القنفل
 اقول۔ صریح تفسیر ہے نہ اخذ (سرقہ) (تفصیل کیلئے دیکھو ذیل شعر ۹)
 قوله۔ اخذ میں کوئی بات بھی نہیں ہے +
 اقول۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے یہ اخذ نہیں بلکہ تفسیر ہے اور تفسیر
 بھی نہایت اعلیٰ صورت میں۔ کیونکہ امر القیس کے شعر میں جس لطیف اور خوشبو کو
 ساتھ لانے والی ہوا کا ذکر ہے اسکی طرف اشارہ کر کے حضرت اقدسؑ نے اسے پانی کو
 مصفیٰ اور معطر کرنے والی بتایا ہے۔ گویا اصل مقصود تو پانی کی وصف بیان کرنا ہے
 جیسا کہ کعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں +
 شبت بدی شیم من ماء محبته صاف بالطر افطه وهو مشمول

ثلاثة اشخاص به قدر ايتهم ۱۳۲ ومنهم الى بخش فاسمع وذكر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں

لَعَنَكَ ذُنَادُونَ ذَنْبٍ مَاحِمٍ

تیری قسم کہ مجھے بغیر گناہ کے ان کے نیروں کا مزہ چکھا

متی ذکر و ایختم قلبی بذكرهم

جب وہ ذکر کئے جاتے ہیں تو میرا دل غمناک ہو جاتا ہے

ارضعت من غول الفلایا ابا الوفا

کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا ہے شاعر اللہ

ایک ان میں سے الہی بخش کو ٹھٹھٹانی ہے پس میں اور سناؤ

فما سترنا الا دعاء یکرر

پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں

بماکان وقت بالملقات نبشراً

کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایک دن ہم ملاقات سے خوش ہوئے تھے

فمالک لا تخشی ولا تفکر

پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے

مگر جس ہوا کے ساتھ کعب رضی اللہ عنہ نے پانی کی تعریف کی ہے اس کے مقابلہ میں حضرت
اقدس نے اس ہوا کے ساتھ پانی کی تعریف کی ہے جس کا ذکر امیر القیس اپنے شعر میں کرتا ہے

قوله ثانیاً الریاء مؤنث ہے الریاء الرائحة الطيبة تعطر چاہیے +

اقول - انسوسر سے کہ ترجمہ کی جو دگر گئی ہے اس شعر کے سنے

بلکہ لفظ نسیم کی طرف راجع ہے جو مذکر ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر جرجانی دلائل الاعجاز

میں یہ شعر لائے ہیں جو لفظ نسیم کے مذکر ہونے پر شاہد ہے ۵

بارض تنوفة للربح فیہا نسیم لا یروع الترب وان

دو تائی کو بصفیہ مؤنث اس لئے لایا گیا ہے کہ لفظ نسیم کا مضاف الیہ مؤنث ہے جس کے

اعتبار سے نسیم مذکر کی طرف مؤنث کی ضمیر راجع ہو سکتی ہے (دیکھو ذیل شعر ۶۹) اور اگر خیال آئے

بیطر کی ضمیر فاعل ریا کی طرف راجع مانی جائے تو بھی اس کے لئے مذکر کا صیغہ آ سکتا ہے

کیونکہ اس کے معنی طیب رائحہ کے ہیں (ریا کل شئ طیب رائحہ) لسان العرب اور یہ ظاہر

ہے کہ طیب مذکر ہے نہ مؤنث۔ پس جس طرح معنی کے اعتبار سے بتاویل رائحہ اسے مؤنث

قرار دیا جاسکتا ہے اسی طرح بتاویل طیب اسے مذکر کا حکم دینا بھی جائز و درست (منفصل دیکھو ذیل شعر)

شعر (۱۳۳) قولہ - عیب اقوار ہے +

ترکتہ سبیل الحق والخیر والجمال
وہم تہمدونہ والعدل اللہ ینظر

تم سب کو پھوڑ دیا
اور عدل سے باہر ہو گئے اور اللہ دیکھتا ہے

وکیف تری نفس حقیقہ وحینا
بصر علی کذب وبالسوء یجھر

ایسا آدمی ہماری وحی کی حقیقت کیا جانتا ہے
جو جھوٹ پر اصرار کرتا ہے اور کھلی بدگوئی کرتا ہے

وان کنت کذابا کما ہو زعمکم
فکیدوا جمیعاً لی ولا تستأخروا

اور اگر میں تمہارے نزدیک جھوٹا ہوں
تو میری بربادی کے لئے تم سب کو شش کرو اور پیچھے ہٹو

اقول - یہ کوئی عیب نہیں (دیکھو ذیل شعر ۱۳۷) *

شعر (۱۳۷) قولہ - نفس مؤنث ہے نصر و تجھر چاہیے *

اقول - یہ قاعدہ آپ لوگوں کو واذا قتلتم نفساً فادارء تصفیہا واللہ مخرج

ماکنتم تکتون۔ فقلنا اضربوه ببعضہا میں اضربوہ کی ضمیر منصوب کو نفسا کی

طرف راجع قرار دیتے ہوئے کیوں بھول جاتا ہے *

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ عربی زبان میں یہ بھی ایک اسلوب کلام ہے کہ ایک لفظ

کو اس کے مقصود اور معنی پر محمول کر لیا جاتا ہے گویا ہر لفظ کا حکم اس مقصود کے حکم

کے مخالف ہو جیسے فرمایا ووفیت کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ کسبت

میں تو لفظ (نفس) کی رعایت کی گئی اور لا یظلمون میں اصل مقصود اور لفظ

کل کی رعایت کی گئی (دیکھو یہ ذیل شعر ۱۳۸) *

شعر (۱۳۸) قولہ - مصرعہ ثانیہ کا وزن فاسد ہے ہاں تتاخر اگر اس کی

جگہ ہو تو وزن صحیح ہوگا *

اقول - اولاً بزحاف تحقیق بہ وزن بالکل درست ہے۔ ثانیاً یہ بھی قرین

قیاس ہے کہ یہ سہو کاتب ہو جس کا قرینہ یہ ہے کہ اصل کتاب میں کاتب یا سنگسار

کی غلطی کی وجہ سے یہ لفظ تتاخر اور تستاخر کے کچھ بین بین صورت میں لکھا ہوا ہے

یعنی تستاخر ہونے کی صورت میں جتنے شے چاہیے تھے اس سے کم ہیں اور تتاخر

اتنكرها فاسمع واني مذكرو

کھیا تو انکار کرتا ہے پس سن رکھ اور میں یاد دلاتا ہوں

بست تو هين فربى سيقهر

کالی اور تو ہین سے پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائے گا

وانت ترى قلبى وعزى وتبصر

اور تو میرے دل کو اور میرے قصد کو دیکھ رہا ہے

وما انا الا مثل ذرق يعفر

اور میں نہیں ہوں مگر ایک سرگین کی طرح جو خاک میں ملا جاتا ہے

وان ضيائى يبلغ الارض كلها

اور میری روشنی دنیا میں پھیل جائے گی

عقرت بمدى صبحتى يا ابا الوفا

اے شہداء اللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو پہنچایا

جلالك ربى اتبعنى لاجلالتي

اے میرے خداوند میں تیرا جلال چاہتا ہوں نہ اپنی بزرگی

ليك ارد محمدى ردت كلها

میں تیری طرف ان تمام تعریفوں کو رد کرتا ہوں جن میں قصداً کرتا ہوں

کے لئے زیادہ۔ سو چونکہ موجودہ صورت لفظ دونوں باتوں کی محتمل ہے اور وزن لفظ

تتاخر زیادہ چسپان ہوتا ہے۔ اس لئے اقرب الی القياس ہے کہ یہ لفظ تتاخر ہی

ہو اور سو کاتب سے ایک شعثہ زائد پڑ گیا ہو +

شعر (۱۴۰) قوله کیا مرزا صاحب کا خدا پہلے سے مغلوب ہے جو بعد میں

غالب ہوگا +

اقول۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی

فلیعلمن الذین امنوا ولیعلمن المنافقین سنفرع لکم ایہا الثقلان۔ پس

کیا آپ کے نزدیک قرآن کریم کا خدا (جل مجدہ و تعالیٰ شانہ) مغلوب اور جاہل ہے

اور اگر قرآن کریم کی ان آیات سے یہ نتیجہ فاسدہ نہیں نکل سکتا تو پھر سیقہر سے مطلب

کیونکہ کل سکتا ہے۔ کیوں آپ خوف خدا سے کام نہیں لیتے۔ اور اُسے بھلا کر دھوکہ دہی

کے ساتھ لوگوں کو بہکا رہے ہیں +

شعر (۱۴۲) قوله۔ اولاً۔ وزن فاسد تفعیل الیاء (فعولن) اس ردی

(مفاعلتن) +

وقالوا علیٰ الحسین فضل نفسہ **اقول نعم والله ربی سیظہر**

اور انھوں نے کہا کہ اس شخص نے اہم نام اپنے تئیں اچھا کیا
میں کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا
لو کنت کذا ابالما کنت بعدہ **اقول** یہودی ومن یتنصر
اور اگر میں جھوٹا ہوتا تو پھر اس کے بعد
میں ایک یہودی اور مرتد نصرانی کی مانند بھی نہ ہوتا

اقول - محامد کا یم اول برعایت وزن اس جگہ ساکن کیا گیا ہے
وزن درست اور صحیح ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۱۲۳)
قوله - ثانیاً۔ ردت کا ترجمہ میں قصد کرتا ہوں غلط ہے صحیح ترجمہ یوں ہے
”میں نے طلب کیا“

اقول - ترجمہ بالکل درست ہے کیونکہ مقصود اور مطلوب یا قصد اور طلب
ایک دوسرے کی جگہ لائے جاسکتے ہیں۔ اور چونکہ ردت اس جگہ حال واقع ہوا ہے
جن سے مضارع کے معنی استفاد ہوتے ہیں اس لئے اس کا ترجمہ مضارع کے
جیسے میں کیا گیا ہے

شعر (۱۲۴) قوله - اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ جھوٹا نہیں
اس لئے یہودی اور نصرانی ہوں۔ اور یہ اس لئے کہ حرف کو جو شرط کے لئے ہے
وہ اگر ماضی پر آئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جزاء نہیں پائی گئی کیونکہ شرط نہ تھی

اقول - معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ نے کبھی قرآن کریم کو کھول کر دیکھا بھی نہیں
یا آپ درپردہ اس کے مکذب اور چوروں کی طرح چھپ چھپ کر اس پر حملے کرنے
والوں میں سے ہیں۔ ورنہ آپ ایسے اعتراضات حضرت اقدس کے کلام پر نہ کرتے۔
جنہیں اگر درست مانا جائے تو قرآن کریم پر زد پڑتی ہے۔ یہ طریق بیان جیسے آپ کا
اعتراض ہے اور جسے نہ سمجھنے کی وجہ سے آپ نے اس سے غلط اور سراسر غلط نتیجہ
نکالا ہے قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے اور حدیث شریف میں بھی اس کی مثالیں
کثرت سے ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر میں اس جگہ چند آیات و احادیث درج کرتا ہوں

جن میں اس حرف لو کا استعمال بعینہ اسی طریق پر ہوا ہے جیسا کہ حضرت
افدش نے اپنے اس کلام میں اسے استعمال فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے +

(۱) ولوان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر یلہ من بعدہ سبعة اجھر
ما نقتل کلمت اللہ۔ (تھمن ع ۳) (۳) ولواننا نزلنا الیہم المثلثکة
وکلمہم الموقی وحشرنا علیہ کل شیء قبل اما کانوا الیومینوا الا ان یشاء اللہ
(انعام ع ۱۴) (۴) ان تدعوہم لا یسمعون دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم
(فاطر ع ۲) (۵) ولونزلنا علی بعض الاعجمین فقرہ علیہم ما کانوا بہ
مؤمنین (شعراء ع ۱۱) (۶) لوخرجوا فیکم ما زادکم الا خبالا (توبہ ع ۷)
(۷) ان الذین کفروا لو ان لهم ما فی الارض جمیعا ومثله معہ لیفتدوا
بہ من عذاب یوم القیامة بما تقبل منهم (مائہ ع ۶) (۸) ولوانا لکتبتا
علیہم ان اقتلوا انفسکم اداخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منهم
(نساء ع ۵) (۹) ولوکانوا فیکم ما قاتلوا الا قلیلا (احزاب ع ۲) (۱۰) ولو
علم اللہ فیہم خیرا لاسمعہم ولواسمعہم لتولوا وھم معرضون (انفال ع)
(۱۱) ولونزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوه بایدیہم لقال الذین
کفروا ان هذا الا سحر مبین (انعام ع ۱) +

اب چند حدیثیں بھی سن لیجئے جن میں لو کا استعمال ٹھیک اسی طور پر ہوا ہے
جس پر آپ کا اعتراض ہے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو لم تکن ربیبتی فی حجری ما حدثت لی
(۲) لو ان رجلا اطلع علیک بغیر ذنک فخذ فته بحصاة ففقات عینہ ما
کان علیک من جناح۔ (۳) لو قلت لوجبت ولما استطعتم (۴) لو دخلوها
ما خرجوا منها ابدا (۵) لو دعیت الی کراع لاجبت ولو اھدی الی ذراع
لقبلیت (۶) لو ان اھل عمان اتیت ما سبوك ولا ضربوك (۷) لو کان الایمان

معلقاً بالشرا لئلا له رجل من فارس (۸) لو كان لابن آدم واديان من ذهب لا تبغى لهما ثالثاً (۹) لو كان لي مثل احد ذهباً لسترني ان لا يمر عليه ثلث ليل وعندي منه شيء (۱۰) نعم الرجل عبد الله (ابن عمر بن الخطاب رضي الله عنهما) لو كان يصلي من الليل

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے لو طلعت ما وجدنا غافلين۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لو كشف الغطاء ما ازدت يقيناً اب چند امثله مختصره اہل فن بھی سن لیجئے (۱) لو كان هذا انسانا كان جيو (۲) لو قام زيد لما اعجبني قيامه (۳) لو اساء الى لما قابضته (۴) لو اساء الى لا اكرمه اكراما كثيراً (۵) لو اتيت فلاناً لما اساء الى

علامہ ہبساؤ الدین سبکی نے عروس الافراح میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اسی کے ذیل میں وہ لکھتا ہے ”قد اشكلت هذه المواضع على الشلوبين من النجاة وعلى الحنفية شامی من الاصوليين حتى ادعى ان لو لمجرد الربط وعلى ابن عصفور حتى ادعى انها فيها بمعنى ان وادعى جماعة ان الجواب لا يمنع حذف واجاب القراني بان لو كما تاتي للربط تاتي لقطع الربط فتكون جواباً للسؤال محقق او متوهم وقع فيه قطع الربط فتقطع انت لاعتقادك بطلان ذلك كما لو قال القائل لو لم يكن هذا ذو جالم يرث فتقول لو لم يكن زوجاً لم يحرم الارث لے لكونه ابن عم وادعى ان هذا الجواب خير من ادعاء ان لو بمعنى ان لسلامته من ادعاء النقل ومن حذف الجواب“ (جلد ثانی صفحہ ۷۲ و ۷۳) د

اور علامہ ابن ہشام مغنی میں حرف لو کی بحث میں لکھتے ہیں۔ والثانی انها تفيد امتناع الشرط و امتناع الجواب جميعاً وهذا هو القول المجاری على السنة المعربين ونصر عليه جماعة من النحويين وهو باطل بمواضع كثيرة منها قوله تعالى۔ ولواننا نزلنا عليهم المسككة وكلمهم الموتى وحشرنا عليهم

كل شئ قبل ما كانوا ليومنوا + ولوان ما في الارض من شجرة اقلام والبحر
 يمد من بعده سبعة ابحر ما نفذت كلمت الله - وقول عمر رضي الله
 نعم العبد صهيب لو لم يخف الله لم يعصه - وبياحه ان كل شئ امتنع بثبوت
 نفسه فاذا امتنع ما قام ثبت قام وبالعكس - وعلى هذا فيلزم على هذا
 القول في الآية الاولى ثبوت ايمانهم مع عدم نزول المسلا ثكة وتكليم الموقفي
 لهم وحشر كل شئ عليهم وفي الثانية نفاد الكلمات مع عدم كون كل ما في
 الارض من شجرة اقلاما ما تكتب الكلمات وكون البحر الاعظم بمنزلة الدواة
 وكون السبعة الابحر جمموعة ممددا وهي تمد ذلك البحر - ويلزم في الاثر
 ثبوت المعصية مع ثبوت الخوف وكل ذلك عكس المراد (ترجمہ) دوم
 یہ کہ کو شرط اور جواب دونوں کی نفی کرتا ہے اور یہ وہ بات ہے جو نحو یوں کی
 زبانوں پر جاری ہے اور نجات کی ایک جماعت نے اسے بیان کیا ہے لیکن یہ
 قاعدہ بہت سے مواقع پر ٹوٹ جاتا ہے مثلاً آیت ولو اننا نزلنا - ولوان ما
 فی الارض - اور حضرت عمرؓ کا یہ قول نعم العبد صہیب الخ جن میں اس کے
 یہ سمجھنے کرنے سے مطلب بالکل برعکس ہو جاتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس
 چیز کی نفی کی جائے تو اس کی جگہ اس کا خلاف ثابت ہو جاتا ہے جیسے مثلاً کسی شخص
 کے متعلق کہتا نہ ہونے کی نفی کی جائے تو اس کے معنی یہ ہونے کہ وہ کھڑا ہے
 اور اسی طرح اس کا عکس ہے - پس اس طور پر اس قول سے لازم آئے گا کہ پہلی
 آیت کفار کا ایمان لانے میں ایسے نشانوں کا محتاج نہ ہونا بلکہ اس کے بغیر ہی
 ایمان لانا بتاتی ہے اور دوسری آیت یہ بتاتی ہے کہ چونکہ اشجار کے اقلام نہیں
 بنے اور سمندر سیاہی نہیں بنے اس لئے کلمات اللہ ختم ہو گئے اور حضرت عمرؓ
 کے قول کا یہ مطلب ہو گا کہ چونکہ اس نے خدا کے خوف سے کام لیا ہے - اس لئے
 اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے حالانکہ یہ تینوں معنی سراسر باطل اور خلاف
 مراد ہیں ✽

ولكن من امر ربي خليفة ۱۴۵ مسيح سمعتم وعدا فتفكروا

مگر میں اپنے خدا کے حکم سے خلیفہ

فما شان موعود و ما فيه عندكم ۱۴۶ من القول قول نبينا قد بروا

پس سچ موعود کی کیا شان ہے اور تمہارے پاس اس کے باریں

بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا قول ہے

حديث صحيح عندكم تقرؤنه

تمہارے پاس ایک صحیح حدیث ہے جس کو تم پڑھتے ہو

فلا تکتوما ما تعلمون و اظهروا

پس جو کچھ تم جانتے ہو اس کو پوشیدہ مت کرو اور ظاہر کرو

اس کام تحقیق سے ظاہر ہے کہ آپ کے اس اعتراض کا اصل نشانہ قرآن کریم اور احادیث ہیں

کاش آپ اس گڑھے میں گرنے سے پہلے اپنی آنکھوں پر جہل و عناد کی پٹی اتار لیتے +

سنیے اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں منقری ہوتا تو یہودی اور نصرانی سے بدتر ہوتا

لیکن چونکہ میں نے افتراء نہیں کیا۔ اس لئے میں ان سے بدتر نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ

کی طرف سے خلیفہ ہوں۔ جیسا کہ اس کے بعد کے شعر سے ظاہر ہے +

شعر (۱۴۵) قولہ اگر موعود کی ضمیر کا مرجع مسیح ہے تو مسیح موعود ہے نہ وعدہ

کرنے والا +

اقول مصدر جس طرح فاعل کی طرف مضاف ہو سکتی ہے اسی طرح مفعول کی طرف بھی

مضاف ہو سکتی ہے جیسے سورہ روم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہم من بعد غلبهم سيفعلون

اور جیسے فرمایا حج البيت من استطاع اليه سبيلا۔ اسی طور پر اس شعر میں مصدر (وعدہ)

اپنے مفعول بہ (ضمیر راجع الی المسیح الموعود) کی طرف مضاف ہوئی ہے۔ جیسا کہ ترجمہ سے

بھی ظاہر ہے اگر اس موقع پر آپ "خشيته الله" سے کام لیتے تو یہ ٹھوکر نہ کھاتے مگر آپ کے نزدیک

تو "خشيته الله" جائز ہی نہیں (دیکھو اعتراض متعلقہ شعر ۸۱) پس آپ اس سے کیونکر کام لے

سکتے تھے۔ آپ تو اس لفظ کو اپنی زبان پر لانا بھی جائز نہیں جتنے بجز اس صورت کے کہ آپ اللہ

خدا تعالیٰ کو ڈرے۔ والا قرار دیں تعالیٰ الله عن ذلك علوا كبيرا۔ اعوذ بالله ان اكون من الجاهلین

شعر (۱۴۶) قولہ۔ بے وزن ہے +

۱۴۸	ومن یقنن شہادۃ کان عنده	فسوف یری تعذیب نامر تسعرا
اور جو شخص اس گواہی کو پوشیدہ کرے جو اس کے پاس ہے		پس عنقریب وہ آگ کا عذاب دیکھے گا جو خوب بھڑکانی جائیگی
۱۴۹	فلا تجعلوا الذبا علیکم عقوبۃ	ورع یا شاکر اللہ فوقک شرور
پس تم جھوٹ کو اپنے لئے وبال کا ذریعہ مت ٹھہراؤ		اور اے شاکر اللہ تو جھوٹ بولنا جھوڑ دے

اقول - پندین کے نون اول کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے پس وزن بالکل درست ہے (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۱۴۸) +

شعر (۱۴۸) **قولہ** - اولاً بے وزن +

اقول - وزن بالکل درست ہے کیونکہ شہادۃ کے شین کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے (دیکھو ذیل شعر ۱۴۸) +

قولہ - ثانیاً کان میں ضمیر مذکر ہے جو شہادۃ مؤنث کی طرف پھیری گئی ہے +

اقول - شہادۃ مصدر ہے جس میں تذکیر و تانیث ہر دو امر جائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ پس آپ کا یہ اعتراض قرآن کریم پر ہے +

شعر (۱۴۹) **قولہ** - اگر ذال کو کذباً میں ساکن پڑھیں تو وزن صحیح لفظ غلط اور متحرک پڑھیں تو لفظ صحیح وزن فاسد ہوگا +

اقول - اول تو کذب کی مصدر کذب بھی ہے اور کذب بھی۔ کیا اچھا ہوتا اگر آپ نے کوئی چھوٹی سے چھوٹی کتاب لغت ہی دیکھ لی ہوتی۔ اور نہیں تو منتخب اللغات ہی دیکھ لیتے جو فارسی زبان میں ایک سہل العبارة چھوٹی سی کتاب ہے جس میں لکھا ہے۔ "کذب بالكسر وبالفتح وکسر ذال دروع گفتن ودروغ" اور اگر بطور فرض محال یہی تسلیم کر لیا جائے کہ فعل کے وزن پر یہ مصدر نہیں آتی تو بھی اسے قیاساً اس وزن پر لایا جاسکتا تھا کیونکہ یہ قاعدہ مطرودہ ہے کہ جو کلمہ فعل کے وزن پر ہو اسے فعل کے کرنا بھی جائز ہوتا ہے جسے ادنیٰ طالب علم بھی جانتے ہیں چنانچہ فصول اکبریٰ میں لکھا ہے

<p>تَرْكْتَ طَرِيقَ كِرَامٍ قَوْمٍ وَخَلَقَهُمْ تو نے شریفوں کے خلق اور طریق کو چھوڑ دیا</p> <p>وَشَتَّانَ مَا بَيْنَ الْكَرَامِ وَبَيْنَكُمْ اور کہاں شریف اور کہاں تم لوگ</p> <p>تَرْكْنَاكَ حَتَّى قِيلَ لَا يَعْرِفُ الْقَلِيلُ پہننے تو تجھے چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ تم لوگ کہتے تھے کہ اب کیوں کچھ</p>	<p>۱۵۰. هَجَوْتُ بِمَدٍّ عَامِدًا التَّخَفُّرُ اور تو نے موضع مد میں قصد ہماری ہجو کی تا تو تخفیر کر</p> <p>وَأَنَّ الْقِتْلَةَ يَخْشَى الْحَسِبُ وَيُحْذِرُ اور نیک انسان خدا سے ڈرتا ہے اور بدی پر سیر کرتا ہے</p> <p>۱۵۱. فَجَنَّتْ خَصِيْبًا أَيُّهَا الْمُسْتَكْبِرُ الکھتے نہیں۔ پس تو خود مقابلہ کے لئے آیا ہے اے متکبر</p>
--	--

”رواست در کتف کتف کتف و در فخذ فخذ فخذ فخذ“

شعر (۱۵۰) قولہ - اولاً مصرعہ اولی بے وزن ہے +

اقول - وزن بالکل درست ہے کیونکہ کرام کے کاف کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے (دیکھو ذیل شعر ۱۵۱) +

قولہ - ثانیاً - لتحقراً ہوگا عیب اصراف واجب الاجتناب ہے +

اقول - اس کے متعلق شعر ۱۵۱ کے ذیل میں کافی بحث کی جا چکی ہے اس کی

طرف رجوع کریں +

شعر (۱۵۲) قولہ - بے وزن ہے المتکبر کیے وزن اور معنی دونوں درست

ہو جائیں گے +

اقول - (۱) بزحاف تحقیق وزن بالکل درست ہے (ب) متکبر کا لفظ عام ہے

جو حمد اور ذم دونوں کے لئے آ سکتا ہے لیکن مستکبر ہمیشہ ذم کے لئے ہی استعمال

ہوتا ہے مدح یا حمد کے لئے کبھی استعمال نہیں ہو سکتا اور اس کے معنی ہیں ”ضد کے

ساتھ حق کے قبول کرنے سے رکاوٹ رکھنا“ چنانچہ لسان العرب میں ہے ”الاستکبار

الامتناع عن قبول الحق معاندة وتکبرا“ اس لئے یہاں لفظ متکبر کا لانا ہی

انطباق ہے۔ علاوہ اس کے چونکہ استکبار تشتمل معنی تحری و طلب ہے اور مقتضی

مقام یہی معنی ہے۔ اس لئے یہی لفظ اس جگہ چسپان ہو سکتا ہے +

۱۵۳	وَتَلْعَنُ مِنْ هُوَ مُرْسِلٌ وَمَوْقِرٌ	۱۵۳	اَلَا اِنَّهَا اللَّعَانُ مَا لَكَ تَهَجُّرًا
اور تو اُسے لعنت کر رہا ہے جو خدا کا فرستادہ اور خدا کی طرف سے عزت یافتہ			لے لعنت کرنے والے تجھے کیا ہو گیا کہ بیہودہ تک رہا
۱۵۴	وَكُلُّ امْرِءٍ مِنْ قَوْلِهِ يَسْتَفْسِدُ	۱۵۴	شَتَمَتْ وَمَا تَدْرِي حَقِيقَتَهَا
اور ہر ایک انسان اپنے قول سے پوچھا جائے گا			تو نے مجھے گالیاں دیں اور میرا حال تجھے معلوم نہیں
۱۵۵	وَلَكِنْ عَلَيَّ مَا تَفْتَرِي لَا نَصِيْبَ	۱۵۵	صَبْرًا عَلَيَّ سَبِّهِ اَذِيْتَنَا
لیکن وہ جو تو نے ہم پر افترا کیا اس پر ہم صبر نہیں کر سکتے			ہم نے ان گالیوں پر صبر کیا جسکے ساتھ تو نے ہمارا دل دکھایا
۱۵۶	فَلَا تَهْلِكُوا مَسْتَعْجِلِينَ وَفُكْرًا	۱۵۶	وَوَاللّٰهِ اِنِّي صَادِقٌ لِّسْتَكْذَابًا
پس تم جلدی کر کے ہلاک مت ہو اور خوب سوچ لو			اور خدا کی قسم کہ میں صادق ہوں کاذب نہیں ہوں
۱۵۷	عِدَاوَةِ قَوْمٍ كَذَّبُوْنِي وَكَفَرُوا	۱۵۷	وَلَوْ كُنْتُ كَذَّابًا شَقِيًّا لَضَرَبْتَنِي
جنہوں نے دشمنی سے مجھے جھٹلایا اور کافر قرار دیا			اور اگر میں جھوٹا بدبخت ہوتا تو ضرور مجھے ان لوگوں سے نقصان پہنچتا

شعر (۱۵۳) قولہ - وزن فاسد ہے +
 اقول - ہو کی واو کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے پس وزن بالکل درست ہے (دیکھو ذیل شعر) +
 شعر (۱۵۴) قولہ - وزن صحیح نہیں +
 اقول - بزحاف تحقیق وزن بالکل درست ہے +
 شعر (۱۵۵) قولہ - دونوں مصرعے وزن سے +
 اقول - وزن بالکل درست ہے کیونکہ پہلے مصرع کا آخری ہمزہ مجتنب ہے۔
 اور دوسرے مصرع کا آخری لفظ نصیر، نہیں بلکہ نصیر (فعل مضارع مجہول از باب تفصیل) ہے جس پر شعر ۹۳ کے ذیل میں بحث کی جا چکی ہے +
 شعر (۱۵۶) قولہ - کیا مرزا صاحب نے تاریخ ملاحظہ نہیں فرمائی - ہم سے سو حضرت آپ سے پہلے بہت سے جھوٹے گذرے ہیں اور اہل اللہ نے ان سے مخالفت کی عداوت کی مگر ان کے سر میں درو بھی نہ تھا +

اقول۔ تعجب ہے کہ آپ لوگ مسلمان کہلاتے ہوئے کس طرح قرآن کریم کی نصو
کو ردی کی طرح پھینکتے اور حضرت مسیح موعودؑ کے وجود کو بہانہ بنا کر تمام انبیاء پر حملہ آور ہوتے
ہیں۔ قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کے پیچھے فرستادوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا معیار
صدقت بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنے والے تباہ و ہلاک کئے جاتے ہیں اور
ان کا استیصال کر کے ان کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے اور ایسے لوگ نہایت ناکامی
کی موت مرتے ہیں جیسا کہ فرمایا لا تفتروا علی اللہ کذباً فیستکمر بعداب وقد
خاب من افتری۔ (طہ ع ۲) یعنی اللہ پر افتراء نہ کرنا ورنہ وہ کوئی سخت عذاب بھیجے
تمہاری بیگنی کر دے گا اور جو افتراء کرتا ہے وہ ناکام رہتا ہے۔ لیکن صادقین کے ساتھ
یہ معاملہ نہیں کیا جاتا بلکہ وہ باوجود ہر طرح کی مخالفتوں کے دشمنوں کے ہاتھوں سے معصوم
اور بامراد رہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں۔ ان کان کبر علیکم
مقامی و تذکیری بآیت اللہ فعلی اللہ توکلت فاجمعوا امرکم و شاکم ثم لا
یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت جب
فرعون نے کہا کہ ذرونی اقتل موسیٰ و لیدع ربہ۔ تو اپنے بھی یہی جواب دیا کہ ایتی
عزت بری و ربکم من کل متکبر لا یؤمن بربکم من کل متکبر یعنی میں اپنے رب کی
پناہ میں آیا ہوں اس لئے خواہ تم ہو یا کوئی اور متکبر ایمان کوئی بھی نہ کرے تمہارا نہیں
پہنچا سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے دشمنوں کو حسب فرمان الہی یہ اعلان
سنا دیا تھا کہ ادعوا شراکم ثم کیدون ولا تنظرون ان ولی اللہ الذی نزل
الکتاب و هو یتولی الصالحین۔ یعنی تم پوری تیاری کے ساتھ جمع اپنے معبودان باطلہ
کے میرا مقابلہ کر کے دیکھو اور بالمقابل مجھے ذرہ بھی ہمت نہ دو پھر دیکھنا نتیجہ ہی نکلیگا
کہ میرا خدا مجھے اور میرے ساتھ کی جماعت صالحین کو بچائے گا اور آپ ہمارا ستولی
ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تمام مخالفوں کو پہلے سے ہی اپنے متعلق
یہ وعدہ الہی سنا دیا تھا کہ واللہ یعصمک من الناس اس قصیدہ اعجازیہ میں
بھی حضور فرماتے ہیں:-

وان كنت كذا باكما هو ذمكم فكيدوا جميعا الى ولا تستأخروا
 غرض اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہمیشہ شامل حال رہی
 ہے وہو ینقول الصالحین۔ اور بالمقابل جھوٹے مدعیوں کی بابت جو اللہ تعالیٰ پر
 افتراء کرنے والے ہوتے ہیں ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ انہیں
 زیادہ جہالت نہیں دیتا بلکہ جلد ہی ہلاک کر کے دنیا سے اٹھا لیتا ہے جیسا کہ فرمایا۔
 لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین فما
 منکم من احدٍ عنده حاجزین۔ اس دلیل کو توڑنے کے لئے شیطان لوگ ہمیشہ
 سر توڑ کوکوششیں کرتے رہے مگر کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے بھی اپنی صداقت کے ثبوت میں اس دلیل کو بڑے زور سے پیش کیا۔
 جسے توڑنے کے لئے لوگوں نے دو طرح سے کوششیں کیں۔ اول یہ کہ آپ کو
 قتل کرنے یا قتل کروانے کے لئے بڑے بڑے منصوبے کئے۔ دوم یہ کہ اس دلیل
 کے ابطال کے لئے ایسی نظیریں تلاش کرتے رہے جن سے یہ ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ
 ایسے مغتریوں کو لمبی جہالت بھی دے دیا کرتا ہے لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کے منہ
 کی باتیں جھوٹی نہیں نکل سکتیں اس لئے وہ ان دونوں قسم کی کوششوں میں ناکام
 رہے لیکن بائیں ہاتھ ایسے لوگ تکذیب سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے کہ مغترین
 علی اللہ کو لمبی جہالت ملتی رہی ہے سوا انہیں ملزم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سنہ ۱۹ء میں تمام مخالفین کو اور بالخصوص ہندوستان کے
 مشہور و معروف مدعیان علم و فضل کو (جسکے ساتھ آپ کے پیر مولوی محمد علی سابق سکریٹری
 ندوہ کو بھی نام لے کر دعوت دی گئی تھی) نام بنام مخاطب کر کے ایک لمبا اشتہار دیا۔
 جس میں اس معیار صداقت کو اچھی طرح واضح کر کے بیان فرمانے کے بعد آپ نے یہ
 عام اعلان فرمایا کہ ”اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ
 ہونے کا دعویٰ کرے اور کھٹکے کھٹکے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر
 باوجود مغتری ہونے کے برابر تئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وَشَآهَدَاتُ اَنْ اَلْقَوْمَ كَيْفَ تَذَاكُرُوْا ۝ اَعْلٰی وَكَيْفَ رَمَوْا سِهَامًا وَجَمْرًا ۝
اور تو نے دیکھ لیا کہ قوم نے کیسے سیر پر بلوے کئے اور کیسے انہوں نے تیرے پلے اور کیسے وہ ڈالی پرچے

ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیریں پیش کرنے والے کو بعد اس کے کہ مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے پاسور و سپہ نقد دیدو اور اگر ایسے لوگ کئی ہوں تو ان کا اختیار ہوگا کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کر لیں۔ اس اشتہار کے نکلنے کی تاریخ سے چند روز تک ان کو ہمت ہے کہ دنیا میں تلاش کر کے ایسی نظیریں پیش کریں۔

لیکن کسی کو جرات نہوئی کہ ایسی ایک ہی نظیر پیش کرتا کیا اس وقت تاریخ موجود نہ تھی اور اب بعد میں تیار ہو گئی ہے یا اس وقت آپ لوگوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ آج آپ کا ایسے ہذیانات سے کام لینا نہ صرف کمال درجہ کی بے حیائی و بے شرمی ہے بلکہ ساتھ ہی آپ اپنے پیر کو جاہل قرار دیتے ہیں۔

قوله۔ پہلا مصرعہ ماخوذ ہے (ایک شاعر) کے مصرعہ سے فلو کنت وغدا فی الرجل
اقول۔ آپ نے حضرت اقدس کے کلام کو جا بجا جس کلام سے ماخوذ بتایا ہے اور جسے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ ”استقدر مشہور اور شائع ہے کہ عرب کیا عجم کے بھی معمولی عربی پڑھنے والے بچوں کے نوک زبان پر ہے“ افسوس ہے کہ اس سے خود آپ استقدر بے خبر ہیں کہ اسی کے ایک شعر کا آپ حوالہ دیتے ہیں مگر معلوم آپ کو اتنا بھی نہیں کہ یہ شعر کہاں کا اور کس نے لکھا ہے۔ اس نے مزید کے سلسلہ کا شعر ہے۔ اور حضرت اقدس کے اس کلام کو اس سے ماخوذ کہنا کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ محض اشتراک الفاظ متعارف ہے اور بس (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۱۵۸)۔

81

شعر (۱۵۸) قوله بے وزن ہے۔

اقول۔ رسوا کی راہ کو بہ رعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔ اس لئے وزن درست ہے (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۱۵۸)۔

۱۵۹	رَمَوَا كُلَّ صَخْرَةٍ فِي أَذْيَالِهِمْ	بغیظ فلما قلق ولم اتحیر
۱۶۰	وَجُرَّحَ عَرْضِي مِنْ لَمَاحِ أَهَانَةٍ	والقی من سب الی الخنجر
۱۶۱	وَقَالُوا كَذِبٌ عِنْدَ غَيْرِ صَادِقٍ	فقلنا اخبسوا الخفایا

اور یکام غصہ کے ساتھ کیا پس میں بیقرار ہوا اور نہ حیران ہوا

جستہ پتھر انکے دامن میں تھے سب پھینک دئے

اور دشنام دی سے میری طرف پتھر پھینکے گئے

اور میری آبرو امانت کے نیزوں سے زخمی کی گئی

ہم نے کہا کہ تم سب دفع ہو آخر یہ محض حقیقت ظاہر ہو جائیگی

اور انہوں نے کہا یہ جھوٹا دروغ گو ہے سچا نہیں

بالکل درست ہے (دیکھو ذیل شعر ۱۵۹)

اقول۔ اس مصرع کی آخری جز میں زحاف تحقیق واقع ہوا ہے پس وزن

بالکل درست ہے (دیکھو ذیل شعر ۱۶۰)

اقول۔ یہ کوئی غیب نہیں ہے (دیکھو ذیل شعر نمبر ۱۶۱)

شعر (۱۶۰) قولہ۔ اولاً القاء الخنجر محاورہ نہیں ہے

اقول۔ معلوم نہیں کہ اس میں کوئی بات خلاف محاورہ ہے القاء الخنجر

کے معنی میں خنجر کو پھینکنا۔ کیا خنجر پھینکا نہیں جاتا۔ یا القاء کا صلہ الی نہیں آتا ؟

قولہ۔ ثانیاً تانیہ میں عیب سناد

اقول۔ تانیہ بالکل درست ہے کوئی سناد نہیں ہے (اس خبر میں زحاف تحقیق واقع ہوا ہے)

شعر (۱۶۱) قولہ۔ جب جھوٹا سچے کے روبرو ہلاک ہو گیا تو پھر آگے کیا رہ گیا۔

اقول۔ اس میں کیا شک ہے کہ حسب آیت لیہلک من ہلک عن بلیۃ

و یحیی من حی عن بلیۃ۔ جھوٹا (ثناء اللہ) سچے (سبح موعود) کے روبرو ہر ایک طریق

فیصلہ اور خصوصاً آخری فیصلہ سے فرار کر کے ہلاک شدہ ثابت ہو گیا۔ اور اس نے حضور

کی اس دعوت کو جو اس کے ساتھ آخری فیصلہ کرنے کے لئے دی گئی تھی نامنظور کر کے

اس کے متعلق اپنے ہی قلم سے یہ لکھ دیا کہ ”یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ

اقول۔ اس میں کیا شک ہے کہ حسب آیت لیہلک من ہلک عن بلیۃ

و یحیی من حی عن بلیۃ۔ جھوٹا (ثناء اللہ) سچے (سبح موعود) کے روبرو ہر ایک طریق

فیصلہ اور خصوصاً آخری فیصلہ سے فرار کر کے ہلاک شدہ ثابت ہو گیا۔ اور اس نے حضور

کی اس دعوت کو جو اس کے ساتھ آخری فیصلہ کرنے کے لئے دی گئی تھی نامنظور کر کے

اس کے متعلق اپنے ہی قلم سے یہ لکھ دیا کہ ”یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ

اقول۔ اس میں کیا شک ہے کہ حسب آیت لیہلک من ہلک عن بلیۃ

و یحیی من حی عن بلیۃ۔ جھوٹا (ثناء اللہ) سچے (سبح موعود) کے روبرو ہر ایک طریق

فیصلہ اور خصوصاً آخری فیصلہ سے فرار کر کے ہلاک شدہ ثابت ہو گیا۔ اور اس نے حضور

کی اس دعوت کو جو اس کے ساتھ آخری فیصلہ کرنے کے لئے دی گئی تھی نامنظور کر کے

اس کے متعلق اپنے ہی قلم سے یہ لکھ دیا کہ ”یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ

اقول۔ اس میں کیا شک ہے کہ حسب آیت لیہلک من ہلک عن بلیۃ

و یحیی من حی عن بلیۃ۔ جھوٹا (ثناء اللہ) سچے (سبح موعود) کے روبرو ہر ایک طریق

فیصلہ اور خصوصاً آخری فیصلہ سے فرار کر کے ہلاک شدہ ثابت ہو گیا۔ اور اس نے حضور

کی اس دعوت کو جو اس کے ساتھ آخری فیصلہ کرنے کے لئے دی گئی تھی نامنظور کر کے

اس کے متعلق اپنے ہی قلم سے یہ لکھ دیا کہ ”یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ

کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔ مرزا یثو تمہارا گرو اور تم کما کرتے ہو کہ مرزا صاحب
منہاج بنوت پر آئے ہیں کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے
فیصلہ کے لئے بلایا ہے؟ +

تعجب کا مقام ہے کہ آپ کو ثناء اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اور نیز خود اسے بھی ذرہ
شرم نہیں آئی اور کمال بے حیائی سے آپ لوگ کمدیا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مولوی
ثناء اللہ کے مقابلہ میں اس کی زندگی میں وفات پا کر اپنے اس معیار کے رو سے جو
انہوں نے فیصلہ کے لئے خود تجویز کیا تھا کاذب ثابت ہوئے۔ حالانکہ مقابلہ ہوا
ہی نہیں کیونکہ ثناء اللہ اس مقابلہ میں آنے سے انکاری ہو گیا اور بھاگ گیا اور جو
دعوت اس کو اس مقابلہ کے لئے حضور نے دی تھی اس کے جواب میں اس نے
یہ لکھ کر شائع کر دیا کہ ”میرا مقابلہ تو آپ سے ہے اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے
اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے جبکہ (بقول آپ کے) مولوی غلام دستگیر قصوری
مرحوم۔ مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحوم۔ اور ڈاکٹر ڈوٹی امریکن اسی طرح سے مر گئے ہیں تو
کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا تو کیا نتیجہ
”یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔“ کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق

سے فیصلہ کے لئے بلایا ہے؟“ (اہل حدیث پر چہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۷۹ء) یہی نہیں
کہ اس مقابلہ سے بھاگ کر اس نے حسب آیت مذکورہ بالا سچے کے روبرو اپنی ہلاکت
اور اپنا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا بلکہ اس کے اس جواب پر جو حاشیہ میں اس کے نائب ایڈیٹر
نے جھوٹوں کا یہ نشان پیش کیا تھا کہ ”قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے
مدلت ملتی ہے۔“ خدا تعالیٰ جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا
ہے۔“ اس کے رو سے بھی مولوی ثناء اللہ جھوٹا۔ دغا باز۔ مفسد نافرمان اور بدکار ثابت ہوا۔

۸۲

در اصل ثناء اللہ اس قسم کی دغا کے مقابلہ سے ہمیشہ گریزاں رہا چنانچہ اس سے
قبل ۲۵ مئی ۱۹۷۹ء کے پرچہ اہل حدیث ص ۱۷۷ کا دم دوم میں لکھتا ہے کہ ”ہم کو تحقیق مذہب کے
لئے اس قسم کے سبیلوں کی تعلیم نہیں دی گئی کہ ہم اس قسم کی دغا کریں کہ جھوٹا سچے سے پہلے

وَسَمُونَ دَجَاجًا وَسَمُونَ ابْتَرُ	وَسَبَّوْا وَاذْنُوْنِي بِاَنْوَاعٍ سَبَّهْمُ ۱۴۲
اور میرا نام دجال رکھا اور میرا نام شتر محض رکھا میری کوئی چیز نہیں	اور مجھے گالیاں دیں اور طرح طرح کی گالیوں کو دیکھ دیا
وَسَمُونَ مَلْعُونًا وَقَالُوا مَرْقُرُ	وَسَمُونَ شَيْطَانًا وَسَمُونَ مَلْعَدًا
اور میرا نام لعنتی رکھا اور کہا کہ یہ ایک دروغ باغی آدمی ہے	اور میرا نام شیطان رکھا اور میرا نام لعنتی رکھا
وَاَوْذِيْتُ حَتَّى قَبِلَ عَبْدٌ مَحْقُورٌ	فَصَبْرْتُ كَافِيًا لِلرَّاحِ دَرِيَّةٌ
اور میں دکھ دیا گیا یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ نہایت حقیر انسان ہے	پس میں ایسا ہو گیا گویا کہ میں نیروں کا نشانہ ہوں
عَلَى حَصَوَاتٍ مَعَ الْاَنَاسِ تَوَرُّوا	وَمَا غَادِرٌ اَكْبَدُ الدَّوَى وَبَعْدُ ۱۴۵
میرے پر کھینچنے والوں کو مشتعل کیا اور برابر انگریختہ کیا	اور میرے کھینچنے کے لئے کسی مکر کو اٹھانے رکھا اور بعد اس کے
وَاَنْزَلَ لِي اَيُّ شَيْءٍ وَتَبَهَّرُ	وَلَكِنْ مَالُ الْاَمْرِكَانَ هَوَانُهُمْ
اور میرے لئے وہ نشان ظاہر کئے گئے جو روشن اور غالب تھے	مگر انجام کار اُن کا رسوائی ہوئی

مرے اس ہم کو دکھایا ہے کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ ”میں اگر ایسے مباہلہ پر جرأت کروں تو حقیقت میں مجھ جیسا احمق کون ہوگا؟“ پس یہ کس قدر بے حیائی ہے کہ باوجود اس کے فرار کے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ گویا ثناء اللہ نے اس مقابلہ سے فرار نہیں کیا تھا بلکہ وہ مقابلہ میں آیا تھا جس کا فیصلہ منہ صاحب کے خلاف ہوا۔ کبرت کلمۃ تخریج من افواہہم ان یقذرون الا کذباً +

شعر (۱۳۷) قولہ ابتر مفعول ہے اسلئے منصوب ہوگا۔ یہ عیب اصراف واجب الاجتناب ہوگا +

اقول۔ اصراف پر یہ ذیل شعرت کا کافی بحث ہو چکی ہے وہاں دیکھئے +

شعر (۱۳۸) قولہ حَصَوَاتٍ کوئی لفظ نہیں +

اقول۔ قاموس میں لکھا ہے ”حَصَا النَّارَ حَصَوَاتٍ“ جہاں بعد ماہی

یعنی حصا کے معنی ہیں آگ کے مدہم ہونے پر کوئلوں کو حریر رقی اور جمل ہونے میں ہے حصوات النار سقر تھا یعنی حصوات النار کے معنی ہیں نینے آگ +

فاوصیک یار دین الحسین ابی الوفا ۱۴۷	اَنْبِ واتق الله المحاسب واحذر
پس میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں اے محمد حسین کے پیچھے چلو	خدا کی طرف توبہ کر اور اس محاسب سے ڈر
ولا تلهک الدنیا عن الدین والہوی ۱۴۸	وان عذاب الله اذی واکبر
اور تجھے دنیا اور ہوا و ہوس دین سے نہ روکے	اور خدا کا عذاب بہت سخت اور بڑا ہے

کو مشتعل کیا +

قولہ - البتہ حضنوا صحیح اور یہی مقتضائے مقام ہے +

اقول - یہ بھی تمہاری سراسر جہالت ہے۔ حضن کے معنی کسی نیک کام کے لئے برا بیختمہ کرنے کے ہیں نہ کہ برائی کے لئے جیسے کہ اس سے پہلے بھی بتایا جا چکا ہے تاج العروس میں لکھا ہے وفى التہذیب المحض المحض علی الخیر یعنی لغت کی کتاب تہذیب میں لکھا ہے کہ حضن نیک کام کی ترغیب دینے اور اس پر برا بیختمہ کرنے کو کہتے ہیں حالانکہ اس جگہ شریروں کی شرارت کا بیان مقصود ہے +

شعر (۱۴۷) قولہ - عیب اقواء ہے +

اقول - یہ کوئی عیب نہیں (دیکھو ذیل شعر ۳۸) +

شعر (۱۴۸) قولہ - اس میں تعقید ہے کیونکہ اصل عبارت یوں ہے

لا تلهک الدنیا والہوی عن الدین -

اقول - اس میں برگز کوئی تعقید نہیں۔ ہر ایک انسان جسے کچھ بھی سمجھنے کا ملکہ حاصل

ہو وہ اس کا مطلب خوب سمجھ سکتا ہے۔ اور اگر کوئی حیوان ناہنق اسے نہ سمجھے تو اس کی وجہ سے اس شعر پر اعتراض نہیں آسکتا اور اگر اس بات کا نام تعقید ہے تو پہلے برا اعتراض فرمائیں گے پر ہوگا۔ اور پھر حضرت اقدس کے کلام پر سنئے شاید آپ کو معلوم نہ ہو قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے ان اللہ بری من المشرکین ورسول۔ یہ وہ آیت ہے جس کے متعلق اشکال پیدا ہونے کی وجہ سے علم نحو کی بنیاد پڑی۔ آپ کی اصطلاح کے رو سے اس میں بہت بڑی تعقید پائی جاتی ہے۔ ایک۔ اور آیت سنئے یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الى الصلوة فاعسلوا

ولا تحسب الدنيا كنًا طف ناطفی	انتدري بلیل مسرة كيف تصبح
اور دنیا کو شیرینی کی طرح مت سمجھو شیرینی بنانا لاتیار کرتا ہو	کیا تو خوشی کی رات کو جانتا ہے کہ کس طرح صبح کرے گا
الا تتقی الرحمن عند تصبح	ومن كان اتقى لا ابالك يحذر
کیا تو خدا سے ڈرتا نہیں اور بناوٹ کرتا ہے	اور جو شخص پرہیزگار ہو وہ ضرور ڈرتا ہے

وجوهكم و ایدیکم الی المرافق و مسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین جس میں لفظ ارجلکم کے اپنے معطوف علیہ سے دور ہو جانے کی وجہ سے اس کے معنی کے متعلق وہ جھگڑا پیدا ہوا کہ صدیاں گزر گئیں مگر وہ ختم ہونے میں نہ آیا۔ پھر ایک اور آیت سنئے قرآن کریم میں آتا ہے۔ "ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم قل ان الهدی هدی اللہ ان یوتی احد مثل ما اوتیتم او یحاجکم عند ربکم" جس کے متعلق مفسرین میں یہ نزاع چلا آتا ہے کہ "ان یوتی" آیا "لا تؤمنوا" کا معمول ہے یا "ان" کا یہ نمونہ ہے ان ہزاروں آیات میں سے جن کے متعلق نحو یوں اصولیوں فقہاء وغیرہم میں اختلافات و تنازعات ہیں +

شعر (۱۴۹) قولہ۔ ناطف کے معنی شیرینی اور شیرینی بنانے والے کے کس

لغت میں ہیں +

اقول۔ اقرب الموارید میں لکھا ہے۔ الناطف القبیطی و هو الحلواء یعنی ناطف شیرینی کو کہتے ہیں اور لسان العرب میں ہے "الناطق القبیط" اور تاج العروس میں ہے "الناطق نوع من الحلواء" یعنی ناطف ایک مٹھائی ہوتی ہے +

قولہ۔ یائے نسبت لگا کر شیرینی بنانے والے کے معنی بنائے +

اقول۔ افسوس آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ نسبت کی غرض ہی یہی ہوتی ہے کہ منسوب کا منسوب الیہ سے کسی قسم کا تعلق اور وابستگی ظاہر ہو چنانچہ شرح الاصول الکبریٰ میں لکھا ہے ہی الحاق یاء مشددة مکسور ما قبلہا یا حار لفظ للدلالة علی اضافۃ شیء الیہ بوجه من الوجوه (صفحہ ۲۹۵)

پس ناگفت کہ اس کے بنانیوالے کی طرف منسوب کرنا آپ جیسے خوش فہموں کے نزدیک
اگر محل اعتراض ہو تو کچھ عجب نہیں لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے عقل و فہم سے کچھ بھی حصہ
دیا ہوا ہو وہ اس پر ہرگز اعتراض نہیں کر سکتا +

قولہ - ناطفی پر تنوین پڑھیں تو وزن فاسد ورنہ خلاف نحو ہے +

اقول - یہ عروض پر وقف کیا گیا ہے جیسا کہ امر القیس کے اس شعر میں وقف
(با اشباع) کیا گیا ہے +

الا ایھا اللیل الطویل الا ابغلی + بصبح وما الا صباح منك بامثل
پس کوئی فساد وزن نہیں ہے +

قولہ (۲) دوسرے مصرعہ کا وزن فاسد ہے +

اقول - میم مسترقہ کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے پس وزن درست
ہے (مفصل دیکھو یہ ذیل شعر ۱۲) +

قولہ (۳) قصیدہ رائیہ اور قافیہ حاثیہ +

اقول - اس کی نظیریں بھی اشعار عرب میں موجود ہیں۔ دیکھئے عجیر سلولی کتبہ
خلیلی سیرا و اترکا الرجل اننی + بمہلکۃ والحادیات تدور
فیلناہ یشری رحلہ قال قائل + لمن جمل رخوا الملاط نجیب
جس میں دوسرے شعر کی روی بجائے ذاء کے باء لائی گئی ہے۔ جو اس سے بیحد المخرج
بھی ہے اور جیسے یہ شعر +

جاریۃ من ضبتہ بن ا + کانہا فی دارعہا المنخط
جس میں حال اور طاکو جمع کیا گیا ہے اور جیسے یہ شعر +

الاہل تری ان لم تکن ام مالک + بملک یدی ان الکفاء قلیل
رأی من خلیلیہ جفاء وظلۃ
اذا قام بیتاء القلاص ذمیم
جن میں سے پہلے شعر میں روی لام ہے۔ اور دوسرے میں میم۔ ہاں اس میں شکر
نہیں کہ اس کی مثالیں اشعار عرب میں چنداں زیادہ نہیں ملتیں جس کے سبب سے

۱۴۱	الایمت شعری هل تشاهد بعدنا	مسیحا یحط من السماء ویبذر
۱۴۲	وَلِلّٰهِ دَرُّ مَذْكِرٍ قَالِ اِنَّهُ	یعاف الھدی شکس زینم مدثر
۱۴۳	ذکرت بمد عند مجتک بالھو	احادیث والقرآن تلغی وتھجر

اسے معیوب خیال کیا گیا ہے اور چونکہ اس کا استعمال قلیل ہے اسی لئے حضرت اقدس نے بھی اسے اسی نسبت استعمال کیا ہے چنانچہ اس کی کوئی اور مثال حضور کے کلام میں نہیں ملتی۔

شعر (۱۴۱) قولہ - بے وزن ہے +

اقول - وزن بالکل درست ہے کیونکہ من کی میم کو برعایت وزن ساکن لایا گیا ہے (مفصل دیکھو یہ ذیل شعر ۱۴۲) +

شعر (۱۴۲) قولہ - وزن فاسد ہے +

اقول - وزن درست ہے کیونکہ مذکر کے میم کو اس جگہ برعایت شعر ساکن کیا گیا ہے (مفصل دیکھو یہ ذیل شعر ۱۴۳) +

شعر (۱۴۳) قولہ - اولاً قرآن مذکر ہے یلغی ویلغی چاہئے۔

اقول - اول تو یہ لفظ تلغی نہیں بلکہ تلغی (صبغہ واحد مذکر مخاطب فعل مضارع معروف) ہے جس پر کاتب نے غلطی سے الف مقصورہ کی علامت ڈال دی ہے اور اردو ترجمہ میں چونکہ لفظی ہونا ملحوظ نہیں ہے اس لئے عام الفاظ رکھے گئے ہیں پس اعتراض غلط ہے۔ علاوہ اس کے قرآن کے لئے بتاویل صحیفہ مؤنث کا صبغہ لایا جاسکتا ہے جیسے جائزہ کتابی میں ہے (تفصیل کے لئے دیکھو شعر ۲۴) +

قولہ - ثانیاً والقرآن یہ جملہ صحیح نہیں کیونکہ اگر واو عاطفہ ہے تو کوئی

معطوف علیہ نہیں اور حالیہ ہو تو کوئی ذوالحال نہیں +

نبذتم کلام اللہ خلف ظہورکم ۱۴۴، ترکتم یقیناً للظنون ففکروا

تم لوگوں نے کلام اللہ کو پس پشت ڈال دیا اور تم نے ظن کی خاطر یقین کو چھوڑ دیا۔ اب سوچ لو۔

اقول۔ یہ واو عاطفہ ہے اور معطوف علیہ ذکر کرت ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس جملہ کو ذکر کرت کی صیغہ مخاطب کا حال بنایا جائے +

شعر (۱۴۴) قولہ۔ اولاً۔ خلف ظہورکم اہل عرب کا محاورہ نہیں یہ پس پشت کا ترجمہ ہے جو اردو کا محاورہ ہے +

اقول۔ یہ اس اردو کا محاورہ ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ نے عربی مبین رکھا ہے جو قرآن کریم کی زبان ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولما جاءهم رسول من عند الله مصداق لما معهم نبذ فريق من الذين اوتوا الكتاب كتب الله دراء ظهورهم كما نهم لا يعلمون (بقرہ) فنبدوه وراعه ظهورهم واشتروا به ثمناً قليلاً (آل عمران ۹)

اب آپ ہی انصافاً بتائیں کہ کیا اس میں کچھ بھی شک و شبہ کی گنجائش ہے کہ نبذ کلام اللہ خلف ظہورکم اور کیا آپ پر قرآن کریم کی یہ تمثیل صادق نہیں آتی کہ کمثل الحمار يحمل اسفارا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ تکذیب آیات نبیہ وابطال معجزات حقہ کا یہی ثمرہ ہے بشس مثل القوم الذين كذبوا بآيات الله والله لا يهدي القوم الظالمين۔ کچھ عجب نہیں کہ اس کے جواب میں آپ یہ عذر پیش کر رہے ہیں کہ جس اعجاز کے ابطال کا ہم نے بیڑا اٹھایا ہے اس کے متعلق ہمارے اعتراضات جب ٹھیک انہی اصول کے مطابق ہیں جن کے ماتحت خود قرآن کریم پر منکرین نے اعتراضات اور حملے کئے تو اس صورت میں کوئی قرآنی محاورہ ہم پر کیونکر حجت ہو سکتا ہے۔ ہم پر جب حجت پوری ہو سکتی ہے کہ قرآن کے سوا کسی اور محاورہ عربی اس کی صحت ثابت کی جائے۔ سو اس عذر کو توڑنے کے لئے ہم بفضل خدا اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے بھی طیار ہیں۔ سنیئے تفسیر مستخ البیان میں دراء ظهورہم کے نیچے

۱۴۵	فصار کاتار عفت و تغیت	مدار نجات الناس یا متکبر
	پس قرآن ایسا ہو گیا جیسا کہ آثار خوشہ در چھپ گیا	وہی تو مدار نجات تھا اے متکبر
۱۴۶	وان شفاء الناس کان بیانہ	فہل بعدہ نحو الظنون نباد
	اور اُس کا بیان لوگوں کے لئے شفا تھی	پس کیا ہم قرآن چھوڑ کر ظنون کی طرف دوڑیں
۱۴۷	وفاقت جموع العین منی تالما	اذا ما سمعت البحت یا مہو
	پس اس خیال سے میرے آنسو جاری ہو گئے	جب میں نے تیری بخت کو اے بیباک سنا

لکھا ہے ”تقول العرب اجعل هذا خلف ظہرك ودر اذنك وخلف قدمك“

قوله - ثانیاً - ترك كاصلة لام کے ساتھ نہیں آتا سند پیش کیجئے +

اقول - یہ بھی آپ کی سراسر جمالت ہے کیونکہ للظنون پر لام بطور صلتہ ترک نہیں داخل کیا گیا بلکہ تعلیل کے لئے لایا گیا ہے جیسے امر القیس کے اس شعر میں

ویوم عقرت للعذارى مطیتی + فیا عجباً من کورھا المتحمل

للعذارى کا لام جارہ عقرت کا صلتہ نہیں بلکہ تعلیل کے لئے ہے +

شعر (۱۴۵) قوله - نجاۃ چاہئے - املا غلط ہے +

اقول - ایسے سہو کا تب کو نفس کتابت پر تنقید کرتے ہوئے محل اعتراض

بنانا آپ ہی جیسے عقلمند کا کام ہو جتنا ہے ورنہ جس کے دماغ میں کچھ نہ کچھ مادہ عقل و دانش ہو وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا +

شعر (۱۴۶) قوله - قافیہ میں عیب سنا والتا سیس ہے +

اقول - کبار شعراء عرب کے کلام میں اسکی نظیریں موجود ہیں - اس لئے یہ کوئی

محل اعتراض نہیں ہے (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۱۴۷)

شعر (۱۴۷) قوله - آولا - یہ مصرعہ مکرر ہے +

اقول - اشعار عرب میں اسکی نظیریں بکثرت موجود ہیں دیکھئے

فہلاً اعدونی لمثلی تفاقدوا + اذ الخصم ابزی ماثل الرأس انکب

وہلا اعدونی لمثل تفاقدا وفي الارض مبعوث شجاع وعقرب

(فیضی شرح حارسہ)

قولہ - ثانیاً۔ ماخوذ ہے امر القیس کے مصرعہ اولی سے۔

ففاضت دموع العین منی صباہة علی النحر حتی بل دمعی محمل

اقول - یہ اخذ بطور تضمین ہے جسکی امثلہ بکثرت اوپر گندہ چکی ہیں (تفصیل

کے لئے دیکھو ذیل شعر ۹)

قولہ - اخذ بھی قبیح بلکہ اقم ہے +

اقول - امر القیس کا شعر حضرت اقدس کے اس شعر سے کچھ بھی نسبت نہیں

رکھتا۔ کیونکہ اول تو امر القیس کے شعر کا نہ اپنے ماقبل کے ساتھ کوئی لطیف تعلق ہے

نہ مابعد کے ساتھ۔ دوم یہی مضمون اس سے اوپر بالکل قریب ہی واپس آکر چکا ہے اور

اس شعر میں سب سے فائدہ و طور پر اس کا اعادہ کر دیا ہے کیا اچھا ہوتا اگر یہ شعر امر القیس کے

معلقہ میں نہ ہوتا۔ ہاں اگر آنسوؤں کے بہنے کا کوئی نیا محرک بیان ہوا ہوتا تو اس شعر کا

کچھ تعلق قائم ہو جاتا لیکن موجودہ صورت میں تو اس کو ماقبل سے کچھ بھی مناسبت نہیں

اس سے پہلے اور پیچھے کے اشعار علی الترتیب حسب ذیل ہیں :-

کافی غداة البین یوم تحملوا لدی سمرات الحی ناقض حنظل

وقوفا بها صحبی علی مطیہم یقولون لا تہلک اسی وتحمل

وان شفائی عبدة مهراقة فہل عند رسم دار من معول

کدأ بک من امر الحویث قبلها وجارتها امر الرباب بما سل

اذا قامت اتضوع المسک منها نسیم الصبا جائت بریا القرقل

ففاضت دموع العین منی صباہة علی النحر حتی بل دمعی محمل

الارب یوم لک منهن صالح ولا سیما یوما بدارة جلجل

(دیکھو ریاض الفیض شرح سبع معلقات للفیضی)

سوم۔ غر سینے کے اوپر کے حصہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قاموس میں لکھا ہے غر الصد

اعلاہ کا لٹھور بالضم و موضع القلادة۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آنسو خواہ کس قدر زور سے

بہیں سینے کے اوپر کی طرف جا ہی نہیں سکتے۔ اگر اس کی جگہ صدر کا لفظ ہوتا تو یہ
اشکال پیدا نہ ہوتا (بعض لوگوں نے خر کے معنی صدر کے بھی کئے ہیں مگر اس کی
تضعیف کی گئی ہے) چارم فیض کے معنی ہیں اس کثرت سے بہنا جس طرح وادی
میں سیلاب گزرتا ہے۔ چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے: "فاض الماء والدمع
وغيرهما فيفيض فيضاً وفيوضاً بالضم والكسر وفيوضه وفيوضته وفيضانه
بالتحريك لانه كثر حتى سال كالوادي" یعنی لفظ فاض جب پانی کی طرف منسوب ہے
یا آنسوؤں کی طرف یا کسی اور ایسی ہی چیز کی طرف۔ تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ گویا وہ
چیز کثرت کی وجہ سے وادی کی طرح بھی۔ پس جب فاضت کی نسبت دموع کی طرف
کی تو گویا اسے وادی میں بہنے والے سیلاب سے تشبیہ دی۔ اب اس کے بعد کہنا
کہ حتی کہ آنسوؤں سے میرے ہاتھ کو تر کر دیا۔ صریح تنزیل ہے۔ کیونکہ ہاتھ کے
تر ہونے کے لئے سیلاب کی طرح بہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پنجم۔ حتی کا لفظ جو غایت
پر دلالت کرتا ہے وہ تو فاضت کے مفہوم کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں حضرت اقدس کا شعر ان تمام عیوب سے پاک ہے +
قولہ۔ درو سے آنسو بہ گیا۔ یہ اس سے کم نہیں چشمان تو زیر ابرو آئند الخ
اقول۔ جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا، فاض کا لفظ اس کثرت سے بہنے پر دلالت
کرتا ہے جو گویا وادی کے بہنے کے مشابہ ہو پس یہ معنی ہوئے کہ میں دکھ کی وجہ
سے اتنا رویا کہ سیلاب کی طرح آنسو بہنے لگے +

قولہ۔ تالم اور دموع کی رکاکت بھی ملاحظہ ہو +
اقول۔ یہ بھی آپ کی سراسر جمالت ہے دموع کا جو تعلق تالم سے ہے
وہ صباۃ سے نہیں کیونکہ تالم بلا واسطہ جریان دموع کا موجب ہوتا ہے لیکن
صباۃ حقیقۃ جریان دموع کا موجب نہیں ہوتا بلکہ شدت اشتیاق سے ایک
الم پیدا ہوتا ہے اور اس الم کی وجہ سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ پس یہ تمہاری کور
معزی کا ثبوت ہے کہ تالم اور دموع کا تعلق رکیک اور صباۃ اور دموع میں مناسبت

کذبت بمُدی عامداً افتما یلت ۱۷۸ علیک شطایب جاهلین وثوروا

تو نے موضع مد میں قصداً جمعوت بولا

ووالله فی القرآن کل حقیقۃ

اور بخدا قرآن شریف میں ہر ایک حقیقت ہے

معین معین الخلد نور معیننا

وہ صاف پانی ہے بہشت کا پانی ہمارے خدا کا نور

ادی آدیہ کالغید جاءت من السماء

اس کی آئیں حسین ہیں جو آسمان سے اتریں

ویضی قلوب الناس بالنور والهدی

اور لوگوں کو اپنے نور کے ساتھ کھینچ رہا ہے

وقد کان صحف قبلہ مثل خارج ۱۸۳

اور اس پہلی کتاب میں اس روشنی کی طرح تھیں جو قبل از ولادت پہنچتی

پس جاہل لوگ تیری طرف جھک اور بہت شور مچا

وآیاتہ مقطوعۃ لا تغیر

اور اس کی آیتیں قطعی ہیں جو بدلتی نہیں

هداه نمیر الماء لا یتکدر

ہدایت اس کی صاف زلال ہے مکدر نہیں

وفیہا شفاء للذی یتدبر

اور ان آیتوں میں فکر کرنے والوں کیلئے شفا ہے

ویروی العطاشی بالمعین ویطیر

اچھا سو کو صاف پانی سیراب کر رہا اور دھوئی طرح

فجاء لتکمیل الوری لیغز

پس قرآن لوگوں کے کامل کرنے کے لئے آیا تاکہ اس کی تمام وصفا

لطیف قرار دیتے ہو۔ بریں عقل و دانش بیاد گرسیت +

شعر (۱۷۸) قولہ۔ بے وزن ہے +

قول۔ وزن درست ہے کیونکہ شطایب کی باء کو اس جگہ برعایت وزن

ساکن لایا گیا ہے۔ (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۱۷۸) +

قولہ۔ الجاہلین معرف باللام چاہئے نکرہ مقصود نہیں +

اقول۔ یہاں پر لفظ جاہلین کو نکرہ تخریر کے لئے لایا گیا ہے یہ تعریف (مغر

لانے) کا مقام نہیں ہے +

شعر (۱۸۳) قولہ۔ (۱) صحف جمع صحیفہ کی ہے اگر صحیح بضم حاء پڑھیں تو

وزن فاسد اور بسکون پڑھیں تو وزن صحیح مگر لفظ غلط +

اقول۔ صحف (فعل) کو صحف (فعل) پڑھنا بالکل جائز اور درست

بلبل کوج البحر ادخی سدوله تہ تجلی وادری کل من کان یبصر

سوا س اگر زمانہ کو روشن کر دیا اور ہر ایک جو دیکھتا تھا اس کو

وما فی یدینا غیرہ یا مژور

اور جس نے ہمارے ہاتھ میں کیا ہے

ایکات میں آیا جو سمندر کی موج کی طرح اپنی چادر پھیلا رکھی تھی

ایا ایہا المغوی اتکر شانہ

اے گمراہ کو نے والے کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے

ہے۔ چنانچہ مفتاح العلوم قسم اول باب ثانی فصل اول میں لکھا ہے۔ "قد یرد بعضہا الی

بعض۔ کنخورد کتب جمع کتاب بضم الفاء وسکون العین الی کتب بضم تین للضبط

ایضاً والمناسبة من الوجهین والعلۃ فی ترک الاصل الاستغفاف وکنخو قطب

بضم تین الی قطب بسکون العین للضبط +

قوله (۲) ترجمہ کو دیکھئے "قبل از ولادت بچہ دیتی ہیں" +

اقول۔ ترجمہ بالکل درست ہے ہاں اس میں سے لفظ وقت سہو کا تب سے رہ

گیا ہے۔ پوری عبارت اس طرح پر ہے "قبل از وقت ولادت بچہ دیتی ہیں" +

قوله (۳) قافیہ لیعزہ ہوگا یہ عیب اصراف واجب الاجتناب ہے +

اقول۔ اس کی نظیریں اشعار عرب میں کثرت سے پائی جاتی ہیں (تفصیل کیلئے

دیکھو ذیل شعر)

شعر (۱۸۴) قوله۔ مصرعہ اولیٰ بعینہ امر القیس کا ہے۔ مرزا صاحب نے واو

کی جگہ باء لکھ دیا ہے۔ امر القیس کتا ہے +

ولبل کوج البحر ادخی سدوله علی بانواع الہوم لیبتلی

"سرقہ ہے" +

اقول۔ یہ سرقہ نہیں ہے بلکہ تضمین ہے جس پر مفصل بحث شعر کے ذیل

میں گزر چکی ہے +

قوله (۲) ادخی جب اسدل یعنی چھوڑنے کے معنے میں آتا ہے تو اس کا

صلہ علی سے لاتے ہیں۔ یقال ادخی الستری علی معایہ جیسا کہ امر القیس نے

ارخی سدولہ علیٰ کہا +

بقول۔ ارخی بغیر علی کے بھی اسدل کے معنی دیتا ہے علی کا اس میں

کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ چنانچہ اقرب الموار میں لکھا ہے۔ ارخی السترا سدولہ اگر

علی کے بغیر اسدل کے معنی ہو سکتے تو ارخی السترا اور اسدل کے معنی

اور اس کا کوئی مجبور ضرور بیان ہوتا۔ سو اسی لئے یہاں اسے نہیں لایا گیا۔ ہاں اس

بعد جو ایک محاورہ ارخی السترا علی معائبہ لکھا ہے اس میں علی بھی آیا ہوا ہے مگر

اس سے یہ ظاہر کرنا ہرگز مقصود نہیں کہ علی لانے کے بغیر ارخی کا استعمال جائز

نہیں ورنہ پہلی مثال غلط ٹھہرے گی۔ بلکہ یہ حرف علی محض استعمال کے لئے لایا گیا

ہے۔ افسوس کہ آپ صلہ اور غیر صلہ میں بھی تمیز نہیں کر سکتے۔ اگر کسی فعل کے قرب

جو اریں کسی حرف کے آجانے سے وہ حرف اس فعل کا صلہ تعذیبہ بناتا ہے تو آپ سے

بعید نہیں کہ بلیل کی باء اور کھوج کے کاف کو بھی صلے قرار دیکر یہ فتویٰ لگانے

لگیں کہ جب تک یہ سب حروف جمع نہ ہوں اس وقت تک ارخی بمعنی اسدل نہیں

آ سکتا +

قولہ۔ بلیل کسی کے متعلق ہوگا۔ اگر جاء ماضی کے متعلق ہے تو

متعدی ہوگا اور اس وقت معنی فاسد ہونگے۔ یہ معنی کہ قرآن تارکی کو لایا +

اقول۔ یہ سراسر جہالت ہے کہ جہاں کہیں کسی فعل لازم کے بعد حرف باء آئی ہو

وہ تعدیہ کے لئے ہی ہوگی بلکہ جس فعل کے ساتھ اسے تعدیہ کے لئے لایا جائے صرف

وہی فعل اس باء سے متعدی بنے گا یہ نہیں ہوگا کہ ایک فعل لازم باء کے آنے سے

متعدی ہو جائے۔ مثلاً فوج فعل لازم ہے جس کے بعد باء آئی ہے جیسا کہ قرآن کریم کی

آیت فوجوا بماعندہم من العلم (سورہ ۹) ہیج جگر معنی نہیں کہ انہوں نے اپنے

علم کو خوش کر دیا۔ بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے علم کی وجہ سے خوش ہو گئے۔ اسی طرح

جہاں جہاں قرآن کریم میں فوج یا فوجوا یا یفرحون افعال آئے ہیں۔ ان سب کے

ساتھ باء موجود ہے مگر تعدیہ کے لئے ان میں سے کسی جگہ بھی نہیں آئی۔ اسی طرح اعود

لقوم ہندی لا بارک اللہ مدھم ۱۸۴ جہول فادی حق کذب فابشر
 اس شخص نے ایک قوم کی خاطر کیلئے بکواس کی خدا کی تکریم کرتے ہیں
 یہ شخص جاہل ہے اس نے دعوئی کا حق ادا کر دیا اس نے وہ لوگ

باللہ میں یا اتنی عذت بری دریکہ میں جو فعل لازم ہیں ان کے ساتھ جو باء آئی ہوئی ہے وہ تعدیہ کے لئے نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آیت واذ لم یہتدوا بہ فسیقو لہذا افک قدیم (احقاف ۲۷) میں لم یہتدوا فعل لازم کے متعلق پر جو باء آئی ہے وہ تعدیہ کے لئے نہیں ہے۔ غرض یہ خیال نہایت جاہلانہ ہے کہ فعل لازم کے ساتھ اگر باء آجائے تو وہ تعدیہ کے لئے ہی ہوتی ہے۔ پس جس طرح ان امثلہ مذکورہ بالا میں باء تعدیہ کے لئے نہیں اسی طرح بلیل کھوج البحر میں تعدیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ یہاں پر ظرفیتہ کے لئے (یعنی) ہے +

قولہ جاء اور اس کے متعلق میں لیغز کے فصل سے تعقید ہوگی جو خلافت

فصاحت ہے +

اقول لیغز بھی تو جاء کا ہی ایک متعلق ہے اور جب ایک فعل کے کئی متعلقات ہوں تو ضرور ہے کہ کوئی پہلے ہو اور کوئی پیچھے سب برابر تو آ ہی نہیں سکتے تو کیا اس سے کوئی تعقید لازم آئے گی +

قولہ (۴) دو کے مصرعہ میں عیب اقواء ہے +

اقول۔ کیا لفظ کان آپ کے نزدیک حروف جارہ میں سے ہے اور فعل یبصر اس کا مجرور ہے۔ یا کان مضاف ہے اور یبصر اس کا مضاف الیہ تا اسکی وجہ یبصر مجرور ہو کر موجب اقواء بن گیا ہو۔ یا للعجب ولضیعة الادب !

قولہ (۵) تجلی کا ترجمہ مرزا صاحب نے روشن کر دیا کیا ہے غلط ہے روشن ہوا چاہیے +

اقول۔ قرآن کریم تو اپنی ذات میں ہی روشن ہے رات کے وقت اگر اسے روشن

ہو نیسے مراد یہی ہے کہ اس نے اگر دنیا پر اپنی چمکار ڈالی ورنہ کیا نوحو بالہ پہلے وہ مکدر یا مظلم تھا غرض اس جگہ اصل مفہوم کو نہ نظر رکھ کر تفسیری ترجمہ کیا گیا ہے +

شعر (۱۸۴) **قولہ**۔ بے وزن ہے (اشارہ پہلے مصرعہ کی طرف) +

۱۸۷ لہ جسد لا روح فیہ ولا صفا

یہ صرف ایک جسم ہے جس میں جان نہیں اور نہ صفا

نہذ تم ہدی المولیٰ وراء ظهورکم

تم نے خدا تعالیٰ کی ہدایتوں کو پس پشت پھینک دیا

وانی اخذت العلم من منبع الهدی

اور میں نے علم کو منبع ہدایت سے لیا ہے

واعطیت من ربی علوماً صحیحۃ

اور میں نے اپنے رب سے علوم صحیحہ پائے ہیں

وکاس ستانی روح روحی کانہا

اور کئی پیالے میری جان کی جان نے مجھے ایسے پلائے ہیں

کقدر یجوش و لیس فی تدبرک

اور ایک ہنڈیا کی طرح جوش مارتا ہے کچھ تدبر نہیں کرتا

قد عنی ابین کلمات کان یستر

پس مجھے چھوڑ دے تا میں بیان کروں جو کچھ پوشیدہ کیا گیا ہے

واجری عیونی فضل المتکثر

اور اس کے فضل نے میرے چشمے جاری کر دیے ہیں

واعلم ما لا تعلمون واعثر

اور جو کچھ تم نہیں جانتے وہ مجھے سکھا یا جاتا اور اظہار عیا جاتا

رحیق کنجیم ناصع اللون احمر

رگویا ستارہ کی طرح ایک شراب ہے خالص سرخ رنگ

اقول - غلط کتے ہو وزن بالکل درست ہے - تقطیع لقوم فعولن - هذا الابنا

مفاعیلن رکت الا فعولن - ہمدھم مفاعیلن +

شعر (۱۸۷) قولہ - ادلاً - وزن فاسد ہے +

اقول - وزن درست ہے کیونکہ واو کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے -

(دیکھو ذیل شعر ۱۲۱) +

قولہ - ثانیاً - قدر مؤنث ہے یجوش و لیس فیما چاہیے +

اقول - اول لفظ قدر مذکر بھی استعمال ہوتا ہے - اور مؤنث بھی - چنانچہ

اقرب الموار دین لکھا ہے "وقیل یذکر ویؤنث وتصغیرھا باعتبار التانیث قدیرۃ

وباعتبار التذکیر قدیرۃ" - دوم فیہ کی ضمیر قدر کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ ثناء اللہ

کی طرف راجع ہے - جیسا کہ ترجمہ کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے - اور کقدر متعلق

یجوش ہے +

قولہ - ثانیاً - یجیش چاہیے +

<p>وَلَمِنْ نَقُولِ قَدْ فَرَّاهَا مُسَيَّرًا</p>	<p>۱۹۲ فَلَا تَبْشُرُوا بِالنَّقْلِ يَا مَعْشَرَ الْعَدَا</p>
<p>اور بہتریں نقلیں اور حدیثیں ہیں جو دھوکہ باز نے بتائی ہیں</p>	<p>پس اے مخالفو محض نقلوں کے ساتھ خوش مت ہو جاؤ</p>
<p>فَاتَى حَدِيثٍ بَعْدَهُ تَخْيِيرٌ</p>	<p>هَلْ النَّقْلُ شَيْءٌ بَعْدَ إِجْمَاعِ رَبِّنَا</p>
<p>پس ہم خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد کس حدیث کو مان لیں</p>	<p>اور خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے</p>
<p>فَكُلُّ بَاهٍ وَعِنْدَهُ يَسْتَبْشِرُ</p>	<p>۱۹۳ وَقَدْ هَمَزَ الْأَخْبَارُ كُلَّ مَمَزَقٍ</p>
<p>اور ہر ایک گروہ اپنی حدیثوں سے خوش ہو رہا</p>	<p>اور حدیثیں تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں</p>
<p>عَلَى فَضْلِ شَيْخِ عَابَا وَأَنْتَ تَهْذِرُ</p>	<p>عِنْدَكَ بَرَهَانٌ قَوِيٌّ مَنْقُوعٌ</p>
<p>یا تو یونہی کہو اس کو رہا ہے</p>	<p>کیا تیرے پاس مولوی محمد حسین کی فضیلت کی کوئی دلیل ہے جو سیر کلام</p>
<p>وَفِي كَفَّةِ حَمَاءٍ وَمَاءٍ مُكَدَّرُ</p>	<p>أَتَحْسِبُ مِنْ حَمَقٍ حَسِينًا مُحَقَّقًا</p>
<p>اور اس کے ہاتھ میں مٹی سیاہ اور گندہ پانی ہے</p>	<p>کیا تو حق سے محمد حسین کو عالم سمجھتا ہے</p>
<p>وَتَذَكُرُ أَخْبَارًا دَفَّاهَا التَّغْيِيرُ</p>	<p>أَتُخْبِرُنِي مِنْ نَازِلٍ مَا رَأَيْتَهُ</p>
<p>اور ایسی حدیثیں پیش کرتا ہے جن کا تحریف نے ستیاناس کر دیا</p>	<p>کیا تو میرے پاس اس اُترنے والے کا ذکر کرتا ہے جس کو تو نے نہیں دیکھا</p>
<p>وَأَنْ الْيَقِينَ الْبَحْتُ يُرْوَى وَيُثْمَرُ</p>	<p>وَتَعْلَمُ أَنَّ الظَّنَّ لَيْسَ بِقَاطِعٍ</p>
<p>اور یقین وہ چیز ہے کہ سیراب کرتا اور پھل لاتا ہے</p>	<p>اور تو جانتا ہے کہ ظن کوئی قطعی دلیل نہیں</p>

اقول۔ یہ سہو کتابت معلوم ہوتی ہے +
شعر (۱۹۲) قولہ۔ العدى چاہیے املا غلط ہے +
اقول۔ العدى کو بالاولف لکھنا بھی جائز ہے جیسا کہ شعر کے ذیل میں بتایا جا چکا ہے +
شعر (۱۹۳) قولہ۔ ایک مصرعہ میں دو جگہ فساد وزن ہے +
اقول۔ برعایت وزن اسکان متحرک و تحرک ساکن کا جواز پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اس میں اسی اصل کے ماتحت ہو کی واو کو ساکن اور یستبشر کے س منہ کو متحرک کیا گیا ہے۔ (دیکھو ذیل شعر ۱۲ و ۱۵) +

<p>وانی اری الله القدير وابصر میں اپنے قادر خدا کو دیکھ رہا ہوں اور شاہد کر رہا ہوں وانتم عن الموتى رویتم ففکروا اور تم لوگ مردوں سے روایت کرتے ہو وفی کل میدان اعان وانصر اور ہر ایک میدان میں مدد دیا جاتا ہوں ونصر وتائید ووحی یکثر اور نیز تائید اور نصرت اور متواتر وحی سے مجھے مخصوص فرمایا ہے هدانی الی الفهم به الحق یبهر اور اس راہ کی مجھے ہدایت کی جس کے ساتھ حق چمکتا ہے اذکر لیل العند شمس تنور کیا تو سویر کے مقابل ایک رات کا ذکر کرے گا حللنا بلاد الشریک واللہ یخفر اور شرک کے شہر و نہیں ہم داخل ہوئے ہیں اور خدا رہنمائی کرے گا ولوعندنا القول بالیسیم اگرچہ میں اس قول پر تلوار سے قتل بھی کیا جاؤں</p>	<p>ولست کمثاک فی الظنوت مفید اور میں تیری طرح ظنوں میں گرفتار نہیں اخذنا من الحی الذی لیس مثله ہم نے اسے لیا کہ وہ حی و قیوم اور واحد لا شریک ہے اربی بفضل اللہ فی حجر لطفہ میں خدا کی کنارا عاطفت میں پرورش پا رہا ہوں وقد خصنی ربی بفضل ورحمة اور میرے رب نے اپنے فضل اور رحمت سے مجھے خاص کر دیا سقانی من الاسرار کاسارویة مجھے وہ پیالہ پلایا جو سیراب کرنے والا ہے فدع ایہا المغوی حسینا و ذکرہ پس اے اغوا کر نیوالے محمد حسین اور اس کے ذکر کو چھوڑ دے ونحن کما قال اللہ جئنا بامرہ ہم خدا کے سوا ہیں اس کے حکم سے آئے ہیں اقول ولا اخشے فانی مبعہ میں بے دھڑکے کہتا ہوں کہ میں خدا کا مبع موعود ہوں</p>
--	---

شعر (۱۹۹) قولہ - بے وزن ہے +
 اقول - کاف ضمیر کو برعایت شعر ساکن کیا گیا ہے اس لئے وزن درست ہے
 شعر (۲۰۳) قولہ - ماخوذ ہے شاعر کے اس شعر سے
 سقاك بها المامون کاسا رویة
 اقول - یہ اخذ تضمین ہے جو مستحسن و ممدوح ہے (تفصیل کے لئے
 دیکھو ذیل شعر) (افسوس معترض کو اتنا بھی معلوم نہیں انکا محولہ معنی کس شاعر کا ہے یہ بحیر بن زہیر کا مصرع ہے)

<p>وذكر ظهوري عند فتن تشر اور میرے ظہور کا ذکر بھی پر آشوب زمانہ میں لکھا ہے فرق قضاء الله ان كنت بقدر پس خدا کے حکم کو تو بدلے اگر تجھے قدرت ہے له الحكم يقضي ما يشاء ويامر حکم اسی کا حکم ہے جو چاہے سو کرے وان سنا صدقي يلوح ويبه اور میری سچائی کی روشنی چمک رہی ہے</p>	<p>وقد جاء في القرآن ذكر فضائي اور میرے فضائل کا ذکر قرآن میں موجود ہے وما انا الا مرسل عند فتنة اور میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تخيرني الرحمان من بين خلقه خدا نے مجھے اپنی مخلوقات میں سے چن لیا ہے ووالله ما افرى واني لصادق اور بخدا میں مغتری نہیں میں سچا ہوں</p>
---	---

شعر (۲۰۷) قولہ - دوسرا مصرعہ بے وزن ہے +
اقول - فتن کی تاء کو اس جگہ برعایت شعر ساکن کیا گیا ہے اس لئے
وزن درست ہے (مفصل دیکھو ذیل شعر ۱۲) +
قولہ - مرزا صاحب نے اپنے فضائل اور ذکر ظہوری قرآن میں آنا بیان فرمایا ہے
بیشک ہو سکتا ہے لیکن ویسا ہی ہو گا جیسا کسی مجیب طریف نے ایک تفتنی فرائض
کے جواب میں یوں گلفشانی کی تھی کہ سوا ماں کے اور کسی کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ قرآن مجید میں
"ماں کا سب" آیا ہے یہ نعوذ باللہ ما کسب کی خرابی ہے +
اقول - آپ کی کتاب کے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ تمسخر اور استہزاء آپ کی جگہ ہمیشہ
ہے اور اسی پر آپ کے گذارہ کا مدار ہے اگر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا ذکر قرآن کریم میں دیکھنے کی خواہش ہے تو اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر قرآن
کریم اور خصوصاً سورۃ الحمد - سورۃ بنی اسرائیل - سورۃ نور - سورۃ صف
اور سورۃ جمعہ کو غور سے پڑھو - اور اگر تعصب کی پٹی دیر تک آپ کی آنکھوں پر آئی رہے
کی وجہ سے آپ کی بنیائی سرے سے جاتی ہی رہی ہے تو کحل الجواہر حقیقۃ الوحی
اعجاز المسیم - تحفہ گولڑویہ خطبہ الہامیہ - شہادۃ القرآن - ازالہ اوہام

تراءت لنا كالشمس صفوة امرنا ۲۱۱	واروت حدا بقنا عيون تنضرا
آفتاب کی طرح ہمارے امر کی صفائی ظاہر ہو گئی	اور ہمارے باغوں کو ان چشموں نے سیراب کیا جو تروتازہ کرتے ہیں
تكددماء السابقين وعيننا ۲۱۲	الى اخر الايام لا تتكدر
دوسروں کے پانی جو امت میں تھے خشک ہو گئے مگر ہمارا چشم	آخری دنوں تک کبھی خشک نہیں ہو گا
اذا ما غضبنا يفضلك صائلا	على معتد يوذى وبالسوء عجزنا
جب ہم غضبناک ہوں تو خدا اس شخص پر غضب کرتا ہے	جو حد سے بڑھ جاتا ہے اور کھلی کھلی بدی پر آمادہ ہوتا ہے
وياتي زمان كاسر كل ظالم	وهل يهلكن اليوم الا المذمر
اور وہ زمانہ آ رہا ہے کہ ہر ایک ظالم کو توڑے گا	اور کوئی ہلاک نہ ہو گا مگر وہی جو پہلے سے ہلاک ہو چکا

حماۃ الشری - ایام الصلح وغیرہ سے اس کا علاج کرو۔ اس کے ذریعہ کمال صفائی کے ساتھ آپ کو انشاء اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت مسیح موعود کا ذکر نظر آنے لگے گا +

شعر (۲۱۱) قولہ - وزن فاسد ہے +

۲ قول حدائق کافات اس جگہ برعایت وزن ساکن ہے۔ پس وزن فاسد نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۱۲) +

شعر (۲۱۲) قولہ - اولاً یہ شعر مکرر ہے بعینہ یہ شعر ۶۹ سطر ۴ میں موجود ہے

۱ قول - اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ خود قرآن کریم میں بیسیوں آیات کا تکرار موجود ہے۔ دو اویں عرب میں اس کی نظیریں بکثرت پائی جاتی ہیں چنانچہ امر القیسر کندی کے دیوان میں جو اشعار شعراء مانا گیا ہے بہت سے اشعار کچھ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ (جو اسے تبدیل قافیہ وغیرہ کے لئے کرنا پڑا ہے) مکرر آئے ہیں جسکی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں صرف نمونہ کے طور پر دو تین شعر نقل کئے جاتے ہیں :-

(۱) وانت اذا استدبرته سد فرجه بضاف فويق الارض ليس باعزل

وانت اذا استدبرته سد فرجه بضاف فويق الارض ليس باصعب

(۲) كان دماء الهاديات بنحره عصاره حناء بشيب مرجل

کان دماء المہادیات بنحرو
(۳) وقد اغتدی والطیر فی وکنا تھا
عصارۃ حنابہ بشیب مخضب
بمنجر قید الا وابد ھیکل
وقد اغتدی والطیر فی وکنا تھا
بمنجر عبل الیدین قبیض

(مصرع اول کا امر القیس نے چار قصائد میں اعادہ کیا ہے) +

قوله - ثانیاً ماء المرء منی کو کہتے ہیں۔ "ماء المرء ماء دافق" اب سمجھ لو

کہ ماء السابقین کے کیا معنی ہیں +

اقول - معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہ صرف عربی زبان سے بالکل نا آشنا ہیں

بلکہ قرآن کریم سے بھی آپ ایسے بے خبر اور نادان واقف ہیں کہ اس میں غور و تدبیر کرنا تو کجا
آپ کو ابھی تک اسے یونہی سادہ طور پر پڑھنا یا سننا بھی نصیب نہیں ہوا۔ سینے سورہ

مراء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ارئیتہ ان اصبح ماؤکم غوراً فمن یانئیکم
بماء معین۔ اب بتائیے کہ کیا اس آیت میں ماؤکم کے معنی منیکم ہیں شرم شرم!!

شرم!!! کچھ عجب نہیں کہ آپ اس پر یہ اعتراض کریں کہ چونکہ قرآن پر بھی ہمارے اشال و
اضراب کفار ایسے ہی اعتراضات کر چکے ہیں اس لئے کوئی قرآنی آیت ہم مہربان اعجاز
(مصنف ابطال اعجاز اور اس کے دیگر ہتھیال) پر حجت نہیں ہو سکتی۔ سو اس عذر کو توڑنے
کے لئے ہم ایسے محاورات عرب پیش کر دیتے ہیں جن کے متعلق وہ عذر بے کر سکیں۔ دیکھئے

کتاب سیبویہ جلد اول ص ۵۰ "قال النجاشی ۵

فلست باتبیر ولا استطیعہ ولاک اسقنی ابن کان ماؤک ذافضل

اسی طرح: - - - چھوٹے چھوٹے رسائل نحو یہ مثل ہایتہ النخو وغیرہ میں یہ شعر

لکھا ہے ۵ فان الماء ماء ابی وجدی - وبثری ذو حضرت و ذوطوبیت

غرض یہ سراسر غلط اور جاہلانہ خیال ہے کہ جہاں کہیں لفظ ماء کسی آدمی کی طرف منسوب
ہو تو اس کے معنی منی کے ہو جاتے ہیں +

قوله - ثالثاً مرزا صاحب تکدر کا ترجمہ "خشک ہو گئے" فرماتے ہیں۔

غلط ہے بلکہ تکدر کے معنی گدلا ہونے کے ہیں

اقول۔ دوسری جگہ جہاں یہ شعر آیا ہے وہاں اس لفظ کا ترجمہ ”مکدر ہو گیا“ صاف لکھا ہوا ہے جس سے ایک ذی عقل و شعور انسان یا سانی سمجھ سکتا ہے کہ یہاں پر عہد الفظی ترجمہ کو چھوڑ کر تفسیری ترجمہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ علی العموم تھوڑا پانی جو کسی تالاب وغیرہ میں ہو مکدر اور گدلا ہوتا ہے اور تالابوں کے پانی کی کمی عام طور پر اس کے خشک ہو جانے سے ہوتی ہے +

قولہ۔ کس قدر سودا دینی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ”پہلوں کا پانی مکدر ہو گیا اور ہمارا پانی اخیر زمانہ تک مکدر نہیں ہوگا“ یعنی مرزا صاحب کی شریعت طبع زاد تمام ادیان کی ناسخ ہے +

اقول۔ نہ تو ماء سے مراد شریعت ہے اور نہ السابقین سے مراد پہلے شایع انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جیسا کہ اس ترجمہ سے ظاہر ہے۔ جو اس جگہ اس شعر کے نیچے لکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے ”دوسروں کے پانی جو اُمت میں سے تھے خشک ہو گئے مگر ہمارا چشمہ آخری دنوں تک کبھی خشک نہیں ہوگا“ +

نوٹ۔ یہ شعر جیسا کہ خود معترض صاحب نے بیان کیا ہے۔ اس قصیدہ میں دوبار آیا ہے۔ پہلے اصل کتاب کے صفحہ ۵۸ پر (شعر ۲۱۲) اور پھر ۶۹ پر (شعر ۲۴۹) صفحہ ۵۸ پر اس کا ترجمہ بدیں الفاظ کیا گیا ہے۔ ”دوسروں کے پانی جو اُمت میں سے تھے خشک ہو گئے مگر ہمارا چشمہ آخری دنوں تک کبھی خشک نہیں ہوگا“ اور ۶۹ میں بدیں الفاظ ترجمہ کیا گیا ہے ”پہلوں کا پانی مکدر ہو گیا اور ہمارا پانی اخیر زمانہ تک مکدر نہیں ہوگا“ اس سے ظاہر ہے کہ جہاں یہ شعر پہلے آیا ہے وہاں اس کے ترجمہ میں توضیح اور تفسیر کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اور جہاں دوسری بار آیا ہے وہاں پہلی توضیح و تفسیر کو کافی سمجھ کر صرف لفظی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ معترض صاحب نے اس جگہ دونوں ترجموں کو اپنے اعتراض کے نیچے رکھا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ اعتراض مذکورہ بالا (مرزا صاحب کی شریعت طبع زاد تمام ادیان کی ناسخ ہے) کرتے ہوئے آپ کی آنکھ ۵۸ والے ترجمہ کو جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ ”دوسروں کے پانی جو اُمت میں سے تھے“

وَأَنى لِّلنَّاسِ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُمۡ جَزَاءُ مَا كَفَرُوا۟ مِنۡ شَيْءٍ

اور میں بدتر انسانوں کا ہوں گا اگر امانت کرنے والے اپنی امانت نہیں دیکھیں گے

یعنی اولین سے مراد گذشتہ صاحب شریعت انبیاء نہیں بلکہ اس امت کے گذشتہ لوگ مژد ہیں جن کے سلسلے قادریہ نقشبندیہ چشتیہ سہروردیہ وغیرہ کے نام سے چلے آتے ہیں۔ اور جن کے ذریعہ پہلے ہزار ہا لوگوں کو گناہوں اور آلودگیوں سے طہارت حاصل ہوئی۔ مگر اب بجائے اس کے ان میں طرح طرح کے گند پیدا ہو گئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اب وہ چشمہ صافی سے کہیں دور جا پڑے ہیں جس کے ذریعہ سے پاکیزگی حاصل کرتے تھے +

اور اس سے اوپر کا اعتراض ”تکدر کا ترجمہ خشک ہو گئے“ فرماتے ہیں غلط ہے بلکہ تکدر کے معنی گدلا ہونے کے ہیں۔ بیان کرتے ہوئے آپ کی آنکھ دوسری جگہ کے ترجمہ ”مکدر ہو گیا“ کو نہیں دیکھ سکی کیونکہ پہلے حوالہ پر اس کے متعلق مذکورہ بالا اعتراض ایک شخص میں صحت کے ساتھ ہے کہ وہ دوسرے حوالہ پر اطلاق نہ رکھتا ہو اور دوسرے حوالہ کا متعلق اعتراض صرف اس صورت میں پیش کر سکتا ہے کہ پہلے حوالہ پر مطلع نہ ہو۔ مگر معترض صاحب نے ایک ہی جگہ دونوں اعتراض کئے ہیں جس کا ترکیب بجز ایک بد باطن اور دھوکہ بازی اور مغالطہ دہی سے کام لینے والے شخص کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ جس سے معترض صاحب کی نیت اور اس کے اعتراضات کی حقیقت اچھی طرح سے ظاہر ہو رہی ہے +

شعر (۲۱۵) قولہ - وزن فاسد ہے +

اقول - وزن بالکل درست ہے۔ کیونکہ اس جگہ برعایت شعر ہانت کی تاء کو ساکن کیا گیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۲۱۶) +

اسکان متحرک کی مثالیں اشعار عرب میں اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا استقصاء متعذر ہے مگر آپ ان باتوں کو کیا جانیں آپ تو عربیت سے ایسے کورے ہیں جیسے گدھے کا سر سینگوں سے +

وَاللّٰهُ اَنّٰی مَا اَدْعَيْتُ تَعْلٰی	۲۱۶ وَأَنْبَغِي حَيَاتًا مَا يَلِيهَا التَّكْبَرُ
اور بخدا اپنے تعلق کی راہ سے دعویٰ نہیں کیا	اور میں ایسی زندگی چاہتا ہوں جس پر تکبر کا سایہ نہ ہو
وَقَدْ سَرَنِي اِنْ كَايْشَارَ بِاصْبَح	اِلٰی وَالْقَىٰ مِثْلَ عَظَمِ يُعْفَرُ
اور میری یہ خوشی رہی کہ میری طرف آنکلی کے ساتھ	اشارہ نہ کیا جائے اور میں ایسا پھینک دیا ہوں جیسا کہ لیک
فَلَمَّا اجْزَنَّا سَاحَةَ الْكِبَرِ كُلِّهَا	۲۱۸ اَتَانِي مِنَ الرَّحْمٰنِ وَحْيٌ يُكْبَرُ
پس جبکہ ہم تکبر کے میدان بہت دور نکل گئے اور میدان	تب خدا کی وحی میرے پاس آئی جس نے مجھے بڑا بنا دیا
اِذَا قِيلَ اِنَّكَ مَرْسَلٌ خَلْتُ اَنفِي	۲۱۹ دُعَيْتُ اِلَى الْمَرْعٰى عَلَى الْخَلْقِ يَعْصِرُ
جب یہ کہا گیا کہ تو خدا کی طرف سے بھیجا گیا	تو میں نے خیال کیا کہ میں ایسے امر کی طرف بلایا گیا کہ جو لوگوں پر جاری ہوگا

شعر (۲۱۶) قولہ - حیات کا اطلاق غلط ہے +

اقول - کاتب نے سہواً کچھ کی بجائے تَا (بالالف) لکھ دیا ہے۔ پس یہ نفس کتاب کی کوئی غلطی نہیں ہے +

شعر (۲۱۸) قولہ - مصرعہ اولیٰ امر القیس کے مصرعے سے ماخوذ ہے اور اخذ میں کوئی بات بھی نہیں۔ اس کا پورا شعر یوں ہے +

فَلَمَّا اجْزَنَّا سَاحَةَ الْحَيِّ وَالتَّحْيٰی بِنَابِطِنِ خَبْتِ ذٰی حَقَاقٍ عَقْفَنَقْلِ

اقول - یہ اخذ بطور تضمین ہے جس میں یہ خوبی ہے کہ امر القیس نے جس قالب کے اندر ایک گندے سے گندے مطلب کا ایک ڈھانچہ تیار کیا تھا اسی قالب کے اندر حضور نے ایک نہایت مقدس اور لطیف نکتہ معرفت کو جو من تواضع لله دفعه الله الى السماء السابعة کی تفسیر ہے ادا کیا۔ پس یہ کمال براعت ہے مگر افسوس ہے کہ چشم بداندیش کہ برکنده باد - عیب نمائندہ ہر شے در نظر تضمین کی بحث و بکھو بہ ذیل شعر ہے +

شعر (۲۱۹) قولہ - وزن فاسد ہے +

اقول - وزن درست ہے۔ اِنَّكَ کے کاف کو برعایت شعر ساکن کیا

<p>دعوت ليعطوا عین عقل و بصیرت تو میں دعا کرتا کہ انکو عقل دیجاو اور بینائی بخش جائے وحشوا علی الجاہلین وثوروا اور جاہلوں کو میرے پربر انجیختہ کیا ونا شوا ثیابی من جنون اعدا اور جنوں میرے کپڑے پکڑ لئے اور اس کام میں میرا سببا لیا ولم یبق ضغن بینہم وتتم اور ان کے درمیان باہم کوئی درندگی اور کینہ نہ رہا الینا الاستت والحناجر شہرا پھر ہماری طرف انہوں نے نیزے پھیر دیئے اور تلواریں کھینچیں انترتم غبارا من کلام یزور تم نے ایک جھوٹی بات سے استقدر غبار انگیزی کی</p>	<p>ولوان قومی انسونی لطالب اور اگر میرے پاس میری قوم طالب کی طرح آتی ولکنہم عابوا واذوا ووزروا مگر انہوں نے غیب جوئی کی اور دکھ دیا اور دروغ آرائی کی وعیرنی الواشون من غیر خبر اور نکتہ چینوں نے بغیر آرایش اور آگاہی مجھے سرفش کی عجبت لہم فی حربنا کیف خالطوا میں نے ان سے تعجب کیا ہماری لڑائی میں وہ کیسے باہم مل گئے وقضوا مطاعن بینہم ثم اصدوا ایک مدت تک تو ایک دوسرے پر طعن کرتے رہے فقلت لہم یا ایہا الناس ما لکم پس میں نے ان سے کہا اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا</p>
---	---

گیا ہے (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۱۲) +

قوله - ماخوذ ہے طرفہ کے اس شعر سے :-

اذا القوم قالوا من فتی خلت انی عنیت فلم اکسل ولم اتبلد

اقول - یہ کوئی اخذ نہیں بلکہ اشتراک الفاظ متعارفہ میں داخل ہے - علاوہ

اس کے متعلقہ طرفہ کی شہرت بھی اسے اخذ و سرفہ پر محمول کرنے سے مانع ہے (مفصل

دیکھو بہ ذیل شعر ۹) +

شعر (۲۲۴) قوله - (۱) قضوا بہ تشدید ضاد کے معنی ایک مدت تک کرتے

رہے کس لغت میں ہیں +

اقول - اس جگہ مطاعن کو خیل (گھوڑوں) سے تشبیہ دیکر اور ایک دوسرے

پر ان کے طعن کرنے کو حرب قرار دیکر اس کے لئے قضوا کا لفظ لایا گیا ہے جیسا کہ

علی الحق جیاشون من غیر فطنۃ ۲۲ کما زلت الصفواء حین تکور

مخس حاکت سے جوش کرنے والے بغیر دانائی کے

جیسا کہ ایک صاف پتھر نیچے پھینکنے سے بدلہ نہ لے کر پھسل جاتا

وما ضعت حتی اعان المظفر

اور نہ ہم تھکے یہاں تک کہ خدا نے ہمیں فتح دی

فما برحت اقدامنا موطن الوغی

پس ہمارے قدم جنگ گاہ سے الگ نہ ہوئے

مبعدة من عین ما یرینض

جو اس چشمہ سے دور جو تروتازہ کرتا ہے

وکنت اری الاسلام مثل حدیقة

اور میں اسلام کو اس باغ کی طرح دیکھتا تھا

اس کے بعد کے الفاظ "ثم اصدروا الینا الاسنة والخنجر شہرہا" سے ظاہر ہے

اور اقرب الموارو میں لکھا ہے (قص) علیہم الخیل نشرھا وارسلھا +

قوله (۲۲) اصدروا الاسنة الینا اہل عرب کا محاورہ نہیں۔ البتہ محاورہ

یوں ہے سن فلان لے طعنہ باللسان +

اقول۔ میں آپ کی کون کونسی جہالت کو گنوں گا پیر اصدد نہ طعن کے معنی

میں آیا ہے اور نہ اس جگہ اس کے یہ معنی لئے جاسکتے ہیں۔ اس کے معنی اس جگہ

وہی ہیں جو ترجمہ میں بیان ہوئے ہیں۔ جو یہ ہیں (ثم اصدروا الینا الاسنة۔ پھر

ہماری طرف انہوں نے نیزے پھیر دیئے) اصل میں اصدار کے معنی ہیں جانور کو گھٹا

وغیرہ سے پانی پلا کر واپس باہر لانا پھر انہی معنوں کو مد نظر رکھ کر اسے لڑائی کے میدان

میں گھوڑوں اور ہتھیاروں وغیرہ کو خون اعداء کے ساتھ سیراب کر کے وہاں سے باہر

واپس لانے کے لئے بھی استعمال کرنے لگے۔ انہی معنوں میں یہ لفظ اس جگہ لایا گیا ہے +

قوله۔ (۲۳) دونوں مصرعوں کا وزن فاسد ہے +

اقول۔ مطاعن کے فون اور الاسنة کی تاء کو برعایت شعرا کن

کیا گیا ہے پس وزن بالکل درست ہے (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۲۲۶) +

شعر (۲۲۶) قوله۔ امرا انیس کے دو شعر کو خوب توڑ مروڑ کر سرخ کر کے

ایک شعر بنا لیا ہے۔ وہ دونوں شعر یہ ہیں۔ امرا انیس اپنے گھوڑے کی تعریف میں کہتا

ہے بحیثیت یزل اللہ عن حال متنہ کما زلت الصفواء بالمتنزل
 علی الذیل جیاش کانت احتزامہ اذا جاش فیہ حمیہ علی مریج
اقول۔ یہ مسخ نہیں بلکہ تفسیر ہے جو ممدوح ہے نہ عیب۔ (تفصیل کیلئے
 دیکھو ذیل شعر ۴) +

قولہ۔ اولاً اخذ قبیح ہے۔ کیونکہ امر القیس گھوڑے کی تعریف میں کتا ہے کہ بسبب
 موٹائی اور چکنائی کے زمین اس کی پیٹھ سے اس طرح پھسلتی ہے جیسے بارش چکنے پتھر
 سے۔ سبحان اللہ کیسی تشبیہ ہے۔ اور مرزا صاحب احمقوں کی تشبیہ میں فرماتے ہیں
 کہ جس طرح چکنے پتھر جلد نیچے کو آتا ہے +

اقول۔ یہ قصور آپ کے فہم کا ہے جس کے سامنے ایک احسن المحاسن بھی
 افح القبارح ہے۔ ورنہ حضرت اقدس کے اس کلام میں تو وہ خوبی ہے جس کا شتمہ بھی
 امر القیس کے شعر میں نہیں پایا جاتا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ امر القیس کے الفاظ
 ”کما زلت الصفواء بالمتنزل“ کی دو توجہیں کی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ متنزل کو
 (بفتح زاء) اسم ظرف قرار دیکر یہ معنی کئے جائیں کہ جس طرح ایک بڑا بھاری اور ہموار پتھر
 کسی کی تراؤ کی جگہ سے پھسلے تو فی الفور نیچے کو آتا ہے۔ اسی طرح اس گھوڑے پر سے
 زمین کا نمدا پھسل کر یکدم زمین پر آ پڑتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بلندیوں پر سے اترنے
 یا ان پر چڑھنے کے لئے وہی جگہ اختیار کی جاتی ہے جس کی اونچائی مسیدہ سی اوپر
 کو نہ ہو بلکہ باسانی تدریجاً قدم بقدم چلکر طے ہو سکے۔ پس اگر کسی ایسے موقع پر سے کسی
 چیز کو پھسلا یا جاوے تو وہ ایسی جلدی نیچے نہیں پہنچے گی جیسے کہ کوئی بھاری چیز سیڑھی
 اوپر سے نیچے کو گرنے کی صورت میں فی الفور نیچے آئے گی۔ سو حضرت اقدس نے تنزل
 (اترنے) کی بجائے تکویر (اوپر سے نیچے گرنے) کا لفظ رکھ کر اور اس طرح سے
 مشبہ بہ کو صفت وجہ تشبیہ میں زیادہ زور دیا کہ کلام میں بہت زیادہ خوبی اور
 زور پیدا کر دیا ہے۔ جس سے امر القیس کا کلام خالی ہے۔ دوسری توجہ اس کی یہ کہ
 جاتی ہے کہ متنزل (بکسر زاء) بصیغہ اسم فاعل قرار دیکر اس سے مراد بارش لیتے ہیں

لیکن یہ توجیہ نہایت کمزور ہے۔ کیونکہ امر القیس کا مقصود گھوڑے کی موٹائی اور چکنائی کا اظہار ہے کہ اس کی صفائی۔ پُری۔ اور چکنائی کی وجہ سے اس پر نمد اٹھ نہیں سکتا بلکہ پھسل جاتا ہے۔ لیکن پتھر پر جب بارش برستی ہے۔ تو پانی سیدھا نیچے کو نہیں جاتا بلکہ پتھر پر ٹکڑھا کر اٹھتا ہے۔ اور اس طرح سے چند بار اوپر اٹھ کر اور گر کر بہتا ہوا نیچے چلا جاتا ہے جس کی نمد کے گھوڑے پر سے گرنے سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے علاوہ اس کے پھسلنے کو پانی کی طرف منسوب کرنا ایک نہایت کمزور اور رکیک خیال ہے جسے حضرت اقدس کے مضمون کلام سے کچھ بھی نسبت اور تعلق نہیں ہے +

اور آپ کا یہ ظاہر کرنا کہ احمقوں کی تشبیہ میں ایسا نہیں کہا جاسکتا۔ سراسر آپ کی کم فہمی پر مبنی ہے۔ سنئے! پہلے مصرع میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ حماقت کے باعث جلد بازی سے کام لیکر بیجا جوش کی راہ سے اپنے آپ کو تباہی کے گڑھے میں ڈال رہے ہیں اور دوسرے مصرع میں ان کی اس جلد بازی کو اوپر سے نیچے گرایا جانے والے بڑے بھاری پتھر کے جلد نیچے جا گرنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جیسے وہ جلدی نیچے جا گرتا ہے اسی طرح سے یہ لوگ بھی مخالفت کے جوش میں اوندھے گرتے چلے جا رہے ہیں۔ (کامنماخر من السماء فتخطفه الطیر او تھوی به الريح فی مکان سحیق) +

قولہ - ثانیاً مصرعہ ثانیہ کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں جیسا کہ ایک صاف پتھر نیچے پھینکنے سے جلد تر نیچے کو پھسل جاتا ہے جس پر خط کھینچ دیا گیا وہ کن الفاظ کے معنی ہیں +

اقول۔ اگر آپ یہ نہ سمجھ سکے ہوں کہ یہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں مگر جس شخص کو عربی زبان سے کچھ بھی واقفیت ہو اس کو اس ترجمہ پر کبھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ آپ جیسوں کی آسانی کے لئے ذیل میں ہر ایک لفظ کا الگ الگ لفظی ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا +

ک مازلت الصفاء حین بتکوز (چونکہ وجہ شبہ (جلد تر نیچے جا پڑنا) جیسا پھسلتا صاف پتھر جب نیچے پھینکا جاوے

برعایت بلاغت متن میں تسریحاً بیان نہیں ہوئی۔ اس لئے مطلب خیر ترجمہ میں توضیحاً اسے ظاہر کر دینا ضروری تھا۔ پس لفظی ترجمہ اس کا یہ ہوا کہ جیسے صاف پتھر کا (جلد تریچے) پھسلنا جبکہ اسے نیچے پھینکا جاوے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ”جیسا کہ ایک صاف پتھر نیچے پھینکنے سے جلد تریچے کو پھسل جاتا ہے۔“ پس ترجمہ بالکل درست ہے۔ اگر صفواء یا تکویر کے معنی معلوم نہ ہوں تو سنئے۔ الصفواء الحجرا الملس (فیضی شرح معلمات) الصفواء البلاطة الملینة الملساء (شرح دیوان امر القیس) الصفا العریض من الحجارة الملس جمع صفاة تکتب بالالف فاذا ثنی قیل صفوان وهو الصفواء (لسان العرب) کورتہ فتکور لے سقط (صحاح) +

قوله - ثالثاً محاورہ یہ ہے۔ تکور الشئ تکوراً لے سقط۔ نہ کور اس وقت تکور ماضی مبنی علی الفتح ہوگا اور یہ اصراف واجب الاجتناب ہوگا۔

اقول - افسوس! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابھی تک قرآن کریم کو بھی نہیں چھٹا (ومن اصدق من الله حدیثاً۔ لایسمہ الا المطہرون۔ فما لکم والقرآن الکرم) اگر آپ کو کبھی نماز کے لئے عشا یا صبح کو کسی مسجد میں جانے کا اتفاق ہوتا تو بھی آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ لفظ آخری پارہ میں موجود ہے (کیونکہ علی العموم آخری پارہ کی سورتیں ہی عشا اور صبح کی نماز میں پڑھی جاتی ہیں) سنئے قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے جس کا نام سورۃ التکویر ہے۔ وہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ اذ الشمس کورت اس میں لفظ کورت کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غورت (گہرو) میں ڈالا جائے گا) کہے ہیں جس کے لئے آپ کو کسی بڑی تفسیر یا لغت کی کسی بڑی کتاب کی طرف رجوع کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ایک بالکل چھوٹی سی لغت کی کتاب مختار الصحاح ہی نکال کر دیکھ لیں۔ اور اگر اس کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس سے بھی آپ فائدہ نہ اٹھا سکتے ہوں۔ تو منتخب اللغات ہی نکال کر دیکھ لیجئے جو فارسی زبان میں بالکل سہل اور مختصر لغت کی کتاب ہے۔ اس میں لفظ تکویر کے

فما زلت اسقيها واستنى بلادها من المزن حتى عاد حبر مد عثر

پس ہاں اس بارغ کو پانی دیتا رہا اور اسکی زمینوں کو آسمانی بارش پانی پیا شک کہ اکی خواہد رقی ویران شدہ ہو کر آئی

معنی یہ لکھے ہیں۔ ”تکویر و ستار بر سر پیچیدن و انداختن“ اور اگر انداختن کے معنی بھی نہ آتے ہوں تو کسی شہر کو جاننے والے بچے سے ہی پوچھ لیجئے۔ وہی آپ کو بتا دے گا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ خلاصہ جواب یہ کہ تکویر اس جگہ صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع مجہول ہے۔ جسکی مصدر تکویر ہے اور تکویر کے معنی نیچے گرانے کے ہیں۔ پس اس کے معنی ہوئے ”نیچے گرایا جائے“ چونکہ یہ اس جگہ منصوب یا مجرور نہیں بلکہ مرفوع ہے۔ اس لئے کوئی اصراف نہیں ہے +

شعر (۲۲۹) قولہ - اولاً عبارت یوں چاہئے۔ عادت (الحدیقۃ) حبراً

مد عشر ۱ اور لطف یہ ہے کہ حبر کی صفت مد عشر خلاف بلاغت ہے +

اقول - یہ آپ کی اصلاح اس کاتب کی اصلاح سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔

جس نے آیت ”ختر موسیٰ صحفاً“ لکھتے ہوئے اُس میں سے لفظ موسیٰ کو نکال کر اور اسکی جگہ لفظ عیسے رکھ کر اصل قرآنی الفاظ کی تغلیط کرتے ہوئے کہا تھا۔ خریسے شنیدم خریسوی نہ شنیدم۔ حضرت اقدس تو فرماتے ہیں کہ حدیقہ اسلام کی تباہ شدہ خوبصورتی اس آبیاری سے پھر لوٹ آئی۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ اس مضمون کے اظہار کے لئے (علا) حبر مد عشر (کنا) صحیح نہیں بلکہ اس کے لئے یہ الفاظ ہونے چاہئے تھے کہ

عادت (الحدیقۃ) حبراً مد عشر جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ باغ جو پانی نہ

ملنے کی وجہ سے خشک ہو رہا تھا (آبیاری کی وجہ سے) ویران شدہ خوبصورتی بن

گیا۔ یعنی اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے کہ اس باغ کی زائلی شدہ خوبصورتی و تازگی

پھر لوٹ آئی۔ جو الفاظ آپ معترض بناتے ہیں۔ اس کا مفہوم بالکل اس کے برعکس

ہے جو یہ ہے۔ کہ باغ آبیاری کی وجہ سے تباہ شدہ خوبصورتی بن گیا۔ اس پر طرہ یہ

ہے کہ آپ اس بے معنی فقرہ (وہ باغ آبیاری کی وجہ سے ویران شدہ خوبصورتی

وجاشت الی النفس من فتنه العلاء ۳۳ فانزل ربی حرۃ لا تکسر

اور میرا دل دشمنوں کے فتنے سے کھٹنے لگا پس نازل کیا میرے ایک حربہ جو توڑا نہیں جائے گا

واجبت استقری الرجال لجالام لافحم قوما جابرین و انذر

پس اپنے صحابہ کی اومان کو کوئی تلاش میں لگ گیا میں تمام مومنوں پر اتمام حجت کروں

بن گیا) کو نصیح و تبلیغ قرار دیتے ہوئے اس کے بالمقابل حضرت اقدس کے الفاظ (عاد جبر مد عثر) کو خلاف بلاغت قرار دیتے ہیں +

قوله - ثانیاً اب عیب اصراف واجب الاجتناب ہوا +

اقول - یہ بناء فاسد علی الفاسد ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا +

شعر (۲۳۰) قوله - اولاً یہ مصرعہ مسروق ہے طرفہ کے اس مصرعے سے

وجاشت الیہ النفس خوفاً وخالہ

اقول - یہ سرقہ نہیں بلکہ اشتراک الفاظ متعارفہ ہے۔ دیکھئے حضرت

عمرو بن عبدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فجاشت الی النفس اول مترق فرقت علی مکروہا فاستقرت

قوله - ثانیاً جاشت النفس بمعنی غشت آتا ہے جاشت الی النفس

نہیں آتا +

اقول - افسوس کہ تعصب نے آپ کو بالکل اندھا اور دیوانہ بنا دیا ہے

ورنہ طرفہ کے جس شعر سے آپ نے حضرت اقدس کے اس شعر کو ماخوذ بتایا ہے خود اسی

شعر میں یہ محاورہ موجود ہے۔ اس بیماری نے آپ کے حواس پر ایسا خطرناک حملہ کیا

ہے کہ آپ یہ بھی نہیں معلوم کر سکے کہ جو شعر میں خود لکھ کر پیش کر رہا ہوں اسی میں

جاشت کے ساتھ الی کا استعمال موجود ہے۔ طرفہ کے الفاظ یہ ہیں۔ جاشت

الیہ النفس (اے جاشت نفس صاحبی الیہ خوفاً) جس کے معنی ہیں۔

مکہ خوف سے اس کا دل باہر آنے لگا۔ اور حضرت اقدس کے الفاظ یہ ہیں "وجاشت

وقد كان باب اللد مركز حربيهم ۲۳۲ کلام مضل لحسام مشهور

اور ان کا طرز جنگ صرف زبانی خصومت تھی یعنی محض گمراہ کرنی والی باتوں کو پیش کرتے اور مذہب کو تلوار کی لڑائی

الى النفس من فتنة العدا یعنی میرادل دشمنوں کے فتنہ کی وجہ سے باہر آنے لگا اگر بسبب جمالت اور نادانی کے آپ کو الٹی یا بے متکلم پر اعتراض ہو کہ ضمیر متکلم کا استعما الٹی کے ساتھ یا حاشمت کے ساتھ کیوں کیا گیا ہے تو حضرت عمرو بن معدی کرب کا مذکورہ بالا شعر ہی دیکھ لیجئے۔ مگر اس بارہ میں بھی آپ معذور ہیں کیونکہ جسے تعصب نے اندھا کر رکھا ہے وہ کیا دیکھ سکتا ہے (لیس علی العی حرج) +

قوله - العدى کا اطلاق غلط ہے +

اقول - اطلاق بالکل درست ہے (دیکھو ذیل شعر) +

قوله - جاشت الى النفس کا ترجمہ میرادل بکھنے لگا مضحکہ خیز ہے +

اقول - ترجمہ مضحکہ خیز نہیں بلکہ اس پر آپ کا اعتراض مضحکہ انگیز ہے جاؤ معقبات کے شروع کو دیکھو کہ ان میں "جاشت الى النفس" کے کیا معنی لکھے ہیں پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ترجمہ مضحکہ خیز ہے یا آپ کا یہ ہدیان - علامہ زرنی طرفہ کے شعر مذکور کے ذیل میں اس لفظ کی یہ تشریح کرتا ہے کہ ارتفعت نفسا زالت قلبه عن مستقره لفرط خوفه یعنی جاشت الى النفس خفا کے معنی یہ ہیں کہ ڈر سے اس کا دل اپنی جگہ چھوڑ کر اوپر کو آنے لگا۔ اور علامہ فیضی لکھتے ہیں "يقال جاشت الى النفس اذا ارتفعت الى حلقومه خوفاً وعدى بالي لتضمنه معنى الوصول ما خوذ من جاشت القدر اذا غلت وفارت وكذا يقال انتفعت الرية وبلغ القلب الحنجرة" +

۹۷

شعر (۲۳۲) قوله - اس کا ترجمہ مرزا صاحب یوں کرتے ہیں - اور ان کا طرز جنگ صرف زبانی خصومت تھی یعنی محض گمراہ کرنے والی باتوں کو پیش کرتے اور مذہب کے لئے تلوار کی لڑائی نہ تھی - ترجمہ میں جو خط کھینچ دیا گیا ہے وہ کن الفاظ کے

معنی ہیں *

اقول۔ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اعتراض کرنے سے پہلے کسی عربی دان سے دریافت کر لیتے۔ سنئے۔ زبانی خصوصیت تو لفظ لد کا مفہوم ہے۔ چنانچہ تاج العروس اور لسان العرب میں لکھا ہے "لددت فلانا اللہ اذا جادلتہ فغلبتہ" یعنی لددت کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اس سے مجادلہ کر کے اسے دبا لیا۔ اور مجادلہ اور جدال کے معنی تاج العروس میں یہ لکھے ہیں "قال ابن الکمال المجدال مرأی يتعلق باظهار المذاہب وتقریرها وقال الفيومي هو التخاصم بما يشغل عن ظهور الحق ووضوح الصواب ثم استعمل على لسان حملة الشرع في مقابلة الادلة لظهور ادب جهما" یعنی ابن کمال کہتے ہیں کہ جدال اس مقابلہ کو کہتے ہیں جو اظہار و اثبات مذاہب کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ یعنی مذہبی مباحثہ۔ اور فیومی کہتے ہیں کہ عمل میں اس کے معنی ہیں ایسے طور پر جھگڑا کرنا کہ حق اور راستی چھپی رہے اور ظاہر نہ ہونے پائے۔ اور اہل شرع کی اصطلاح میں بطور نقل یہ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ دلائل کے ساتھ مقابلہ کرنا تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ کس فریق کے دلائل زبردست ہیں اور کس کے کمزور۔ اور اللہ کے معنی لسان العرب میں یہ لکھے ہیں کہ "اللد الخصم المجدل الشحيح الذي لا يزيغ الى الحق وجمعه لدد و لدد و منه قول عمر بن الخطاب رضي الله عنه لام سلمة فانا منهم بين السنة لداد و قلوب شداد و سيوف حداد" یعنی اللہ جھگڑا لڑا دمی کہہ سکتے ہیں جو حق کی طرف مائل نہ ہوتا ہو۔ اور اس لفظ کی جمع لدد اور لداد ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر کے اس قول میں (جس کے معنی یہ ہیں) کہ میری ان میں یہ حالت تھی کہ میرے چاروں طرف جھگڑا لڑ رہا تھا پتھر سے دل اور تیز تلواریں بھینیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ لدد زبانی خصوصیت کو کہتے ہیں۔ اور لفظ مذہب کے لئے "کو اس مفہوم کے ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے جو" کلام مضل کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی وہاں گمراہ کرنے والی باتوں کے ساتھ ضلال اور عقائد باطلہ کی تائید کی جا رہی تھی تلوار کی لڑائی نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ کلام مضل اسی لڑائی

فوافیت مجمع لڈھم وقتلتہم ۲۳۳ بضرب ولم اکسل ولم اتخسرا

پس میں لڑنے والوں کے مجمع میں آیا اور ایک ہی ضرب سے قتل کر دیا اور نہ میں سخت ہوا اور نہ ہلکا ہوا

میں ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ یہی ہو۔ غرض جو مفہوم خود متن کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے اسی کو ترجمہ میں بوضاحت بیان کیا گیا ہے۔
قولہ۔ کلام مضیل کو ماقبل سے کیا تعلق ہے؟

اقول۔ یہ جملہ بغرض رفع دخل مقدر لایا گیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ مصرع اول سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ جب زبانی خصوصیت کی راہ سے حرب وقوع میں آئی تو وہاں تلوار میں چلنے لگی ہوگی۔ جیسا کہ حرب کے لفظ سے سمجھا جاتا ہے۔ سو اس وہم کے ازالہ کے لئے دوسرے مصرع میں فرمایا کہ وہ لڑائی تلوار کی نہیں تھی بلکہ کلام مضیل کی تھی۔ پس یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جیسا کہ ۵ لبیک یزید صارع لخصومة + و مختبط مما تطعم الطوائف میں لبیک یزید کے بعد صارع لخصومة (کلام مفصل) ابتدا سے محذوف (سلاحہما) کی خبر ہے۔

شعر (۲۳۳) قولہ (۱) مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔
اقول۔ وزن درست ہے کیونکہ برعایت وزن عین متحرک کو ساکن پڑھا جائیگا۔ (مفصل دیکھو: ذیل شعر ۱۲)۔

قولہ (۲) مصرعہ ثانیہ میں عیب اقوار ہے۔
اقول۔ یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو: ذیل شعر ۱۳۔
قولہ (۳) یہ مصرعہ طرفہ کے مصرعہ کی ایک حد تک نقل ہے۔
دعیت فلم اکسل ولم اتبلک +

اقول۔ اس مرض کا کوئی علاج نہیں کہ جیسا آپ کو حضرت اقدس کے کلام میں کا کوئی لفظ کسی اور جگہ نظر آتا ہے تو اسے نقل اور سرقہ قرار

وَأَنى أَنَا الْمَوْعُودُ وَالْقَائِمُ الذِّكْرُ

اور میں سچ موعود اور وہ امام قائم ہوں جو زمین کو

بِنَفْسِي تَجَلَّتْ طَلْعَةُ اللَّهِ لِلنَّوَرِ

میرے ساتھ صورت خدا کی خلقت پر ظاہر ہوگی

خُذُوا حِطَّكُمْ مِنِّي فَإِنِّي أَمَّا مَكِّمُ

اپنا حصہ مجھ سے لے لو کہ میں تمہارا امام ہوں

وَقَدْ جِئْتُكُمْ بِأَقْوَمِ عِنْدَ ضَرْبَةٍ

اور میں میری قوم ضرورت کو وقت تمہاری پاس لایا

وَمَا الْبِرُّ إِلَّا تَرْكُ بَخْلِ مِنَ التَّقَى

اور نیکی بجز اس کے کوئی چیز نہیں کہ تو ہی کی راہ بخل کو دور کر دیا جاوے

وَقَالُوا إِلَى الْمَوْعُودِ لَيْسَ بِحَاجَةٍ

اور انہوں نے کہ سچ موعود کی طرف کچھ حاجت نہیں

وَمَا هِيَ إِلَّا بِالْغِيُورِ دُعَابَةٌ

اور یہ تو خدا کے غیور کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا ہے

وَقَدْ جَاءَ قَوْلُ اللَّهِ بِالرُّسُلِ تَوَامًا

اور اصل حقیقت یہ کہ خدا کا کلام در رسول باہم توام ہے

اور اصل حقیقت یہ کہ خدا کا کلام در رسول باہم توام ہے

اور اصل حقیقت یہ کہ خدا کا کلام در رسول باہم توام ہے

بِهَثْمَلَاتٍ الْأَرْضِ عَدْلًا وَتَمْرًا

عدل سے بھرے گا اور دیران جنگلوں کو پھلدار کرے گا

فِيَا طَالِبِي شِدِّ عَلَى بَابِي احْضُرُوا

پس ایو ہدایت کو طلبو میرے دروازے پر حاضر ہو جاؤ

أَذْكُرْكُمْ أَيَّامَكُمْ وَأَبَشِّرْكُمْ

تمہیں تمہارے دن لاتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں

فَهَلْ مِنْ رَشِيدٍ عَاقِلٍ يَتَذَكَّرُ

پس کیا کوئی تم میں رشید اور عقلمند ہے جو اس بات کو سوچے

وَمَا الْبَخْلُ إِلَّا رَدٌّ مِنْ يَتَبَقَّرُ

اور بخل بجز اس کے کچھ نہیں جس کا علم دینے اور کالی سے اور انہوں نے

فَإِنَّ كِتَابَ اللَّهِ يَهْدِي وَيُخَبِّرُ

کیونکہ اللہ کی کتاب ہدایت دیتی اور خبر دیتی ہے

فِيَا عَجَبًا مِنْ فَطْرَةِ تَهْوُورِ

پس ایسے عجب فطرتوں پر تعجب آتا ہے

وَمِنْ دُونِهِمْ فَمِ الْهَدْيِ مُتَعَصِّرُ

اور ان کے بغیر خدا کی کلام کا سمجھنا مشکل ہے

اور ان کے بغیر خدا کی کلام کا سمجھنا مشکل ہے

اور ان کے بغیر خدا کی کلام کا سمجھنا مشکل ہے

بہر حال اگر کوئی غافل ہے

دینے لگتے ہیں اور جب نظر نہیں آتا تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ کوئی محاورہ نہیں اگر یہ کوئی محاورہ ہے تو کہیں دکھلاؤ (ان تحمل علیہ یلمت او تتركه یلمت) بھلا ایک لم اکسل کے لانے سے اسکا نام نقل ہو گیا۔ ایسی بات تو ایک سوٹی سے موٹی عقل کا آدمی بھی جسے زبان دانی سے کچھ بھی مس ہو منہ پر نہیں لاسکتا چہ جائیکہ ایک تنقید عربیت کا مدعی ایسی بات کہے۔ فیاللعجب ولضعف الادب والادب +

شعر (۲۳۴) قولہ - نہ تو مرزا صاحب کے عدل سے زمین بھر گئی

اور نہ جنگل بھلدار ہوئے +

اقول۔ گرنہ بیند بروز شپہ چشم۔ چشمہ آفتاب را چہ گناہ۔

اگر آپ کو حضرت اقدس کی کامیابی نظر نہیں آتی تو یہ آپ کی نظر کا قصور ہے۔
ورنہ سنت انبیاء علیہم السلام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضور کو جو کامیابی
بخشی ہے وہ آفتاب کی طرح عیاں ہے۔ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں۔
مے درخشم چون سمر تا بم چو قرص آفتاب + کو چشم آنانکہ در انکار ما افتادہ اند۔
آپ حضرت سید موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو چشم بصیرت اور فراست مومنانہ
کے ساتھ دیکھیں یہود و نصاریٰ کی سی کوتاہ بین آنکھ سے نہ دیکھیں۔ جسے
ابن کسراج منیر رحمۃ اللعالمین سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جیسا آفتاب درخشان بھی نظر نہیں آیا۔ آپ غور تو فرمائیں کہ جن مقاصد کے
لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا وہ کیا تمام کے تمام حضور
کی زندگی میں ہی پورے ہو گئے تھے کیا یہ سچ نہیں کہ حضور نے فرمایا تھا انی قد
اعطیت خزان مفاہیج الارض یا کیا حضور کی زندگی میں ہی تمام زمین کے
خزانے حضور کو مل گئے تھے۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو کم از کم یہی بتائے کہ کیا اب تک
تمام روئے زمین کے خزانے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ اگر یہ بات درست نہیں
بلکہ ان پیشینگیوں کا مدعا یہ تھا کہ ایک دن ایسا ہو کر رہیگا۔ خواہ جلد ہی ہو یا دیر
سے تو یہی امر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر نظر کرنے کے لئے
بھی آپ کو مد نظر رکھنا چاہئے +

قولہ۔ مسلمانوں کی جماعت میں پھوٹ ڈالکر اور تمام امت کو کافر بنا کر

اپنی ڈیرٹھ اینٹ کی مسجد الگ کھڑی کر دی +

اقول۔ یہی الزام ابو جہل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تھا۔ اور
جس طرح اس کا الزام سراسر جھوٹا تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت
سے قبل قبائل عرب باہم آویختہ تھے اتحاد کا نام و نشان نہ تھا۔ اسلام آنے

اگر ان جسد ہونے والے بھائیوں کو اکٹھا کیا اور نہ صرف عرب کو بلکہ کل اقوام عالم کو لاکھوں متبائن الخیال متمايز الجہات لوگوں کو ایک دسترخوان پر جمع کر دیا اسی طرح آپ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام بھی بالکل جھوٹا اور سراسر طبل ہے۔ کیونکہ حضور کی بعثت سے قبل تمام اسلامی فرقے ایک دوسرے کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے چکے تھے۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا آپ کے دعوے سے قبل مسلمانوں میں اتحاد تھا۔ آپ نے اگر تفرقہ ڈال دیا اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا۔ آپ نے کوئی تفرقہ نہیں ڈالا بلکہ تفرقوں کو اپنے آکر مٹایا۔ اور جدا ہونے والوں کو اکٹھا کیا اور دشمنوں کو دوست بلکہ بھائی بھائی بنا دیا۔ معلوم نہیں وہ کون سی امت یا امت کا کوئی فرقہ ہے جسے حضرت اقدس نے اگر کافر بنایا۔ آپ سے پہلے اسے کبھی کسی نے کافر نہیں بنایا تھا۔ غرض تکفیر کا الزام ہر طرح سے آپ لوگوں پر ہی عائد ہوتا ہے۔ حضرت اقدس پر آپ کا الزام کسی طرح سے بھی درست نہیں ہے۔ نہ حضرت اقدس نے کسی ایسے فرقہ کی تکفیر کی ہے جسے آپ سے پہلے کسی نے کافر نہ ٹھہرایا ہو۔ اور نہ ان لوگوں سے کافر کہلانے سے پہلے آپ نے انہیں کافر کہا۔ بلکہ آپ نے اُس وقت اُنکے کفر کا اظہار کیا۔ جبکہ یہ لوگ آپ کی تکفیر کر چکے تھے اور نیز اس سے قبل تمام کے تمام فرقے ایک دوسرے سے یہ خطاب حاصل کر چکے ہوتے تھے۔

اسی طرح آپ کا یہ خیال بھی سراسر غلط ہے کہ جس مسجد کی بنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے وہ ڈیرھ اینٹ کی ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جسکے لئے کل روئے زمین وقف ہو کر روز بروز اس پر سے اشجار حبیشہ کفر و فسق بحکم اجتناب من فوق الارض مالہا من قرار صاف کئے جا رہے ہیں۔ اور بڑی شد و مد کے ساتھ زمین ہر قسم کے جس سے پاک کی جا رہی ہے۔ اور حسب فحولے ینسفہا دبی نسفافینڈھا قاعاً صفصفا لا تری فیہا عوجاً ولا امثلاً اس مسجد کی خاطر تمام زمین ہموار کی جا رہی ہے۔ اور فرشتوں کے ہاتھوں سے شرقاً غرباً اور یمناً و شمالاً یہ مقدس گھر وسعت حاصل

کر رہا ہے۔ اور اب وہ دن نزدیک ہیں کہ تمام اصحاب الفیل جو اسے گرانے کی فکریں ہیں
کھسکتے ماکول ہو جائیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا۔ اور ایک ہی پیشوا۔ باقی
جس قدر مذاہب اور فرقے ہیں وہ سب کے سب کالعدم ہو جائیں گے۔ اور کوئی ان میں سے
عزت کے ساتھ یاد نہیں کیا جائیگا۔ جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود و جہد سی مہود علیہ
الصلوة والسلام اس بارہ میں اللہ تعالیٰ سے بشارت پا کر فرماتے ہیں۔

”وہ تمام لوگوں میں رکھو کہ یہ اسکی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس
جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا۔ اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر انکو غلبہ
بخشے گا۔ وہ دن آئے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو
عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور
فوق العادۃ برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اسکے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد
رکھیں گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔“

یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں
وہ تمام مرین گئے۔ اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں
دیکھنے گا۔ اور پھر انکی اولاد جو باقی رہیں گی وہ بھی مرے گی اور انہیں سے بھی کوئی آدمی
عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی۔ اور وہ
بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھیں گی۔ تب خدا انکے دلوں میں گھبراہٹ
ڈالے گا۔ کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم
کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دشمن یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں
گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار
کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نوید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ
کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک نغمہ بازی کرنے
آیا ہوں۔ سو میرے ماتھے سے وہ نغمہ بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھیکا اور پھولیکا۔ اور کوئی نہیں
جو اسکو روک سکے یا (تذکرۃ المشاہدین ص ۶۲ و ۶۵) +

فَإِنْ ظَلِيَ الْأَسْيَافُ مَحْتَاجًا دَائِمًا	۲۴۲	الِي سَاعِدِ الْيُجْرِي الدَّمَاءَ وَيُنْدِرُ
کیونکہ تلواروں کی دھار ہمیشہ ایسی بازو کی طرف محتاج		جو خون جاری کرتا اور سر کو بدن الگ کر دینا ہے
بَعْضِ رَقِيقِ الشَّفَرِ تَنْهَضُ هَمَّةٌ		اِذَا نَاشَهُ طِفْلٌ ضَعِيفٌ مُحَقَّرٌ
تلوار گو باریک حارین کھتی ہو گرتی بھی شکست ہوگی		جیکہ اسکو کمزور اور حقیر بچہ ماتھ میں پکڑے گا

شعر (۲۴۲) - قولہ - یندر کا ترجمہ مرزا صاحب ”سر کو بدن سے الگ کر دینا“ کرتے ہیں۔ شاید حضرت کا ایجاد بندہ ہو۔ عربی کا محاورہ یوں ہے۔ ضرب یداً بالسيف فاند رها۔

اقول۔ اپنے اپنے اعتراض کو واضح نہیں کیا جس سے صفائی کے ساتھ آپکا مطلب ظاہر ہوتا۔ بہر حال اگر آپ کا یہ مدعا ہے کہ اندر کے معنی اسقط (گرا دیا) ہیں نہ ”الگ کر دیا“۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ بقرینہ یجری الدماء وغیرہ اس جگہ اندر کا مفعول (مخذوف) لفظ دؤس (سر) ہے۔ اور تلوار کے ساتھ سر کو گرا دینا یا ”تلوار کے ساتھ سر کو الگ کر دینا“ ایک ہی ہے۔ لیکن اول الذکر الفاظ ایسے زور دار نہیں جیسے کہ مؤخر الذکر۔ اسلئے یہی مؤخر الذکر الفاظ اختیار کئے گئے۔ پس ترجمہ بالکل درست اور صحیح ہے +

اور اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ فعل اندر صرف ماتھ کو گرا دینے یا کاٹ کر الگ کر دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کسی اور عضو کے لئے اسکا اطلاق صحیح نہیں تو مندرجہ ذیل احادیث کو دیکھئے جنہیں اسے مختلف اعضاء کے الگ کر دینے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ (۱) ان رجلا عض ید اخر فندرت ثنیته۔

(۲) وفی روایت فاند ثنیته۔ ان ہر دو روایات حدیث میں اس لفظ کا استعمال سامنے کے دانتوں کے لئے ہوا ہے۔ (۳) ایک اور حدیث میں ہے فصر داسہ فندردا (طارد عن بدنہ) اس حدیث میں خود سر ہی کے لئے اس لفظ کا استعمال موجود ہے۔ چہرہ آپ کا اعتراض ہے +

کی آخری لکھنؤ شریعتی کمیٹی

<p>وَمَا إِذَا اخَذَ لَكَ مِفْقَرًا</p> <p>لیکن جب ایک بہادر آدمی ایک سخت تلوار کو پکڑے</p>	<p>كُفِيَ الْعُودَ مِنْهُ الْبَدُّ خَيْرًا</p> <p>تو اس کا پہلا وار دوسرے وار کی حاجت نہیں کھینکا اور کم کر دیا</p>
<p>إِذَا قَلَّ تَقْوَى الْمَرْءِ قَلَّ اقْتِبَاسُهُ</p> <p>جب انسان کی تقوی کم ہو جاتی ہے تو خدا کی کلام</p>	<p>مِنَ الْوَحْيِ كَالسَّخْرِ الَّذِي لَا يُنْزَرُ</p> <p>سے سنبھلا اور اقتباس اس کا بھی کم ہو جاتی ہے جیسا کہ ہینے</p>
<p>فِي إِسْفَافِ أَيْنِ التَّقَاتِ أَرْضَهَا</p> <p>پس افسوس کہاں تقوی اور کہاں ہے زمین اُسکی</p>	<p>وَإِنِّي أَرَى إِسْقَاعَ الْفُسْطِ يَظْهَرُ</p> <p>اور میں دیکھتا ہوں کہ فسق پر فسق ظاہر ہو رہا ہے</p>
<p>أَرَى ظِلَّ آتٍ لِيَتَنَّهُ مَتَّ قَبْلَهَا</p> <p>اور میں وہ تاریکیاں دیکھتا ہوں کہ کاش میں انہیں پہچان</p>	<p>وَذُقْتُ كُؤُسَ الْمَوْتِ وَكُنْتُ أَنْصَرُ</p> <p>اور موت کے پیالے چکھ لیتا اور یا مدد دیا جاتا</p>
<p>أَرَى كُلَّ مَحْجُوبٍ لِدُنْيَا بَاكِيًا</p> <p>میں ہر ایک محجوب کو دیکھتا ہوں جو اپنی دنیا کو لئے رو رہا ہے</p>	<p>فَمِنْ ذِي الْيَمِينِ لَدَيْنِ يَحْقَرُ</p> <p>پس کون ہے جو اس دین کے لئے روتا ہو جسکی تحقیر کی جاتی ہے</p>

شعر (۲۴۴) قولہ - اولاً مصرعہ اوّلے کا وزن فاسد ہے +
 اقول - اخذ کی خاء کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے - اسلئے وزن درست ہے - (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۱۲) +
 قولہ - ثانیاً مصرعہ ثانیہ ماخوذ ہے طرفہ کے مصرعہ ثانیہ سے - پورا شعر یوں ہے -

حَسَامٌ إِذَا مَا كُنْتَ مِفْقَرًا بِهِ كُفِيَ الْعُودَ مِنْهُ الْبَدُّ لَيْسَ بِمَقْعَدٍ
 اقول - یہ اخذ نہیں بلکہ تضمین ہے - (مفصل دیکھو ذیل شعر ۹) +
 شعر (۲۴۶) قولہ - التَّقَاتِ كَالْإِلا عَطْ - صحیح التقاة ہے +
 اقول - ایسی سہو کتابت کو نفس کتاب کی غلطی قرار دینا اور اُسے مصنف کی طرف منسوب کرنا کمال درجہ کی نادانی ہے - اپنے رسالہ کو دیکھو - اسمیں
 لِسْقَرًا غَلَطٌ كِتَابَتِمْ

عہ صحیح مصنف ہے نہ مقعد +

وللذین اطلال راہا کلاھف ۲۴۹	و دمی بذکر قصورہ یتحد
تراوت غوايات کریم جیجی ۲۵۰	وارخی سدیل الغی لیل فکدر
تمت ریاض عاصفات کاتھا	سبائ بارض الہند تعوی تزخوڑ

اور دیکھ لو شکستہ ریختہ نشان باقی میں جنگوں میں حسرت کے شعلے دیکھ لو ہموں اور اسکے مملوں کو یاد کر کے میرے آنسو جاری ہیں
مگر ایساں ایک آنسو کی طرح ظاہر ہو گئیں ایسی اندھی جو درختوں کو جڑوں سے اکھاڑتی ہو اور ایک تاریکات کو گراہی پر نہ نیچے چھوڑ دیئے
دیکھ میں مکہ ہند میں جو بھڑکے اور شیر کی آواز نکال رہی ہیں

شعر (۲۴۹) قولہ - وزن فاسد ہے +

اقول - وزن بالکل درست ہے - دوسرے مصرعہ میں قصور کے قاف کو برعایت شعر ساکن کیا گیا ہے - (مفصل دیکھو ذیل شعر ۲۵۰) +

شعر (۲۵۰) قولہ - لیل مکدر یعنی تاریک رات عرب کا محاورہ نہیں

اقول - معلوم نہیں محاورہ نہ ہونے سے آپ کی مراد کیا ہے - اگر یہ استعمال لفظ ممنوع ہے تو اس بات کا کوئی ثبوت پیش کرو - ورنہ آپ جیسے جاہل عنید کا ایسا کہہ دینا کیا حقیقت رکھتا ہے - بالخصوص جبکہ قرآن کریم میں صاف یہ آیت موجود ہے - واذا النجوم انکدرت کیا انکدار النجوم مستلزم تکدر لیل نہیں ہے، یکساں نہارہ صائم کا محاورہ اسکی صحت پر مہر نہیں کر رہا - یا اب وہ بھی غلط ہو گیا ہے - یا کنعوذ باللہ یہ آیت ہی غلط ہے +

قولہ - صفحہ ۵۶ سطر ۲ میں بلیل کو ج البحر ادخی سدولہ موجود ہے

اسلئے مکرر ہوا +

اقول - یہ کوئی عیب نہیں - فحول شعرائے عرب کے کلام میں اسکی مثالیں

نہایت کثرت سے ملتی ہیں - دور جانے کی ضرورت نہیں - امر لقیس کنذی کا دیوان ہی اٹھا کر دیکھو ایسے بلکہ اس سے بھی بڑھکر تکرار سے کس طرح بھرا پڑا ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۲۱۲) +

۲۵۲ وقل صلح الناس الغی یكثر

اور نیکی کم ہو گئی اور گمراہی بڑھ گئی

۲۵۳ بہا العین الامرام تشع وتعب

اور اس میں حشی چار پائے چل ہوا اور بھوکا رہا ہے

۲۵۴ وکل جہول فی الهوی یتبختر

اور ہر ایک غلط اپنی ہواؤں میں جوش میں ناز کرنا چاہتا ہے

۲۵۵ وما جہدہم الا لحظ یوفر

اور انکی کوششیں اس کے برعکس ہیں وہ حفاظتی کثرت کو چاہتے ہیں

۲۵۶ وقد سترہم سکر وفسق وعیس

اور انکو مستی اور بدکاری اور قمار بازی پسند آگئی

۲۵۷ وما ان اری عنہم شقاہم یقش

یہ سترہم یکاب بظاہر غیر ممکن ہو کر انکی شقاوت انکو اللہ کریم

۲۵۲ اری لفساقن المفسدین وزم

میں فاسقوں مفسدوں کی جماعتوں کی جامعیت دیکھتا ہوں

۲۵۳ اری عین ینزلہ منہم تکدرت

دین الہی کے چشمہ کو دیکھتا ہوں کہ مکدر ہو گیا

۲۵۴ اری للذین کلم رضوعی الارض راغما

میں دین کو دیکھتا ہوں کہ زمین پر پڑا ہوا ہے

۲۵۵ وما ہتہم الا لحظ نفوسہم

اور انکی ہمتیں اس کے زیادہ ہیں کہ وہ نفسانی حظوظ کو چاہتے ہیں

۲۵۶ نسوا فہم دین اللہ جنتا وغفلہ

انہوں نے دین کی راہ کو جنت اور غفلت کی وجہ بھلا دیا

۲۵۷ اری فسقہم قد صار مثل طبیعہ

میں دیکھتا ہوں کہ انکا فسق طبیعت میں داخل ہو گیا

شعر (۲۵۲) قولہ - زم اگر صحیح بضم میم پڑھیں تو وزن فاسد +

اقول - فعل خواہ مفرد ہو یا جمع اسے فعل کرنا قیاساً جائز ہے - دیکھو

مفتاح العلوم للسکاکی +

شعر (۲۵۳) قولہ - زیر بن ابی سلمی کے اس شعر سے لیا گیا ہے -

بہا العین والارام یمشین خلفہ +

اقول - یہ بھی اخذ تفسیر ہی ہے (تفصیل کے لئے دیکھو بہ ذیل شعر ۲۵۴) +

شعر (۲۵۵) قولہ - دوسرے مصرعے میں حظ کو معرف باللام لانا تھا -

کیونکہ اس سے پہلے مصرعہ اولے میں حظ نفسانی کا ذکر آچکا ہے +

اقول - اولایہ کوئی قاعدہ نہیں - علامہ ابن ہشام نے اپنی کتاب مغنی طبیب کے

چھٹے باب میں اس پر مفصل بحث کی ہے - اور اگر اسے مان بھی لیں تو بھی اس کے

<p>تمنیت لو کان الوباء المتبر تو میں آرزو کی کہ ملک میں طاعون پھیلے اور ہلاک کرے احب اولی من ضلال یدثر اس سے بہتر ہے کہ گمراہی کی موت اُنپر آدے</p>	<p>فلما طغى الفسق المبید بسيله ۲۵۸ پس جبکہ فسق ہلاک کنندہ ایک طوفان کی حرکت پہنچ گیا فان هلاك الناس عند اول الفتن کیونکہ لوگوں کا مرجانا عقل مندوں کے نزدیک</p>
---	---

اس طرح لانے پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ کیونکہ مصرع اول میں حظ نفوس سے مراد جہاد و عزت ہے اور مصرع ثانی میں حظ موفد سے مراد مال و دولت۔ پس پہلا لفظ حظ اس امر کا ہرگز مقتضی نہیں کہ دوسرے لفظ حظ کو معرف باللام لایا جائے۔

لفظ حظ کے یہ دونو معنی لغت میں موجود ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے
وفی حدیث عمر رضی اللہ عنہ من حظ الرجل نفاق ایتمہ وموضع حقہ
قال ابن الاثیر۔ الحظ۔ الجد والبخت اے من حظہ ان یرغب فی ایتمہ وہی التی
لا ذوبہا من بناتہ واخواتہ۔ ولا یرغب عنہن۔ یعنی حظ کے ایک معنی بخت
اور اقبال کے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول (ومن حظ الرجل
نفاق ایتمہ وموضع حقہ) میں یہ لفظ یہی معنی دیتا ہے۔ اور مال و دولت کے
معنی میں اسکے استعمال ہونے کے متعلق صاحب لسان العرب لکھتا ہے، "الحظیظ
الغنی الموسر۔ قال الجوهری وانت حظ وحظیظ ومحظوظ اے جدید ذو
حظ من الرزق،" یعنی حظیظ حظ اور محظوظ کے معنی ہیں حظ والا آدمی یعنی مال و دولت
والاشخص۔ سو چونکہ اس شعر میں پہلے لفظ حظ سے اور مراد ہے اور دوسرے سے
اور اسلئے دوسرے لفظ حظ کو بلا تعریف ہی لانا چاہئے تھا۔ جیسا کہ لایا گیا ہے +
شعر (۲۵۸) قولہ۔ طغى کا صلہ بار کے ساتھ نہیں آتا +
اقول۔ بسیلہ کا تعلق طغى کے ساتھ نہیں بلکہ مبید کے ساتھ ہے۔
اور یہ بار استعانتہ کے لئے ہے نہ بطور صلہ معہودہ +

<p>ومن قال الذي يغفر السداد ويوثر</p> <p>اور انہیں کہوں جو نیکی کی راہ اختیار کر رہا ہے</p> <p>ومن قال الذي يترعيف مطهر</p> <p>اور کون ان میں نیک پر ہیزگار پاک دل ہے</p> <p>وقال ذروني كيف اوزي الكفر</p> <p>اور کہا تم کو چھوڑ دو میں کیونکر دکھ دوں اور کافر ٹھیراؤں</p> <p>على حراص الحسام مشهور</p> <p>میری جان لینو کے حریص میرا اور تلوار کھینچی گئی ہے</p> <p>فكيف يباري الليث من هو جود</p> <p>پس کیونکر شیر کا مقابلہ کر سکتا ہے وہ جو گوشت لے</p> <p>منجسة بالسب والله ينظر</p> <p>دو زبان جو دشنام ہی کی نجاست الودہ اور خدا دیکھتا</p>	<p>ومن قال الذي منهم يخاف حسيبه</p> <p>اور ان میں سے کون ہے جو اپنے خدا سے ڈرتا ہے</p> <p>ومن قال الذي لا يفجر الله عامدا</p> <p>اور کون ان میں ہے جو عمدہ خدا کا گناہ نہیں کرتا</p> <p>ومن قال الذي ما سبني لتقاته</p> <p>اور کون ان میں ہے جس نے مجھ پر ہیز کر لی ہلکوں کا لیاں نہیں</p> <p>وكيف ان اكابر القوم كلهم</p> <p>اور بزرگانی سے بچنا کیونکر ہو سکے وہ تو</p> <p>ولكن عليهم رعب صدق معظم</p> <p>لیکن میری شان کا رعب انہیں عظیم ہے</p> <p>فليس ياتيك القوم الا لسانهم</p> <p>پس قوم کے ہاتھ میں بحر زبان کے کچھ نہیں</p>
---	--

شعر (۲۶۳) قولہ - مصرعہ اولی بے وزن ہے ۔
 اقول - وزن بالکل درست ہے - تقطیع دیکھ فاعلن وانا کا مفاعیلن
 برلقو فاعلن م کلام مفاعیلن - چونکہ اس جگہ ہمزہ متحرک قبل اسکا مفتوح ہے
 اسلئے جواز الف سے تبدیل کیا جاسکتا ہے - جیسا کہ کیا گیا ہے - مثال کے لئے
 لفظ یلتتم کے ہمزہ کو دیکھو جو اس شعر میں الف سے بدل کر یلتام بنایا گیا ہے
 جراحات السنان لها الالتيام ولا يلتام ما جرح اللسان
 (تفصیل کے لئے دیکھو نوادر الاصول بحث اصول تخفیف ہمزہ) *
 قولہ - مصرعہ ثانیہ ماخوذ ہے امر القیس کے مصرعہ سے - اسکا پورا شعر
 یوں ہے ۔
 تجاوزت احراصا اليها ومفشرا
 علی حراصا یوسرون مقتله

<p>قضى الله ان الطعن بالطعن يستأ خدا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ طعن کی سزا طعن ہے وليس علاج الوقت الا اطاعى علاج وقت میری اطاعت ہے وقد ذاب قلبى من مصائب يفتنا اور میرا دل دینی مصیبتوں سے گداز ہو گیا ہے وبكى وحزنى قد تجاوز حده اور میرا غم اور حزن حد سے بڑھ گیا ہے وعندك دموع قد طلعت الما قيا اور میرے پاس وہ آنسو ہیں جو گوشائیکہ کے اوپر چڑھ رہے ہیں</p>	<p>فذلک طاعون انا هم لي بصير پس یہ ہی طاعون ہے کہ انکے ملک میں پہنچ گئی ہو یا انکی آنکھیں اطيعون فالطاعون يفتنى يدحر پس میری اطاعت کرو طاعون دور ہو جائیگی واعلم ما لا يعلمون وابصر اور مجھے وہ باتیں معلوم ہیں جو انہیں معلوم نہیں ولولا من الرحمن فضل اتبر اگر خدا کا فضل نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا وعندك صراخ لا يراه المكفر اور میرے پاس وہ آہ ہے جو کافر کہنے والا اسکو نہیں دیکھتا</p>
---	---

اقول۔ یہ کوئی اخذ نہیں ہے اور نہ کوئی عقلمند اسکا نام اخذ رکھ سکتا ہو۔
 (مفصل دیکھو بہ ذیل شعر ۹) +

شعر (۲۶۸) قولہ۔ ذاب قلبی محاورہ ذاب الرجل وذاب قلبہ
 حقیقہ کیا ہے۔ جسکے معنی ہیں احمق ہوا +

اقول۔ آپکا ذاب قلبی کو ذاب الرجل پر قیاس کر کے اسکے معنی میں
 احمق ہوا، بتانا آپکی اپنی حماقت کی وجہ سے۔ ہے نہ کسی نص لغت کی رو سے +
 شعر (۲۶۹) قولہ۔ الدموع طلعت الما قيا خلاف محاورہ اور خلاف
 نحو ہے +

اقول۔ طلعت الما قيا بالکل درست۔ ہے نہ خلاف لغت ہے نہ خلاف
 نحو۔ کیونکہ یہ بلا واسطہ کسی حرف جر کے متعدی ہوتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں
 ہے ”طلع الجبل بالكسر وطلعه يطلعه طلوعا رقيقه وعلاؤه“ اور نیز لکھا ہے۔
 طلع الیمن اے قصد ہا من نجد“ اور قاموس میں ہے ”طلع الجبل علاؤه“

وَلِي كَلِمَاتٍ فِي الصَّلَاةِ تَقَعَرُ

اور میری وہ باتیں ہیں جو پتھر میں نص جاتی ہیں

وَتَأْوِي إِلَى قَوْلِي قُلُوبٌ تَطْهَرُ

اور میری بات کی طرف پاک دل میل کرتے ہیں

وَأَنْ بَيَانِي فِي الصُّخُورِ يُؤْتَرُ

اور میرا بیان پتھروں میں تاثیر کرتا ہے

فَصَادِرُ قَوَادِي مِثْلَ نَهْرِ تَفْجَرُ

پس میرا دل اس نہر کی طرح ہو گیا جو جاری کجاتی ہے

فَكَلَّ بَيَانِي فِي الْقُلُوبِ أَسْرُ

پس میں ہر ایک بیان دلوں میں نقش کر دیتا ہوں

وَحَزْبٌ مِنَ الْأَشْرَارِ أَذُوا وَانْكُرُوا

اور ایک گروہ شریروں کا ٹکڑہ دوسری ہیں اور انکار کرتے ہیں

فَإِيْدِي فِي رَجِيْ فَفَرُّوا وَادْبُرُوا

پس خدا نے میری مدد کی پس بھاگ گئے اور منہ پھیر لیا

وَلِيْ عَوَاتٍ صَاعِدَاتٍ إِلَى السَّمَاءِ

اور میری وہ دعائیں ہیں جو آسمان پر چڑھ رہی ہیں

وَأُعْطِيتَ تَأْثِيرًا مِنْ اللَّهِ خَالِقِ

اور میں خدا سے جو میرا پیدا کرنے والا ہے ایک تاثیر دیا گیا ہوں

وَأَنْ جَنَانِيْ جَاذِبٌ بِصِفَاتِهِ

اور میرا دل اپنے صفات کے ساتھ کشش کر رہا ہے

حَفَرْتُ جِبَالَ لِنَفْسٍ مِنْ قُوَّةِ الْغَلَّةِ

میں نے نفس کے پہاڑوں کو آسانی طاقت سے کھود دیا

وَأُعْطِيتُ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ مِنَ اللَّهِ

اور مجھے ایک نئی پیدائش ہدایت کی دی گئی

فَرِيقٌ مِنَ الْأَحْرَارِ لَا يَنْكُرُونَنِي

ایک گروہ منصف مزاجوں کا مجھ سے انکار نہیں کرتا

وَقَدْ زَا حَمَوَانِيْ كُلِّ مِرَارٍ دَثَّةٍ

اور ہر ایک امر جو کھانے پر ارادہ کیا اسکی انہوں نے مزاحمت کی

يُطْلَعُ بِالْكَسْرِ +

عہ لطیفہ۔ اس تنقید کو مصنف صاحب نے غلطنامہ میں غریب کا تلب

کے سر تھوپا ہے۔ مگر کاتب صاحب بھی استاد تھے انہوں نے بھی مصنف صاحب کی

رسوائی میں اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کی اور کچھ عجب نہیں کہ اسی کینہ منہ مصنف

صاحب کو یہ جاہلانہ اعتراض کاتب کے ذمہ لگانے پر آمادہ کیا ہو۔ کاتب صاحب

نے یہ استادی کی ہے کہ مصنف صاحب اپنی تصنیف کی اصلاح کسی اور ملاں

سے کرواتے تھے۔ اسکا بھانڈا پھوڑنے کے لئے اس اعتراض کے متعلق حاشیہ

میں ان مصلح صاحب کے یہ الفاظ بھی لکھ دیے ہیں کہ ”صراحت طلب ہے“ جس سے

۲۷۸	وكان سنا برقي من الشمس اظهر	۲۷۸	وكيف عصوا والله لم يد سترها
اور میری برق کی روشنی سوچ سے بھی زیادہ ظاہر تھی		اور کیوں نافرمان ہو گئے اسکا بخدا کچھ بھیید نہ ہو	
۲۷۹	وكان الاقارب كالعقارب تابر	۲۷۹	لزمنا صطبارا عند جور لئامهم
اور قارب عقارب کی طرح نمش زنی کرتے تھے		میں نے ان کے ظلم کی برداشت کی اور اس پر صبر کیا	
۲۸۰	وكل خفي عند متحضر	۲۸۰	ويعلم ربي ستر قلبي وسترهم
اور ہر ایک پوشیدہ اس کے نزدیک حاضر ہے		اور میرا رب میرے بھیید اور ان کے بھیید کو جانتا ہو	
۲۸۱	ومن قام للتكسير بغيا فيكسر	۲۸۱	وليس لغضب الحق في الدهر كاسر
اور جو ٹوڑنا چاہے وہ خود ٹوٹ جائے گا		اور خدا کی تلوار کو کوئی توڑنے والا نہیں	
۲۸۲	ومن فخر اديني اذ الله ينصر	۲۸۲	ومن ذا ايعاديني واخي حبيب
اور مگر سنگ اندازی کے ساتھ مجھ کو لڑائی کر سکتا ہے جبکہ خدا ہر انداز		اور کون میرا دشمن ہو سکتا ہے جبکہ خدا مجھ کو دوست رکھتا ہے	

مصنف صاحب کی علمی حیثیت اور قابلیت کی اور بھی مٹی پلید ہوتی ہے +
 شعر (۲۷۸) قولہ - سترہ چاہئے کیونکہ ضمیر عصیان کی طرف پھرتی ہے +
 اقول - سترہ کی ضمیر کا مرجع لفظ معصیت ہے نہ عصیان - چنانچہ قاسم
 میں ہے - "العصيان خلاف الطاعة عصاه يعصيه عصيا ومعصية" یعنی
 عصیان کا لفظ طاعت کے مقابل پر ہے - اور عصایعصی کی ضد عَصِيٌّ اور مَعْصِيَةٌ ہے +
 قولہ - دو سکر مصرعہ میں عیب اصراف واجب الاجتناب ہے +
 اقول - اس پر مفصل بحث شعر عنتا کے ذیل میں کی جا چکی ہے اسکی
 طرف رجوع کیا جائے +

شعر (۲۷۹) قولہ - وزن فاسد ہے +

اقول - وزن بالکل درست ہے - کیونکہ اقارب کی باء کو اس جگہ برعایت
 وزن ساکن کیا گیا ہے +

شعر (۲۸۲) قولہ - مراد ادا کے معنی سنگ اندازی کے (اسوقت) ہیں

اور اصل کو ان کے قبور کے لئے لکھا ہے

لقد كنت من دهر موت وأقبر

تو میں ایک مدت سے مرا ہوتا اور قبر میں داخل ہوتا

بمكر وبعض الشوق اشم ومنكر

اور مکر سے جھوٹ بنایا اور بعض ظن ایسی گناہ میں مشغول

وجاء بآيات تلوح وتبهر

اور وہ نشان دکھائے جو روشن اور واضح ہیں

فتعرف عين تحد وتصر

پس اس کو وہ آنکھ شناخت کر گئی جو اس کے سزاوار بن گیا ہو

ولو كنت كذابا كما هو زعمهم

اور اگر میں جھوٹا ہوتا جیسا کہ ان کا گمان ہے

يظنون اني قد تقولت عادلا

وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ میں نے عدا جھوٹ بنالیا

وكيف وان الله ابدى براءتي

اور یہ کیونکر اور خدا نے تو میری بریت ظاہر کر دی

ويا تيك وعد الله من حيث لا ترى

اور خدا کا وعدہ اس طور سے بھی پہنچا کہ مجھے خبر نہیں ہوگی

جبکہ صلہ عن ہو بغیر اسکے نہیں +

اقول - یہ آپ کی سراسر نادانی ہے جس پر سنگ اندازی کی جائے اسکے لئے

آنے والے لفظ پر عن نہیں لایا جاتا۔ بلکہ جسکی حمایت اور امداد کے لئے کسی اور

پر سنگ اندازی کی جائے اسکے ذکر والے لفظ پر یہ حرف لایا جاتا ہے۔ اسجگہ

جس سنگ اندازی کا ذکر ہے وہ حضرت اقدس کی حمایت و نصرت میں نہیں بلکہ آپ کے

خلاف اور آپ پر ہے۔ اسلئے اس جگہ ضمیر متکلم اسکا مفعول بلا واسطہ عن کے

ہی ہوگا۔ چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے ”رادی عن القوم رخی عنهم

بالجحر آہ“ اور لسان العرب میں ہے ”رديت فلاناً بمجراد ديتہ ردیاً اذا

رميتہ“ چونکہ اسجگہ کی طرف سنگ اندازی کا بیان نہیں بلکہ مشارکت کا مفہوم ادا

کرنا مقصود ہے جیسا کہ ترجمہ کے الفاظ سے ظاہر ہے اسلئے باب مفاعلہ سے لایا گیا

ہے۔ پس آپ کا اعتراض بالکل غلط ہے +

شعر (۲۸۴) قوله تقول بمكر نہیں آتا تقول علیہ محاورہ ہے۔

یعنی بآر کے ساتھ اسکا صلہ نہیں آتا علی سے آتا ہے +

اقول - یہ بھی آپ کی جہالت ہے مکر کسی ذات یا عین کا نام نہیں ہے

<p>امکفر مہلاً بعض هذا التحکم اے میرے کافر کہنے والے اس غم و غصہ کو کچھ کم کر واذ قلت انی مسلم قلت کافر اور جب میں نے کہا کہ میں مسلمان ہوں تو نے کہا کہ کافر ہے وان کنت لا تحبہ فقل است منہ اور اگر تو نہ دانتا نہیں ہے پس کہہ دے کہ تو مومن نہیں واتی ترک النفس الخلق والہو اور میں نے نفس اور مخلوق اور ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے</p>	<p>۲۸۷ وخف فہریت قال لا تقف فاحذر اور اس غم و غصہ کو جس کو کہا ہے لا تقف والیس لک بہ علم فاین التقی یا ایہا المتہور پس تیری تقویٰ کہاں ہے اے دلیری کرنے والے ویاتی زمان سئلین وتخب اور وہ زمانہ چلا آتا ہے کہ تو پوچھا جائیگا اور آگاہ کیا جائیگا فلا السب یوذنی لا المدح مطر پس اب مجھ کو نہ گالی دے نہ تعریف ناز اور خوشی</p>
--	--

یہاں لکھا ہے

جس پر افتراء کر کے اسکی طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جا سکے جو اس نے نہ کہی ہو۔
 تا اس پر افتراء کرنے کا مفہوم ادا کرنے کے لئے لفظ تقول کے بعد اس لفظ مکر پر
 علی لایا جائے (جیسا کہ قرآن کریم میں ولو تقول علینا بعض الاقاویل الا یتوہب)
 بلکہ یہ معانی میں سے ایک معنی اور صفات میں سے ایک صفت ہے۔ پس اس پر افتراء کرنے
 کے کیا معنی (فی الجہل) سنئے اس جگہ اس لفظ پر باء ملا بستہ کے لئے لائی گئی
 ہے اور استعانة کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی وہ خیال کرتے ہیں کہ معنی مکر
 سے کام لیتے ہوئے یا مکر کے ذریعے ایک جھوٹی بات اپنی طرف سے بنا کر اللہ تعالیٰ
 کی طرف منسوب کی ہے +

شعر (۲۸۷) قولہ۔ پہلا مصرعہ مسروقہ ہے امر بقیس کے
 مصرعہ سے۔ اسکا شعر یوں ہے۔

(ا) اظم مہلاً بعض هذا التدل وان کنت قد ازمت صرمی فاجلی
 اقول۔ یہ سرقہ نہیں بلکہ تفسیر ہے (تفصیل کے لئے دیکھو یہ ذیل شعر ۲۸۷) +
 قولہ۔ مصرعہ ثانیہ میں عیب اقوار ہے +
 اقول۔ یہ کوئی عیب نہیں (تفصیل کے لئے دیکھو یہ ذیل شعر ۲۸۷) +

وكم من عدو كان من اكبر العدا

اور بہت لوگ ہیں کہ جو میرے سخت دشمن تھے

ولست بذكرهم ذرة غير اثني

میں کی نہ ر آدمی نہیں ہوں ہاں اہم قدر ہے

ولا غل في قلبي ولا من جبانة

اور نہ میرے دل میں کینہ ہے اور نہ میں بزدل ہوں

فان تبغني في حلقة السليم تلفني

پس اگر تو مجھے صلح کاری کی حلقہ میں طلب کرے تو وہیں ہلاک ہوگا

وارسلني في اصلاح خلقه

اور خدا تو مجھے بھیجے کہ میں تائیں مخلوق کی اصلاح کروں

وان الكذابا فكدبي يبيدني

اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا جھوٹ مجھے ہلاک کر دے گا

فدني ورتي وانتظر سيفي

پس مجھے میرے خدا کے ساتھ چھوڑ دے اور اس کے حکم کی تلوار کا منتظر رہے

فلما اتاني صاغرا صرت اصغرا

پس جب ایسا دشمن کمر نسی کہ میرے برابر آیا تو مجھے بڑھ کر کمر نسی

اذا راد فحشاذ وعناد اصغرا

کہ جب کوئی گالی ہیڑی میں کہہ بڑھ جائے تو میں اس سے میرا ہوتا ہوں

والقي حياحي مغضيا واشهر

اور میں عفو کر کے اپنی تلوار پھینک کر تباہ ہو کر مقابلہ میں کھینچ بھی لیتا ہوں

وان تطلبني في الميادين احضرا

اور اگر تو مجھے جنگ کے میدان میں اٹھو تو وہیں مجھے دیکھ کر

فيا صاح لا تنطق هوى وتصير

پس اے میرے صاف نفسانی طور پر بات کر اور میرے کلام کا

وان ال من ربي فمالك تحجر

اور اگر میں خدا کی طرف سے ہوں پس کیوں تو بیوقوفی کرتا ہے

ليقطع راسي او قفا من يكفر

تا وہ میرے سر کاٹ دے یا اس کا جو مجھے کافر کہتا ہے

شعر (۲۹۱) قولہ صرت کی خبر ہو سکی وجہ اصغر منصوب کا یہی عیب صرف

اقول۔ اصغر اسم تفضیل نہیں بلکہ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معروف

ہے جو اس جگہ باب کوم یکوم سے نہیں بلکہ متعالبہ کے لئے باب نصرینصر سے

لایا گیا ہے۔ پس کوئی اصراف نہیں +

قولہ۔ العدا کا غلط غلط ہے +

اقول۔ اطار بالکل درست ہے (دیکھو بہ ذیل شعر ۱۱) +

شعر (۲۹۲) قولہ۔ عیب اقوار ہے +

اقول۔ اقوار کوئی عیب نہیں (دیکھو بہ ذیل شعر ۱۲) +

وَاتَا اِذَا جُلْنَا فَاَنْتَ مُدْبِرٌ	تَحَامِ قِبَالِي وَاجْتَنِبْ مَا صَفَحْتَهُ
اور جب ہم میدان میں آئے تو تو بھاگ جائے گا	میرے جنگ سے تو پرہیز کر اور اپنی بد کامیوں سے الگ ہو جا
وَاَمَّا الْعَوَىٰ فَفِي الضَّلَالَةِ يَقْبِرُ	اِذِي الصَّالِحِينَ يَوْفَقُوزِ لَطَاعَتِهِ
اور جو اذلی گمراہ ہے وہ گمراہی میں قبر میں جائیگا	میں نے نیکوں کو دیکھا ہوں کہ میری فرمانبرداری کے لئے وہ توفیق دیتے تھے
وَاِنْ نَقُوشِ اللّٰهَ لَا تَغْيِرُ	وَذٰلِكَ حَقُّمُ اللّٰهِ مِنْ بَدَلِ فِطْرَةٍ
اور خدا کے نقش متغیر نہیں ہو سکتے	اور یہ ابتدائے پیدائش سے خدا کی ہر ہے
وَكُلُّ نَخِيلٍ لَّا حَالَةَ ثَمَرٍ	كَذٰلِكَ نُوْرُ الرِّشْدِ لَا يَخْطِ اِذِ الْفِتْنَةِ
اور ہر ایک کھجور انجام کار بھل لاتی ہے	اسی طرح جس فطرہ میں رشد کا نور ہو وہ اس مرد علیحدہ نہیں
وَلَوْ فِي شَبَابٍ وَبَوَقٍ يُعْتَمِرُ	وَمِنْ يَّكَ ذَا فَضْلٍ فَيَدْرُكَ مَقَامًا
اگرچہ جوانی میں یا اس وقت کہ جب بڑھا ہو جائے	اور جس کے شامل مال فضل الہی ہو وہ اپنے مقام کو پالے گا
اِذَا مَا عَمِي يَوْمًا بِاٰخِرِ نَظَرٍ	وَلَا يَهْلِكُ الْعَبْدُ السَّعِيدُ جِلَّةً
اگر آج اندھا ہے تو کل دیکھنے لگے گا	اور جس کی فطرت میں سادگی وہ ہلاک نہیں ہوگا

شعر (۲۹۹) قولہ۔ دو نو مصرعوں کا وزن فاسد ہے +
 اقول۔ وزن بالکل درست ہے۔ کیونکہ یوفقون کی یاد اور ففی کی پہلی
 فاء برعایت وزن ساکن کی گئی ہے +
 شعر (۳۰۳) قولہ۔ ذو فضل کے معنی صاحب فضل اور فضل کرنے والے
 کے ہیں مرزا صاحب نے اسکا ترجمہ فضل الہی کیا ہے غلط ہے +
 اقول۔ آپ نے جو دو معنی بیان کئے ہیں انہی میں سے پہلے معنی میں یہ
 لفظ یہاں استعمال ہوا ہے۔ یعنی ذافضل من اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل والا) +
 پس اسکا ترجمہ ”جسے شامل مال فضل الہی ہو“ بالکل درست اور صحیح ہے +
 شعر (۳۰۳) قولہ۔ عی کے معنی کو مفتوح پڑھیں تو وزن صحیح مگر
 لفظ غلط اور کسور پڑھیں تو لفظ صحیح مگر وزن فاسد ہوگا۔ افسوس ہے کہ بایں

وللغنی اثأر وللرشد مثلها	فقومو التفتیش العلاما وانظروا
اور اگر ایسے کو نشان ہیں اسیسا ہی شد کوئے بھی	پس تم علامات کی تفتیش کرو اور خوب دیکھو
اری الظلم یبقی فی الخراطیم وسمہ ۳۵	وینصر مظلوم ضعیف مختار
میں دیکھتا ہوں کہ انسان کی ناک میں ظلم کی علامتیں باقی رہتی ہیں	اور مظلوم کو آخر مردی جاتی ہے جو ضعیف اور نقصان والا ہوگا

دعوائے اعجاز و بلاغت صیغہ بھی نہیں معلوم جسے میزان خواں بھی جانتے ہیں +
اقول۔ آپکی اس تجہیل اور افسوس کا سلسلہ تو بہت دور تک پہنچتا ہے۔
 مفسر حضرت حسان رضی اللہ نے جنکے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا تھا کہ «الروح اکامین معک» آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہتی ہیں
 کنت السواد لنا ظری + فعی علیک الناظر + من شاء بعدک ظہرت + فعلیک
 کنت احاذر + جنین سے پہلے شعر میں یہی لفظ عی بالکل اسی تغیر کے ساتھ اور
 اسی صورت میں استعمال ہوا ہے۔ جس میں حضرت اقدس کے کلام کے اندر آیا ہے۔
 جسکے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ صیغہ بھی نہیں معلوم جسے میزان خواں بھی جانتے ہیں
 مگر سچ ہے حضرت حسان نے وہ میزان کہاں پڑھی تھی جو آپ نے پڑھی ہوئی
 ہے۔ وہ تو بقول آپ کے صیغہ بھی نہیں جانتے تھے جاننے والے تو آپ ہیں +
شعر (۳۵) قولہ۔ فی کے ساتھ نہ تو بقیہ کا صلہ آتا ہے
 اور نہ دسم کا چنانچہ قرآن مجید میں دسم کا صلہ علی کے ساتھ آیا ہے۔
 سنسمہ علی الخراطوم +

اقول۔ فی الخراطیم ہجگہ دسم کے متعلق نہیں بلکہ بقیہ کے متعلق
 ہے اور حرف فی صلہ کے طور پر نہیں آیا بلکہ ظرف پر آیا ہے۔ جسکے لئے یہ
 موضوع ہے۔ اور اگر اسکی جگہ لفظ علی رکھا جائے تو مضمون گر جائیگا۔
 کیونکہ بقاء اقوی طور پر فی کی صورت میں متحقق ہوتا ہے نہ علی والے
 مضمون کی صورت میں +

کاتی اذہم مثل نار تسعیر

گویا میں ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح اُنکو دیکھ رہا ہوں

ولایۃ عبد من اللہ منذر

بالخصوص وہ بندہ جو خدا کی طرف سے ہے

فکم من بلاد تہلک وتجزر

پس بہت بستیوں کو کھاتی ہیں اُنہاری جاتی میں

وقد عرضوا عن کل خیر بغیظہم

اُنہوں نے ہر ایک نیکی سے غصہ نہ پھیر لیا جیسے پیش کی

وینصر مظلوم باخرا مرہ

اور مظلوم آخر کار مدد دیا جاتا ہے

اذا ما بکی المعصوم بک الملائک

جب معصوم رونا ہو تو اُسکے ساتھ فرشتے روتے ہیں

قوله - خراطیم جمع خرطوم کا ترجمہ واحد کر کے ناک کر دیا اور وسم واحد کا

ترجمہ جمع کر کے علامتیں کر دیا +

اقول - یہ ترجمہ لفظی نہیں بلکہ حاصل مطلب کو اردو الفاظ میں ادا کیا گیا ہے

جیسا کہ ترجمہ کے متعلق حصہ کا اپنا بھی ہمیشہ سے یہی معمول ہے - چنانچہ خود حضور

فرماتے ہیں اس عاجز کی عادت ہے کہ ترجمہ کی نیت سے نہیں بلکہ تفسیر کی

نیت سے معنی کیا کرتا ہے (الحق لدھیانہ صفحہ ۱۲۰) علاوہ اسکے ترجمہ

کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں انسان کی ناک بکلیت اور مفہوم عام پر

دالت کرتے ہیں جس سے جمع کا مفہوم یعنی کثرت صاف طور پر سمجھی جاتی ہے

اور لفظ وسم مصدریت سے اسمیت کی طرف لایا گیا ہے - اسلئے باوجود مفرد

ہونے کے بقرینہ خراطیم جمع کے معنی دے رہا ہے - جیسا کہ آیت

فیہ ظلمات و رعد و برق میں لفظ رعد اور برق - پس آپکا اعتراض

بالکل بیجا ہے +

شعر (۳۰۸) قوله - نون ثقیلہ کا دخول چونکہ استقبال سے

مخصوص ہے - اور یہاں معنی حال ہے - اسلئے ثقیلہ پر نون ثقیلہ کا

لانا صحیح نہیں +

قوله - یہ بھی آپکی نادانی ہے - زمانہ کی تقسیم تین اقسام کی طرف

یقرجہ کرک مشہ او یبشر

پس بیقرری اس کو کیجانی ہو یا بشارت دیجاتی ہے
فمن من هذا السیف بالشریتر
پس جو شخص اس تلوار کو چھو جاتا ہے وہ کاٹا جاتا ہے

اذا ذرفت عینا تقی بختہ

جب ایک ہیزگار کی آنکھیں آنسو جاری کی ہیں ایک غم کی وجہ
علی الارض قوم کالسید دعاؤم
زمین پر ایک قوم ہے کہ تلواروں کی طرح انکی دعا

ہمیشہ اس طرح پر نہیں ہوا کرتی کہ اب ایک فی الواقع گذر چکا ہوا دوسرا حاضر۔
تیسرا آنے والا۔ بلکہ بسا اوقات نسبت اور اصناف کے لحاظ سے ایک زمانہ
کے لئے ماضی یا مستقبل کا لفظ اختیار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ واقع کے اعتبار
سے معاملہ برعکس ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔
اقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما
توفیتنی کنت انت البرقیب علیہم۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ (جب برائے نام میری طرف منسوب ہونے والوں کو میرے حوض پر سے
دور کیا جائے گا تو اُس وقت) میں وہی بات کہوں گا جو خدا کے نیک بندے
(عیسے بن مریم) نے کہی ہوگی۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عیسے علیہ السلام کے قول کا ظرف زمانہ گزشتہ بنایا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ
آئندہ قیامت کو ہوگا۔ اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ چونکہ قیامت کو حضرت عیسے
علیہ السلام یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے پہلے کہ چکے ہونگے
اور حضور کے کہنے کے اعتبار سے حضرت عیسے علیہ السلام کے کہنے کا زمانہ
گزشتہ ہوگا۔ اسلئے حضور نے حضرت عیسے علیہ السلام کے لئے قال (فعل
ماضی) اور اپنے لئے اقول (فعل مضارع) فرمایا۔ اور اسکے برعکس ماضی کے
لئے مستقبل کا صیغہ لانے کی مثال قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔ والذین
جاہدوا فینا لنھدینہم سبیلنا۔ ظاہر ہے کہ لاکھوں بلکہ کروڑوں مجاہدین فی
اللہ کو اس آیت کے نزول سے قبل ہدایت سبیل اللہ نصیب ہو چکی تھی۔

تزی کیف ترقی والحوادث جمة ۳۱۱ و یصلک من بیغی هلاک و یمکر

تو دیکھتا ہے کہ ہم کو ہلکی ترقی کر رہی ہیں لاکھ حوادث چاروں طرف سے جمع ہیں اور جو شخص میری ہلاکت چاہتا ہے اور مکر کرتا ہے وہ ہلاک کیا جاتا ہے

لناکل ان من معین حمایة نغادر صرعی ما کرین ونظف

ہمارے لئے ایک مددگار کی طرف سے حمایت ہو ہم مکر کرنے والوں کو گرا دیں گے اور فتح پاتے ہیں

لیکن چونکہ انکی وہ بدلت جو انکے مجاہدہ پر انہیں ملی وہ انکے مجاہدہ سے بعد کے زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اسلئے لہندینہم بصیغہ مستقبل بانون تاکید ثقیلہ لایا گیا۔

سو بخینہ اسی طور پر حضرت اقدس کے اس شعر میں تہلکت پر نون تاکید لایا گیا ہے۔ کیونکہ ان ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت معصوم کے لایا جانے کے بعد والے زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ پس فن تاکید کا اس موقع پر نا بالکل درست اور آپکا اسپر اعتراف سراسر غلط ہے۔

شعر (۳۱۱) قولہ - جمة بمعنی جمع نہیں آتا مرزا صاحب نے جمة کا ترجمہ لکھا ہے غلط ہے۔

اقول - افسوس آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ جمة کے معنی جمع یعنی مجتمع کے ہوتے ہیں

مسنے یہ لفظ جموم سے ماخوذ ہے جسکے معنی میں کثرة اور اجتماع۔ چنانچہ مجمع البحار میں لکھا ہے

الجموم الکثرة والاجتماع اور جم کے معنی مجتمع اور کثیر کے لکھے ہیں۔ الجم الغضار لے

مجتمعین کثیرین اور قاموس میں لکھا ہے جم مادہ یجم ویجمع جموما کثیر۔ واجتمع کا جمع

واجتم الفرس جما ما ترک الضراب فیجمع ماؤہ۔ ورجم الماء ترکہ یجتمع کا جمع۔

وجمة السفينة الموضع الذی یجتمع فیہ الرش من خروزه۔ وبالضم مجتمع شعر الرأس

وخراب و کتاب ما اجمع من ماء الفرس وجاء فی جمة عظيمة ویضم ای جماعة یسئلون الدیة

وجاء لجماً غفیراً والجماء الغفیر باجمع ہم اس ظاہر ہے کہ جمة اور جمة کے معنی جماعت

یا افراد مجتمعہ کے ہیں اور یہ اجتماع کے معنی اسکی اصل وضع کے ساتھ تعلق رکھتے اور اسکے

قریباً تمام مشتقات میں پائے جاتے ہیں پس الحوادث جمة کے معنی یہ ہوئے کہ حوادث

مجمع میں اور بعینہ یہی مدعا ترجمہ کے الفاظ کا ہے۔ افسوس آپ اسقدر موٹی بات کو بھی نہیں

سمجھ سکتے اور ایسے مشہور و معروف لفظ کے معنوں سے بھی بیخبر ہیں +

۳۱۳	ایا شامتا لا شاتم الیوم مثلکم لے گالی دینے والے آج میرے جیسا دشنام دہندہ کوئی نہیں
وما ان اری فی کفکم وایبطر اور میں نہیں دیکھتا کہ تمہیں اس غار پر	تسب و ما ادری علی ما تسب توجہ گالی دیتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ کیوں مجھ کو لیتا ہے
اذاک قولی فی حسین قوغر کیا اہم حسین کے سبب تجھے بچ بچا پس تو برا فروخت ہو	

شعر (۳۱۳) - قولہ مصرعہ اولیٰ میں شاتم سے علی حاضری مراد ہیں تو شاتم منادے پر تنوین نہیں چاہیے۔

اقول - شعر میں منادی معین غیر مضاف کو بھی مضمون عنوان کرنا جائز ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ہشام شرح شہر میں لکھتے ہیں - "بجود فی المناہج"
المستحق للضم ان ینصب اذا اضطر الی تنوینہ "کقول الشاعر"
ضربت جردھا الی وقالت
یا عدیاً لقد وقتک الاوائی
اور علامہ ہد لیل الزمان ہمدانی اپنے رسائل میں ابوبکر خوارزمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں ۵

یا احمقا وکفاک ذالک خرمیۃ
اجدبت نار معرقی هل تجرق
(صفحہ ۳۵) دیکھئے لفرین حادث (مٹا ہوا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسے اپنی زبان آوری اور فصاحت پر بڑا ناز تھا) کی بیٹی مسماۃ قتیلہ شاعرہ صاحبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتی ہوئی کہتی ہے ۵

أحمد ولافت صنوغر بحیبنۃ
ماکان ضرتک لومنت والیمما
من قومہا والفعل فحل معرقا
من الفتی وهو المعیظ المحینق

قولہ - مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے +

اقول - بزحاف تحبیب وزن بالکل درست ہے + مفصل دیکھو
بذیل شعر نمبر ۸ -

<p>۳۱۵ فَاَنَالِكُمْ مِنْ خَيْرٍ يَامُعَذَّرُ</p> <p>اور یہ تو بتلاؤ کہ اس سے تمہیں دینی فائدہ کیا پہنچا مبالغہ</p>	<p>۳۱۵ اَتَحْسِبُهُ اتَّقَى الرِّجَالِ خَيْرٌ</p> <p>کیا تو اس کو تمام دنیا سے زیادہ پرہیزگار سمجھتا ہے</p>
<p>۳۱۶ نَقِيبٌ مِنْ مَاءِ الْعَذَابَةِ ظَاهِرٌ</p> <p>اس عورت کی طرح جو حیض سے پاک ہوتی ہے</p>	<p>۳۱۶ اَرَاكُمْ كَذَاتِ الْحَيْضِ لَا مِثْلَ هُنَّ</p> <p>میں تمہیں حیض والی عورت کی طرح دیکھتے ہوں</p>

شعر (۳۱۵) قولہ - اگر یہ لفظ معذّر ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے
(اے مبالغہ کرنے والے) تو وزن غلط ہے۔ اور اگر معذّر ہے تو وزن صحیح مگر
ترجمہ غلط ہے +

اقول - بزحاف تحقیق وزن بھی درست ہے۔ اور ترجمہ بھی جیسا کہ خود
آپ نے بھی تسلیم کیا ہے +
(زحاف تحقیق کی تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر نمبر ۸)
شعر (۳۱۶) قولہ - الماء العذابة آتا ہے ماء العذابة غلط ہے
سندیش کیجئے +

اقول - العذابة مصدر نہیں بلکہ اسم جامد بمعنی رحم ہے۔ اور یہ لفظ عذابة
اور عذابة دونوں طرح پر آتا ہے (دیکھو تاج العروس) و زندق کہتا ہے +
وَكُنْتُ كَذَلِكَ الْعَرُكُ لَمْ يَتَّقِ مَا نَهَا وَلَا هِيَ مِنْ مَاءِ الْعَذَابَةِ ظَاهِرٌ
پس اس مصرعے مصرع کے معنی یہ ہوئے کہ وہ خوشبو لگائے ہوئے ہو۔ اور حیض کے
بعد اسکے رحم سے پانی آنا بھی ضم ہو کر اس سے بھی پاک ہو چکی ہو۔
کاتب نے سہواً دوسرے مصرع کا ترجمہ نہیں لکھا۔ اور پہلے ہی مصرع کے ترجمہ کو
آدھا آدھا کر کے دونوں مصرعوں کے نیچے لکھ دیا ہے۔ پس یہ ترجمہ کی غلطی نہیں
بلکہ کاتب کی غلطی ہے +

قولہ - طهات کیلئے ظاہر پانی چلا ہے۔ نہ کہ صاف غیر ظاہر ہنسوس
بنی صاحب شریعت کو مسئلہ بھی معلوم نہیں +

<p>۳۱۴ وافضل ما فطر القدير ويفطر اور تمام ان لوگوں سے افضل سمجھا ہے جو خدا نے پیدا کئے وطره الرحمان والغیر یفجر اور اسکو خدا نے پاک کیا اور غیر ناپاک ہیں یقول النصاری ایہا المتضر نصاریٰ کہا کرتے ہیں اے نصاریٰ سے مشابہ فکاد السماء من قولکم تتفطر پس نزدیک ہو کہ آسمان ان کی باتوں سے ٹوٹ جائے له رتبة كالانبياء وتهذب اور اس کے لیے انبیاء کا رتبہ قرار دیتا ہے</p>	<p>حسبتم حسينا اكرم الناس في الوجود تم نے حسین کو تمام مخلوق سے بہتر سمجھ لیا ہے كان امرأ في الناس ما كان غيره گویا لوگوں میں وہی ایک آدمی تھا وهذا هو القول الذي في ابن مريم اور یہ تو وہی قول ہے جو حضرت عیسیٰ کی نسبت فيا عجباً كيف القلوب تشابهت پس تعجب نہ ہے کیونکر دل باہم متشابہ ہو گئے انظر عبد امثل عيسى تحت کیا تو عیسیٰ کی طرح ایک بندہ کی حد زیادہ تعریف کرتا</p>
--	---

اقول۔ اقل تو یہی آپ کی جہالت ہے کہ اس لفظ کے معنی ”عذب“ کے کرنے لگے۔ حالانکہ اس کے معنی رحم کئے ہیں اور اگر بطور قرص محال عذب کے معنی ہی مراد ہوتے تو بھی بھارت ان میں ماخوذ ہے۔ کیونکہ اس کے معنی طیب کے ہیں۔ جیسا کہ منجہ میں ہے ”العذب الماء الطيب“
 ”عذب الماء يعذب عذوبة فهو عذب طيب“
 اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ناپاک چیز طیب نہیں کہلاتی۔ ورنہ کلو من الطيبات میں طیبات کے نیچے پاک و ناپاک اور حلال و حرام سب چیزیں داخل ہونگی۔ پس آپ نے نہ صرف حضرت اقدس پر دعوہی نبوت تشریحی کا اتہام لگایا بلکہ خود صاحب شریعت جدید بن کر ناپاک چیزوں کو بھی طیب قرار دیدیا۔

شعر (۳۱۷) قولہ۔ بے وزن ہے۔

اقول۔ وزن بالکل درست ہے۔ کیوں کہ فطر کی طاء کو اس جگہ برعایت شعر ساکن کیا گیا ہے۔

۳۲۴ مثل بصیر او علی الظن تعمر

یا ساری عمارت ظن پر ہے

۳۲۵ استقیہ کاساً ماسقاً المقدر

کیا تو اکوہ پیالا پلاتا ہے جو خدا اسکو نہیں پلایا

۳۲۶ تفطن لولا وقفها متقدراً

پہٹ جائیں اگر ان کے پھٹنے کا وقت مقرر نہ ہو

۳۲۷ اکان شفیع الانبیاء وموثر

کیا وہی نبیوں کا شفیع اور سبے برگزیدہ تھا

۳۲۸ یمین باطراء ولا یتبصر

جو مبالغہ آمیز باتوں سے جھوٹ بولتا ہے اور نہیں دیکھتا

۳۲۹ یحمد فی من عرشه ویوقر

عرش پر سے میری تعریف کرتا ہے اور عزت دیتا ہے

۳۳۰ نسیم الصبا من شائها فتجیر

اور نسیم صبا اسکی شان سے حیران ہو رہی ہے

۳۳۱ الی آخر الایام لا تتکدر

وہمارا پانی اخیر زمانہ تک مکدر نہیں ہوگا

الالیة شعری هل لایت مقامه

کاش بخوبی سمجھ جوتی کیا تو نے اس کا مقام دیکھ لیا ہے

۳۳۲ اتعلیه اطراء وکن با وفیه

کیا تو اسکو محض جھوٹ اور افتر کی راہ سے بلند کرنا چاہتا ہے

۳۳۳ تکاد السموات العلی من کلامکم

قرب ہے کہ آسمان تمہاری کلام سے

۳۳۴ اکان حسین فضل الرسل کلام

کیا حسین تمام نبیوں سے بڑکر تھا

۳۳۵ الا لعنة الله الفیور علی الذی

خبردار ہو کہ خدا سے عینور کی لعنت اس شخص پر ہے

۳۳۶ واما مقامی فاعملوا ان خالق

اور میرا مقام یہ ہے کہ میرا خدا

۳۳۷ لنا جنة سبل الهدی ازهارها

ہماری لئی ایک بہشت ہے کہ ہدایت کی راہیں اسکی پہلوں پر

۳۳۸ تکدماء السابقین وعیننا

پہلوں کا پانی مکدر ہو گیا

شعر (۳۲۴) قولہ - متقدراً چاہئے - اس لئے کہ خبر ہے وقتہا کی +

اقول - افسوس آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ لفظ وقت مؤنث نہیں بلکہ مذکر

ہے - اس لئی متقدراً ہی چاہئے نہ کہ متقدرة - بریں علم و دانش بیاید گریٹ -

شعر (۳۲۸)

قولہ - وزن فاسد ہے -

اقول - وزن بالکل درست ہے - کیونکہ سبیل کی بار کو ساکن پڑھنا بھی

رَبِّنا وَاَنْتُمْ تَذْكُرُونَ رَوَاتِكُمْ

ہم نے دیکھ لیا اور تم اپنے راویوں کا ذکر کرتے ہو

وَشَتَّانَ مَا بَيْنِي وَبَيْنَ حَسِينِكُمْ

اور مجھ میں اور تمہارے حسین بہت فرق ہے

وَمَا حَسِينٌ فَادْكَرُوا دُشْتَ كَرَبَلَا

مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرو

وَإِنِّي بِفَضْلِ اللَّهِ فِي حَجْرٍ خَالِقِي

اور میں خدا کے فضل سے اسکے کندے عافیت میں ہوں

وَأَن يَأْتَنِي الْأَعْدَاءُ بِالسَّيْفِ الْقَتْلَا

اور اگر دشمن تلواروں اور نیزوں کے ساتھ میرے پاس آئیں

وَأَن يَلْقَى خَصْمِي بِنَارٍ مَذْمِيَّةٍ

اور اگر میرا دشمن ایک گندار کرنیوالی آگ میں ٹھوٹا لے

وَأَوْعِدُ فِي قَوْمٍ لَقَتْلِي مِنَ الْعَدَا

اور بعض دشمنوں نے مجھے قتل کرنے کیلئے وعدہ کیا

وَهَلْ مِنْ نَقْلِ عِنْدَ عِيْرِ تَصْنَعُ

اور کیا قصے دیکھنے کے مقابل پر کچھ چیزیں

فَإِنِّي أَوْدِكُلْ أَنِ وَأَنْصُرُ

کیوں کہ مجھے تو ہر ایک قت خدا کی تائید اور مدد ملے گی

إِلَى هَذِهِ الْأَيَّامِ تَبْكُونَ فَانْظُرُوا

اب تک تم روتے ہو پس سوچو

أُرَبِّي وَأَعَصِمَ مِنْ لِيَامٍ تَمْتَرُوا

پرورش کرتا ہوں اور ہمیشہ لیموں کے حملہ سے جو ہلک صورت

فَوَاللَّهِ إِنِّي أَحْفَظُ وَأَظْفَرُ

پس بخدا میں بچا یا جاؤں گا اور مجھے فتح ملے گی

تَجِدُنِي سَلِيمًا وَالْعَدُوِّ دِيمَرًا

تو مجھے سلامت پاؤں گا اور دشمن ہلاک ہوگا

فَادْرِكْهُمْ قَهْرَ الْمَلِكِ وَخُسْرًا

پس خدا کے قہر نے ان کو ہار لیا اور وہ نریاں گئے

پس خدا کے قہر نے ان کو ہار لیا اور وہ نریاں گئے

جائز ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے۔ اور عروض میں زخاف تحقیق واقع ہے اس

لئے مفاعلن کیجیگا فالن آیا ہے جو درست ہے۔ (مفصل دیکھو: ذیل شعر نمبر ۸)

شعر (۳۳۱) قولہ۔ وزن صحیح نہیں +

اقول۔ وزن بالکل صحیح ہے۔ کیوں کہ اؤید کا وال اس جگہ ساکن ہی برعایت

شعر (۳۳۲) قولہ۔ بے وزن ہے۔

اقول۔ وزن بالکل درست ہے۔ اعصم اور من کے دویم متحرک جمع ہوئے پہلے

کو ساکن کر کے دوسرے میں غام کیا گیا +

شعر (۳۳۶) قولہ۔ اوعدن بقتلی چاہئے۔

پس بخدا میں بچا یا جاؤں گا اور مجھے فتح ملے گی

<p>وما ان اري فيك الكلام يوثق اور میں نہیں دیکھتا کہ جگہ میں کلام اثر کرے لانذ قومًا غافلين واخبر تاکہ میں غفلوں کو مستنبہ کروں اور انکو خبر دوں على كل من يبغى الصلاح ويشكر ان تمام لوگوں پر ہے جو صلاحیت طلبگار ہیں شکر کرتے ہیں</p>	<p>كذلك تبغى قهر ب محاسب اسی طرح تو ہی خدا کی محاسبی کے لئے سے قہر کیجئے بعثت من الله الرحيم لخلقته میں خدا کریم کی طرف سے اسکی مخلوق کیلئے بھیج دیا ہوں وذلك من فضل الكريم وطفه اور میرا خدا کریم کا فضل ہے اور اسکا لطف</p>
<p>واحد طائب التي لا تحصر اور بہشت کی وہ لذات طلب کرتے ہیں جو اعلیٰ میں بے حدود ہیں وما هو الا في صليب يكسر اور وہ خواہش یہ ہے کہ کیس طرح صلیب ٹوٹ جاوے فان خلن في جنتي انا اخبر پس میری خبر دے رہی بہشت میں جو داخل کریں ہر قرار ہوں</p>	<p>ارمى الناس يبعوز الجنان نعيمها میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ بہشت اور اس کی نعمتوں کے طلبگار ہیں وابغى من المولى نعيمًا يسرى اور میری خواہش ایک ایسی جہیز میری خوشی و خوشنودی وذلك فردوسى خلدى جنتي ہی میرا فردوس ہے میری بہشت ہے میری جنت ہے</p>

اقول - یہ سہو کتابت معلوم ہوتی ہے۔ کلمہ کے شروع میں باکی جگہ لام لکھا جانا کچھ بھی بعید نہیں ہے۔

قوله - العذ کا الما غلط ہے۔

اقول - بالکل درست ہے (دیکھو ذیل شعر)

شعر (۳۳۸) **قوله** - أخبر ہوگا یہ عیب اصراف اجب الاجتناب ہے

اقول اوگلا جائز ہے کہ بارادہ استیفاء اخبر (مرفوع) پڑھا جاوے علاوہ

اس کے اصراف کا جواز بھی ثابت ہے۔ (دیکھو ذیل شعر نمبر ۱۰)

شعر (۳۴۰) **قوله** - مصرعہ اولیٰ میں و نعيمها "چاہئے جیسا کہ

ترجمہ میں ہے۔

وَأَنفِ رِثْتَ مَالِ مُحَمَّدٍ ۳۴۳ فَمَا أَنَا إِلَّا إِلَهٌ مُتَخَيِّرٌ

اور میں انہیں کہ اسکا وارث بنایا گیا جبکہ میں کی اولاد میں سے نہیں ہوں جسکو درتہ یہ پہنچ گئی

وَكَيْفَ رِثْتُ وَلَسْتُ مِنَ الْبَنَاءِ ۳۴۴ فَفَكَرْ وَهَلْ فِي حَزْبِكَ مَنَافِكُ

اور میں کیونکر اسکا وارث بنایا گیا جبکہ میں کی اولاد میں سے نہیں ہوں۔ پس سمجھو کہ کیا تم میں کی بھی فکر کرنے والا نہیں

أَتَرَعَمَّ أَنْ رَسُولُنَا سَيِّدُ الْوَلَدِ ۳۴۵ عَلَى عَمِّ شَأْنَيْهِ قَوْفِي ابْتِرْ

کیا تو گمان کرتا ہے کہ ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اولاد میں سے میری حالت میں وفات پائی جیسا کہ دشمنوں کو خیال

اقول نعیمہا عطف نہیں بلکہ بدل بعض ہی اس لئے اس سے پہلے داو کی صورت میں

نہیں آسکتی۔ چونکہ بدل بعض اپنے بدل منہ کی تبیین تو ضیح کرتا ہے کہ اس سے مراد کل نہیں

بلکہ بعض ہی اس لئے ترجمہ میں بطور عطف تفسیر سی "اور" رکھا گیا ہے۔

قوله - دوسرے مصرعہ میں دو جگہ فساد وزن ہے۔

اقول - فساد وزن کوئی نہیں ہے۔ کیوں کہ اطاب کی با کو اس جگہ برعایت وزن

ساکن کیا گیا ہے۔ اور آخری جزمین زخاف تخبیت واقع ہے جس کی تحقیق شعر نمبر ۸ کے

ذیل میں صج ہو چکی ہے۔ پس وزن بالکل درست ہے۔

شعر (۳۴۳) قوله - اس کے ترجمہ میں حضرت فرماتے ہیں: "درتہ

پہنچ گئی" درتہ مذکر ہے نہ مؤنث

اقول صحیح لفظ اسجگہ "وراثت" ہے سہر کاتب سے الف رہ گیا اور یہ ظاہر ہے کہ

وراثت مؤنث ہے۔

شعر (۳۴۴) قوله - وزن صحیح نہیں۔

اقول - وزن بالکل درست۔ کیوں کہ پہلے مصرعہ میں واو عاطفہ کو برعایت وزن ساکن

کیا گیا ہے۔ اور اس مصرعہ کی آخری جزمین زخاف تخبیت واقع ہے، مفصل دیکھو ذیل شعر نمبر ۱۱

شعر (۳۴۵) قوله - مصرعہ اولی میں ایک جگہ اور مصرعہ ثانیہ میں

دو جگہ فساد وزن ہے۔

اقول پہلے مصرعہ میں تو لفظ رسول کی رار کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے پس

۳۴۶	فلا والذي خلق السماء لاجله
بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے میری طرح اور بہی ٹی ہیں	مجھے اس کی قسم جس نے آسمان بنایا کہ ایسا نہیں ہے
۳۴۷	وانا وثنا مثل ولد متاعه
پس اس سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت ہے جو پیش کیا جا	اور ہم نے اولاد کی طرح ان کی وراثت پائی
۳۴۸	له خسف القمر الميروان لي
میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کر گیا	اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا

اس وجہ سے کوئی فساد وزن نہیں ہے۔ اور دوسرے مصرع میں کسی تغیر کے بغیر ہی وزن بالکل درست ہے۔ معلوم نہیں اس میں کونسی دو نقص وزن آپ کو نظر آئے ہیں۔ قطعاً علی نزع فلولن ہر شائبہ مفاعیل فوق فعلی ہی ابتداء مفعلن۔ شاید آپ کی نظر میں لفظ شائبہ فساد وزن پر مشتمل ہو مگر نہیں کیونکہ ہمزہ متحرکہ کو حرکت قبل کے موافق حرف علت سے تبدیل کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ شعر نمبر ۲۶۲ کے ذیل میں نوا اور الوو کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

شعر (۳۴۶) قولہ - بے وزن ہے -

اقول خلق کلام کو اس جگہ برعایت شعرا کن کیا گیا ہے پس وزن درست ہے۔

شعر (۳۴۸) قولہ - مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے -

اقول فخر عظیم کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔ پس کوئی فساد وزن نہیں ہے

قولہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی خسوف کا نشان ظاہر نہ ہوا یہ بالکل

جھوٹ ہے۔ ہاں شق القمر ہوا۔ اسے خسوف نہیں کہتے۔

اقول خیف کے معنی خرق (لغت میں موجود ہیں) دیکھو قاموس اس لئے شق القمر

کو خیف کے لفظ سے تعبیر کرنا بالکل درست اور صحیح ہے جس پر وہی شخص اعتراض کر سکتا

ہے۔ جو عربی زبان سے نا آشنا ہو۔

قولہ - میرزا صاحب آنحضرت صلعم سے افضل ہوئے۔ کیوں کہ حضرت کا نشان

<p>وكان كلام معجز آية له اور اس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی تھا اذا القوم قالوا يدعى الوحي عامدا جب قوم نے کہا کہ یہ تو عمدہ وحی کا دعویٰ کرتا ہے وانى لظيل ان يخالف اصله اور سایہ کیوں کر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے</p>	<p>كذلك لي قول على الكل بينهم اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا جو سب پر غالب ہے عجبت فاني ظل يدري نور میں نے تعجب کیا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظن کر رہا تھا فما فيه في وجهي يلوح ويزهر پس وہ روشنی جو آسمان پر وہ جہ میں چمک رہی ہے</p>
---	---

صرف خسوف تھا اور مرزا صاحب کا خسوف و کسوف دونوں۔

اقول - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جس قدر نشانات بھی ظاہر ہوں وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نشانات ہیں۔ اس لئے آپ کا یہ اعتراف سراسر بزدلیان ہے۔ اس کے علاوہ ہم آپ کے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا آپ کے نزدیک انبیا۔ سابقین علیہم السلام کو ایسا کوئی نشان نہیں ملا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو۔ اور اگر آپ کے نزدیک پہلے بعض انبیا کو کئی ایسے نشانات بھی دکھائے گئے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئے تو کیا آپ کے نزدیک پہلے انبیا علیہم السلام ان نشانات کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ اگر یہ بات نہیں تو پھر آپ کا یہ اعتراف کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

شعر (۳۴۹) قولہ - جب کہ مرزا صاحب کا کلام سب پر غالب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ کلام یعنی قرآن مجید پر بھی غالب ہوا۔

اقول - افسوس بعض عناد اور تعصب نے آپ کی آنکھوں کو سخت ضد مہینچا رکھا ہے۔ کیا لذلک کالفاظ نہیں بتا رہا کہ حضور کے کلام کا دوسرے کلاموں پر غلبہ اس طرح کا ہے جیسا کہ قرآن کریم کو دوسرے تمام کلاموں پر غلبہ حاصل ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نے اس غلبہ میں اپنے کلام کو مشبہ اور قرآن کریم کو مشبہ یہ قرار دیا اور یہ بات چھوٹے چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں کہ جب تک مشبہ بہ کو وجہ شبہ میں اقامی اور غلبہ نہ مان لیا جائے۔ ہر وقت تک تشبیہ درست ہی نہیں ہوتی۔ پس اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا غلبہ بڑھکر ہے

وَإِنِّي لَذُو نَسَبٍ كَاصِلٍ أَطِيعُهُ	۳۵۲	وَمَنْ طِينُهُ الْمَعْصُومُ طِينِي مَعْطَرٌ
اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ذو نسب ہوں		اور اس کی ہاک مٹی کا مجھ میں خمیر ہے
كَفَى الْعَبْدَ تَقْوَى الْقَلْبِ عِنْدَ حَبِيبِنَا	۳۵۳	وَلَيْسَ لِلنَّسَبِ ذُو صِلَاحٍ مُعْتَرِ
اور بندہ کو دل کا تقویٰ کافی ہے		اور ایک صالح کو سلسلے سر نش نہیں کر سکتے کہ اس کی نسب
وَلَكِنْ قَضَى بِالسَّمَاءِ لَامُتَّةٌ		لَهُمْ نَسَبٌ كَيْلَا يَهِيَ التَّنْفِصَرُ
مگر خدا نے اماموں کے لئے چاہا کہ وہ		ذو نسب نہ ہوں تاکہ لوگوں کو ان کی کسی نسب کا تقویٰ کر کے

نہ یہ کہ حضرت اقدس کا کلام قرآن کریم پر بھی غالب ہے۔ افسوس آپ ان سیدھے سادے الفاظ کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ علاوہ اس کے قرینہ محکمات کثیرہ کلام حضرت اقدس بابت نعت و عظمت شانِ قرآن کریم بھی ہیں۔

شعر (۳۵۲) قول۔ اوّل طینی معطر، خلافت قاعدہ نحو ہے۔ کیونکہ

طینی معروف موصوف اور معطر نکرہ صفت اسکی ہے۔ دونوں میں مطابقت چاہئے +

اقول۔ یہ آپ کی سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ لفظ معطر اسجگہ طینی کی صفت

نہیں۔ بلکہ طینی بتدار ہے۔ اور معطر اسکی خبر ہے۔ عجبے سو پڑھنے والے بچے بھی بتاسانی سے

سمجھ سکتے ہیں۔ افسوس جس شخص کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ صفت موصوف کسے کہتے ہیں۔ اور

بتدار و خبر کسے وہ اس شخص کے کلام پر حملہ آور ہوتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام مدعیانِ علم

و فضل عاجز آچکے۔ اور منہ کی کھا چکے ہیں۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔

کہ ۵ مرد جاہل و سخن باشد دلیر زانکہ آگہ نیست از بالا و زیر۔

قولہ۔ ثانیاً حضرت خاتم النبیین صلعم کے ساتھ دعویٰ مساوات ہے جب

مرزا صاحب بنی ٹھیرے تو پھر معصوم ہونے میں کیا شک رہا۔

اقول۔ دعویٰ مساوات نہیں بلکہ دعویٰ بروریت ہے جیسا کہ ”مَنْ طِينُهُ

المعصوم“ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ بے شک آپ بنی اور معصوم ہیں لیکن انہی آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ دعویٰ مساوات لازم نہیں آتا +

(۳۵۳) قولہ۔ وزن صحیح نہیں۔

۳۵۵۔ لہ حسب فہوالد فی	ومن کان ذانسیب کریم ولم یکن
اس میں ذاتی صفات کچھ نہیں وہ کینہ اور حقیر ہے	اور جو شخص اپنی نسبت رکھتا ہے مگر
جمعنا ہما حقاً فللہ شکر	وللہ حمد ثم حمداً فاننا
اپنے اندر حسب نسبت دونوں کو جمع کیا ہے پس ہم خدا کا شکر	اور خدا کو حمد ہے اور پھر حمد ہے کہ ہم نے
جرت من قدیم الدھر فاخشاوا لبصر	کذلک سبیل اللہ فی انبیاءہ
جو قدیم زمانہ سے جاری ہے پس ڈرو اور دیکھو	اسی طرح خدا کی سنت اس کے نبیوں میں ہے
فلیس لذلک شرط نسباً بشر	وما الذی صا جاء مثل ائمة
اس کے لئے نسب کی ضرورت نہیں پس خوشی کرو	مگر جو شخص ائمہوں میں سے نہیں ہے
درور وارویت البلاد و اعمر	وما جئت الا مثل مطر و دیمہ
اور اس کا پانی جاری ہوتا ہے اور میں نے شہر کو سیر کر دیا اور	اور میں مثل بارش کے آیا ہوں جو زوری اور آہستگی سے آتی ہو۔

اقول۔ وزن بالکل درست ہے۔ نسب کا سین اس جگہ ساکن ہے۔ برعایت وزن یحییٰ کہ ابن الاعرابی کے اس شعر میں ہے۔ **۵** یا عمر یا ابن الاکرمین نسباً بہ قرنح المجید علینا نجبا (دیکھو سنان العرب و تلح العروس)

(۳۵۵) قولہ۔ دونوں مصرعہ کا وزن فاسد ہے۔
اقول۔ دونوں مصرعوں کا وزن درست ہے۔ کیوں کہ نسب کے سین کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔ اور فقہی کو خود قواعد لغت کے ہر سے بسکون ہا پڑھنا درست اور جائز ہے۔

(۳۵۷) قولہ۔ بے وزن ہے۔
اقول۔ سین کے نون اول کو اس جگہ برعایت وزن ساکن کر کے دوسرے نون میں مدغم کیا گیا ہے۔ پس کوئی فساد وزن نہیں ہے۔
(۳۵۸) قولہ۔ وزن غلط ہے۔
اقول۔ وزن بالکل درست ہے۔ کیوں کہ نسب کے سین کو اس جگہ بھی برعایت وزن

وما خالفوا قولي وما هم بتذمروا	وكم من اناس بايعوني بصدقهم
اور نہ انہوں نے میری بات کی مخالفت کی اور نہ وہ خفیہ گفتگو کی	اور بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے مجھ سے بیعت کی
وعلم ربي ما نحرث ونحر	فقرب قرباناً ينجي رقابهم
اور میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے کیا قربانی کی اور کیا کر رہا ہوں	پس میں نے ایسی قربانی کی جس سے ان کی گردنوں کو بچنے چھوڑ دیا
فظوبى القوم طاعونى وانثروا	ولى عزة فى حضرة الله خالقي
پس خوشی ہو اس قوم کیلئے جنہوں نے میری اطاعت کی اور مجھے بچا کر لیا	اور مجھے جناب الہی میں جو میرا خالق ہی ایک ہے
تلا فى جميع القاسات مؤخر	انا العلم بالمتقدمين وبعدهم
جو کچھ ان کے زانوں میں دیکھا تھا اسکے پیچھے آنیوالے نے	علم متقدمین کے ذریعہ سے آیا اور بعد ان کے

ساکن کیا گیا ہے +

شعر (۳۶۱) قولہ - یجی رقابہم کا ترجمہ مرزا صاحب نے ”انہی گردنوں کو میں نے چھوڑ دیا“ صیغہ غائب کا اور ترجمہ متکلم کر کے غلط ہے۔

اقول - یہ لفظی ترجمہ نہیں بلکہ عربی عبارت کا حاصل مطلب اردو الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ پس اس میں کوئی غلطی نہیں ہے +

(۳۶۳) قولہ - وزن فاسد -

اقول - وزن درست ہے۔ کیونکہ متقدمین کی تاء کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔

قولہ - ترجمہ غلط - ”علم متقدمین کے ذریعہ سے آیا“ صحیح ترجمہ اسکا یہ ہوگا ”علم نے متقدمین کو لایا“ معزز ناظرین اسکو سمجھیں اور داد دیں۔

اقول - یہ بھی آپ کی جہالت ہے۔ بآء اس جگہ تعدیہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ سببیہ ہے۔ اس لئے ترجمہ بالکل درست ہے۔ اور آپ کا اعتراض سراسر ہریان - اتی متعدی بیک مفعول بغیر کسی صلہ کے ہوتا ہے۔ جیسے اناہم اللہ من حیث لم یحتسبوا میں اتی نے لفظ ہم کو مفعولیت پر نصب محلی دی ہے اور جب اسے متعدی بہ مفعول

وما انا الا مثل مال تحاة فمن ركني كبرا ابيد وخسروا

اور میں ایک مال تجارت کے مانند ہوں پس جن لوگوں نے مجھ کو کیا وہ تباہی اور خسار میں

وما هلك الا شرا لا ينجيهم و ما فهموا اقوالنا وتمسروا

اور شریروں کو محض اپنے بخل سے ہلاک ہوئے اور ہماری باتوں کو انہوں نے نہ سمجھا اور بنگلی بظاہر کی

قلوب تضاهى اجرة موحشة ۳۶۶ فمن شكل انس وحشها تتقفر

بعض دل ایسے ہیں کہ اس ہی کو شاہ میں جنہیں جنگی جانور کہتے ہیں پس انسانوں کی شکل دیکھ کر اسکے وحشی متغیر ہوتے ہیں

كبير اناس شرهم في زماننا واعقلهم شيطان قوم واقفروا

بڑا بزرگ ہمارے زمانہ میں وہ ہے جو بڑا شریر ہے اور بڑا عقلمند وہ ہے جو تمام قوم میں سوا ایک شیطان ہوا دیکھ کر بڑا

فمن يتقى منهم ومن كان خائفا ۳۶۸ اقلب طرفي كل ان وانظر

پس کون ان میں سے ڈرتا ہے اور کون خائف ہے میں اپنی آنکھ ہر ایک طرف پھیرتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں

کرنا ہو تو اس وقت صلہ کے طور پر حرف باء کو لایا جاتا ہے۔ جیسے ولان انت الذین اتوا

الکتاب بکل آية فاتبعوا قبلتہم میں الذین بھی اتیت کا مفعول ہے۔ جو بغیر واسطہ کسی

صلہ کے ہے اور بکل آیت بھی اس کا مفعول ہے۔ جو باء کے واسطے اتیت کا مفعول

بنایا گیا ہے۔ لیکن یہ خیال بالکل جاہلانہ ہے کہ اگر کسی فعل لازم یا متعدی بہ یک مفعول کے بعد

حرف باء اس کے متعلق آجائے۔ تو وہ باء تقدیہ کیلئے ہی ہوگی۔ نہیں بلکہ مختلف

اغراض کے لئے اسے لایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ فرحوا بما عندہم من العلم میں

باء تقدیہ کے لئے نہیں بلکہ سببیہ ہے۔ سو ٹھیک اسی طرح اتی العلم بالمتقدہ میں

میں باء سببیہ واقع ہوئی ہے۔ نہ تقدیہ کے لئے افسوس آپ باوجود اسقدر

جاہل اور غبی ہونے کے ایک نہایت عالیشان قصیدہ عربیہ پر تنقید کرنے

کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اور پھر اس پر داد کے خواہاں۔ فیا للعجب۔

شعر ۳۶۹ قولہ وزن بالکل ہی غلط ہے۔

اقول۔ یہ زحاف تحبیب وزن بالکل درست ہے (مفصل دیکھو ذیل شعر ۳۶۸)

شعر نمبر ۳۶۸ قولہ مولف تو کچھ لکھتا ہے اور حضرت مترجم کچھ فرماتے ہیں میں اپنی آنکھ ہر ایک

ومن كان فيهم ذو صلاح كناد ۲۴۹ فكان غريبا بينهم لا يوقر

اور جو شخص ان میں کچھ صلاحیت رکھتا ہوگا پس وہ ان میں ایک غریب ہوگا اسکی کوئی عزت نہیں ہوگی

طرف پھیر رہا ہوں الخ) ترجمہ صحیح اس کا یوں ہے: "میں اپنی آنکھ ہر وقت پھیر رہا ہوں" **اقول** ترجمہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ اقلب کو اس جگہ خاص طرف مکا فی کیساتھ

مقید نہیں کیا گیا۔ بلکہ اطلاق سے کام لیا گیا جس سے عموم مفہوم ہوتا ہے جسکی توضیح کے لئے "ہر طرف" کے الفاظ رکھے گئے ہیں۔ اور کل آن کا حاصل مفہوم استمرار تقلیب ہے جس کے لئے ترجمہ میں لفظ "رہا" رکھ کر ترجمہ "پھیر رہا ہوں" کیا گیا ہے۔ اس لئے ترجمہ بالکل درست ہے۔ افسوس آپ عبادت کی وجہ سے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں +

قول نہ کیا ہے۔ تسبیح کے دانے ہیں + **اقول** معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کا گزارہ تسبیح کے دانے پھیرنے پر ہی ہے

حتیٰ کہ "پھیرنے" کا لفظ اپنے نزدیک تسبیح کیلئے مخصوص ہی ہو گیا ہے۔ اور جب کہیں "پھیرنے" کا لفظ آجائے۔ تو آپ کا خیال تسبیح کے دانوں کی طرف چلا جاتا ہے۔

سنئے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقلبهم ذات الیمین وذات الشمال (۳۴) وقبوا لك الامور (توبہ ۷۵) قد نرى قلبك اهلك في السماء

(بقرہ ۱۷) ینقلب الیک البصر (فلک ۷) وتقلبک فی الساجدین (شعراء ۷) اصحاب کہف۔ انسانی کام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ اور پھر حضور کا وجود آپ کے نزدیک تسبیح کے دانے ہیں۔ (قاتلہم اللہ انی یوفکون)

کلام شعراء میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے۔ چنانچہ ابو الطیب کہتا ہے: قلب فیہ اجفانی کھائی: اعذبہ مع الدّٰہو الذّنوبی

قولہ غالباً بیاں مؤلف اور مترجم غیب کے معنی مفلس کیا ہے اس وجہ سے کہ مسافر تو با عزت بھی ہوتا ہے۔ البتہ مفلس کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ حالانکہ

غریب عربی میں بمعنی مسافر ہے۔ نہ مفلس۔

وجاء کرھط حولہم عامۃ الوری ۳۰۰ شطاب شتی مثل عمی فانکروا

اور عام لوگ ایک گروہ کی طرح اُنکے پاس آگئے متفرق گروہ جو اندھنوں کی طرح تھے پس انکار کیا
انا خوابوا بدارای وجہ خضرۃ ۳۰۱ وھل عندارض جذبۃ مایحضر
ایسے جنگل میں فروکش ہوئے جس میں بیزی کا نام نشان تھا اور کیا نہیں بہ نباتات میں کوئی سبز پیدا ہو سکتا ہے

اقول۔ لفظ غریب اسجگہ بمعنی مسافر استعمال ہوا ہے اور نہ بمعنی مفلس
بلکہ بمعنی بکیں۔ اور ان معنوں میں اس لفظ کا استعمال عربی زبان میں بھی ثابت
ہے۔ اور اردو میں بھی۔ عربی محاورہ کے ثبوت کے لئے سیدنا افسح العرب صلی اللہ
علیہ وسلم کی یہ حدیث کافی ہے۔ ”بدء الا سلام غریبا وسعود کما بدء غریبا
فطوبی للغرباء“ (صحیح مسلم کتاب الایمان جلد اول۔ طبع ۱۳۲۷ھ مطبع مینہ مصر)
ملا علی قاری اس حدیث کے ماتحت لفظ ”غریبا“ کے یہ معنی کرتے ہیں ”مستترک“
”مجرد“ ”کالغرباء“۔ ”فریدا وحیدا“ ”لامأوی لہ“۔ ”وحیدا شریدا“ اور
اس غرت کی تفسیر ”الوحدة والوحشة“ کرتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں ”والوحشة
باعتبار ضعف الا سلام وقلۃ“ (مرقاۃ جلد اول ص ۱۹۳)

اور اردو محاورہ کے ثبوت کے لئے یہ کافی شہادت ہے کہ نواب قطب الدین صاحب
دہلوی مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے اردو ترجمہ میں ”غریبا“ کے معنی غریب
ہی لکھتے ہیں ”شروع ہوا اسلام غریب الخ (جلداول ص ۸۲)

پس اس شعر میں بھی اس لفظ کا استعمال بالکل درست طور پر ہوا ہے۔ اور
ترجمہ بھی بالکل درست ہے۔

شعر ۳۰۰۔ قولہ۔ عامہ کی میم مخفف ہو تو وزن صحیح لفظ غلط اور مشدد ہو
تو لفظ صحیح وزن غلط ہوگا۔

اقول مشدد کو رعایت وزن کیلئے مخفف کرنا جائز ہے۔ پس نہ لفظ غلط ہے
نہ وزن فاسد بلکہ دونوں صحیح ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر (۳۰۱)
شعر ۳۰۱۔ قولہ دلی کا الماء غلط ہے دای چاہئے۔

فَابْكِي عَلَى تِلْكَ الثَّلَاثَةِ بَعْدَهُمْ عَلَى مَرَّةٍ يَقْفُونَهُمُ اتَّخَضُوا

پس میں ان تینوں یعنی شمار اللہ اور ہر علی اور علی غازی پر رونا پو اور نیز اس گروہ پر جو ان کے پیرو میں حسرت کرتا ہوں

وَمَا كَانَ أَرَى فِيهِمْ مَخَافَةً رَّبِّهِمْ شُعُوبٌ لِّسَامٍ بِالْمَلَاهِي تَمُورُوا

اور میں ان میں ان کے رب کا کچھ خوف نہیں دیکھتا بد بخت گروہ ہو و لعوب کے ساتھ ناز کر رہی ہیں

وَمَا كُنْتُ فِي هَذَا الْمَقَامِ مُنْصِيَةً وَيَعْلَمُ رَبِّي سِرَّ قَلْبِي وَلِيَشْعُرْ

اور میں اس مقام میں اپنی خواہش کو کھڑا نہیں ہوا اور میرا خدا میری دل کے بھید کو جانتا ہے

وَكُنْتُ أَمْرًا ابْغَى الْخَمُولَ مِنَ الصَّبَا ۲۵ مَتَى يَأْتِيَنِي مِنْ زَاوِيَيْنِ أُصْغِرُ

اور میں ایک آدمی تھا کہ بچپن کو گشتہ گزینی کو دوست رکھتا تھا جب کوئی لمحے والا میرے پاس آتا تو میں کناؤ کش ہو جاتا

فَأَخْرَجَنِي مِنْ جِجْرَتِي حَكَمَ مَالِكِي ۲۶ فَقَمْتُ لَمْ أُعْرِضْ وَلَمْ أَنْعُدْ

پس مجھے ججرت سے میرے مالک کے حکم نے نکالا پس میں اٹھا اور نہ میں نے اعراض کیا اور نہ تاخیر کی

أَقُولُ - يَهْ مَعْمُولِي سَهْوًا كَاتِبٌ هِيَ جَسَّهْ غِلَاطُ لَفْسٍ كِتَابٌ فِي شَمَارِ كَرْنَا أَكِي

کہاں درجہ کی نادانی ہے - یہ معمولی سہو کا تب ہے جسے اغلاط لفس کتاب میں شمار کرنا آپ کی

شَعْرٌ ۳۵ قَوْلُهُ اصْغُرْ يَهَا جَزَا هُونِكِي وَجَسَّهْ سَاكِنٌ دَالَاكِنٌ إِذَا حَرَكْتُ حَرَكِي

بالکے عیب اقواء ہے - یہ کوئی عیب نہیں - (تفصیل کیلئے)

أَقُولُ رَيْكُو ذِيلُ شَعْرٌ ۳۶

قَوْلُهُ خَلَقَ خِلَافَ قِرَآنٍ مُجِيدٍ (دَلَا تَصْغُرُ خِلَافَ خِلَافٍ لِلنَّاسِ)

أَقُولُ سَمْنٌ شَنَاسٌ نَهْ دَلْبَرُ خَطَايَايَا اسْتَصْغِيرُ كِي وَجَسَّهْ كَبْرُ وَنَحْوُ

ہی نہیں بلکہ بسا اوقات طبعاً انسان لوگوں سے زیادہ اختلاط پسند نہیں کرتا

اور یہ امر صفات ذمیمہ سے نہیں ہے بلکہ صفات حمیدہ میں سے ہے - کیونکہ اسکی

بناؤ چاہ طبعی اور شہرت پسندی سے بیزاری ہے - جو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں

کے شامل میں سے ہے - قاموس میں ہے "صَغُرَ خَدَّاهُ وَصَغُرَ وَصَاعُهُ وَاصْغَرَهُ

أَمَّا عَنْ النَّظَرِ إِلَى النَّاسِ تَهَادَنًا مِنْ كِبَرٍ وَدَرَبًا يَكُونُ خَلْقَةً"

شَعْرٌ ۳۷ قَوْلُهُ - اعْرَاضٌ كَمَا مَعْنَى مِنْهُ بَهِيرُنِي كَمَا آتِيَتْ هِيَ - مَلِكٌ جَبْتُكَ

وانی من المولیٰ الکریم وانه
اور میں خدا کی طرف سے ہوں
فکید۔ واجمیع الکید یا ایہا العدا
پس ہر ایک قسم کا مکہ مجھ سے کر دے دشمنو
مضو وقت ضرب المہقاود فو
وہ وقت گزر گیا جبکہ تلواریں چلائی جاتی تھیں
وللہ سلطان حکم وشوكة
اور خدا کے لئے تسلط اور حکم اور شوکت ہے

یٰ افضنی فی کل دشت وینفر
اور خدا ہر ایک جنگل میں میری محافظت اور رہنمائی کرتا
فیحصنی بنی و هذا مقدّر
پس میرا خدا مجھے بچائے گا اور یہی مقدّر ہے
وانا بیدھان من اللہ ننحر
اور ہم خدا کی برائیوں کو منکروں کو ذبح کرتے ہیں
ونحن کماۃ بالاشارة فحضر
اور ہم وہ سواہ میں جوحاشہ پر حاضر ہوتے ہیں

اس کا تقدیر عن سے نہ ہو یہ معنی نہیں لئے جاتے اس کا محاورہ ہے۔ اعرض عن
ای اضر بوسد۔

اقول منہ پھیرنے کے معنی اس بات پر منسخر نہیں کہ صلہ عن اور اس کا مجرور
اس کے ساتھ مذکور ہو۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ فعل کے متعلقات ہمیشہ ہر جگہ اس کے
ساتھ ذکر کئے جایا کریں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اذ انعم علی
الانسان اعرض (بنی اسرائیل ع) ثم تولیتم الاقلیلا منکم وانتم معرضون (ع)
فلما انجاکم الی البر اعرضتم (بنی اسرائیل ع)

ان تمام آیات میں اعراض بغیر صلہ عن کے استعمال ہوا ہے۔ اور معنی منہ پھیرنے
کے ہی دیتا ہے۔

قوله تعذر کے معنی بھی "دیر کر نیکی" اس وقت ہیں۔ جب اسکا صلہ عن سے
آئے۔ محاورہ یوں ہے "تعذر عن الاخر تاخیر"

قول یہ بھی آپکی بالکل بے بنیاد بات ہے۔ "قاموس" ہی کو دیکھو اس
میں لکھا ہے "تعذر تاخیر" اگر صلہ عن لانے کے بغیر تعذر کے معنی تاخیر کر نیکی
نہیں ہو سکتے تو صاحب قاموس نے کیوں آپکی اس شرط کو بیہودہ اور باطل قرار دیا ہے۔

اذا ما رأينا حابراً اجعل الورق ^{۳۸۱} طوينا كتاب البحث والای اظهر

وما كنت بالضم المجل راضيا ^{اور جب بنو علی ماری جو کے جاہل تر ہے}
 ولكن رأيت القوم لم يتبصروا ^{نشان جو ہم پیش کرتے ہیں وہ ظاہر ہیں یہ بحث کی کیا حالت}

فاني من الرحمن اوحى واخبر ^{مگر مینے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کچھ سوچتے نہیں}
 وما لك تختار السعير وتشعر ^{فانی من الرحمن اوحی کیونکہ میں خدا کی طرف سے وحی پاتا اور خبر دیتا ہوں}

رجال لا ظہار الحقائق نوهم ^{وما لك تختار السعير وتشعر تجھے کیا ہو گیا کہ دوزخ کو اختیار کرتا ہے اور جانتا ہے}
 سببت ان السب من سن دينكم ^{رجال لا ظہار الحقائق نوهم وہ آدمی ہیں جو حقیقت کو ظاہر کرنے کے علم رکھتے ہیں}

لكل اناس سنة لا تغیر ^{۳۸۲} اور ہر ایک آدمی کے لئے ایک طریق ہے جو نہیں بدلتا

اور القیس نے بھی اپنے معلقہ میں اس کا استعمال بغیر صلہ عن کے کیا ہے

ویوما علی ظہر الکتیۃ تعذرت ^{۳۸۳} علی والک حلفہ لم تحلل حبکی

شرح میں روزنی لکھتا ہے: "التعذر التشتد والالواء"

قولہ عیب اقواء ہے۔

اقول یہ کوئی عیب نہیں دو یکھو ذیل شعر ^{۳۸۴}

شعر ^{۳۸۵} قولہ اجہل الورق ^{۳۸۶} اقول یہ مفعول ثانی نہیں بلکہ لغت ہے اور رآی اس جگہ افعال قلوب میں نہیں بلکہ افعال جوارح سے ہے۔ اس لئے ترجمہ بالکل درست ہے۔

شعر ^{۳۸۷} قولہ بے وزن ہے۔

اقول وزن بالکل درست ہے۔ رسن کے نون اول کو اسجگہ بہ رعایت وزن ساکن کر کے مدغم کیا گیا ہے۔

تری سقم نفسی ما تری ای دینا

تو میرے نفس کا عیب دیکھتا ہو اور خدا کو نشان نہیں دیکھتا

کانت غول فاقد العین اخور

گویا تو بک دیو ہے آنکھ کھولی والا ایک چشم

وما افلح العبدان من ضرب لعنکم

اور حضرت ابو بکر اور عمرؓ نے تبارک سے غلطی نہیں پائی

۳۸۸ مثلی لهذا اللعن احری واجد

پس یہ جیسا آدمی اس لعنت کے لائق تر ہے

رویدک داب اللعن هذا وصیتہ

لعنت کرنے کی عادت کو چھوڑ دے یہ میری وصیت ہو

وبعض الوصایا من منایا تذکر

اور بعض وصیتیں موتور کے وقت یاد آئیں گی

ویاتی زمان یستباین خفاء بنا

اور وہ زمانہ آتا ہے کہ ہماری پوشیدگی ظاہر ہو جائیگی

فما لك لا تشک ولا تبصر

پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ تو ڈرتا ہو اور نہ حق کو پہچانتا ہو

ولا تذکروا الاخبار عند فانہا

اور میرے پاس محض خبروں کا کچھ ذکر مت کرو

بجلد بیت العنکبوت تکسر

کہ وہ عنکبوت کو گھر کی طرح توڑی جاسکتی ہیں

واتی لاحذر مقام وموقف

اور خبریں بظاہر اس کتاب کے کہاں پھیر سکتی ہیں

۳۹۲ لدی شان فرقان عظیم معزز

جو خدا کا بزرگ کلام قرآن شریف ہے

فلا تقف امر الست تعرف سرہ

پس ایسے امر کی پیروی مت کر جس کا بھید کچھ معلوم نہیں

فتسئل بعد الموت یا متہون

پس موت کے بعد دیر کرینا تو ضرور پوچھا جائیگا

شعر ۳۸۸ اس میں لفظ العمران پر معترض صاحب نے خط دیدیا ہے جس پر انہوں

نے غالباً وزن کے متعلق اعتراض کرنا چاہا۔ مگر یہ کوئی اعتراض نہیں۔ معلوم ہوتا ہے

کہ اس جگہ انہوں نے اپنے اعتراض کی کمزوری اور غلطی محسوس کرنے کے باعث صریحاً

اعتراض پیش کرنے کی انہیں جرأت ہی نہیں ہوئی۔ (غرض العمران کے معنی کو برعایت

وزن مانا گیا ہے۔ پس کوئی فساد وزن نہیں ہے)

شعر ۳۹۲ قولہ عیب اقواء ہے۔

اقول اولاً موز مبتداء محذوف (ہو) کی نمبر ہو سکتا ہے۔ اس صورت

میں مرفوع ہو گا۔ پس کوئی اقوال نہیں ہے۔ ثانیاً اقواء کوئی عیب نہیں۔ (دیکھو

ذیل شعر ۳۸۸)

۲۹۷ لست بشواقی الجمع العدا ۲۹۸ ولكن متى ليحضر القوم احضر

اور میں خواہ خواہ دشمنوں کے جمع کی طرف تو میرا شوق نہیں رکھتا

والله في امرى عجائب لطفه

اور خدا کو میرے کام میں اپنی ہر بات کی عجائبات میں

عجبت لحتم الله كيف اضلكم

میں خدا کی ہر بات پر تعجب کرتا ہوں کیونکہ تم کو گمراہ کر دیا

وهل من دليل عندكم توثرونه

اور کیا کوئی دلیل تمہارے پاس ہے جسکو تم توثیر کرتے ہو

سبحنى المهيمن كاذبا تارك الهدى

خدا تعالیٰ مجھ کو سزا دینے کا جو مدیت کو چھوڑتا ہے

اتقصون بغيا من اتى من مليكم

کیا تم محض بغاوت کی رو سے اس شخص کی نافرمانی کرتے ہو جو تمہارا دشمن کی طرف سے آیا ہے اور خبریں پوری ہو گئیں اور نشان چمک اٹھے

اشاهد هاهنا في كل وقت وانظر

میں انکو ہر ایک بات میں مشاہدہ کرتا ہوں

فما ان ادى فيكم رشيدا يفكر

پس میں تم میں کوئی ایسا رشید نہیں دیکھتا جو فکر کرتا ہو

فان كان فانونا فلننا نفكر

پس اگر ہو تو پیش کر دو کہ ہم اس میں سوچیں گے

كلانا امام الله لا نشتر

ہم دونوں گروہ خدا کو سامنے ہیں جو اس کو پوشیدہ نہیں کرتا

وقد تمت الاخبار والای تهر

اور خبریں پوری ہو گئیں اور نشان چمک اٹھے

شعر ۳۹۴ قول امعدی کا املا غلط ہے۔

اقول درست ہے (دیکھو ذیل شعر ۳۹۵)

قوله احضر چاہئے۔ عیب اقواء ہے۔

اقول یہ کوئی عیب نہیں۔ (دیکھو ذیل شعر ۳۹۶)

شعر ۳۹۸ قولہ وزن غلط

اقول - وزن درست ہے۔ اسجگہ ہینین نون کو برعایت وزن ساکن

کیا گیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۳۹۹)

قوله کاذبا موصوف نکرہ ہے اور تارک الہدے معرفہ اس کی صفت

دونوں میں مطابقت چاہئے۔

اقول تارک الہدے میں چونکہ اصناف معنوی نہیں بلکہ لفظی ہے۔

وقد قيل منكم يأتين امامكم ۴۰ وذلك في القرآن نبأ مكرور

اصتم سن چکے کہ تمہارا امام تم میں سے ہے آئیگا
انانی کتاب من کذب یزور
مجموعہ ایک کتاب کذاب کی طرف سے پہنچی ہے
اقد یہ خبر تو قرآن میں کئی مرتبہ آچکی ہے
کتاب خبیث کالعقارب یا بڑ
وہ خبیث کتاب اور بھوکے طرح خوش زن

اس لئے اس سے تعریف حاصل نہیں ہوتی۔ پس لفظ تارک بدستور مکرور ہے۔ یہ مسئلہ ہدایۃ النہو پڑھنے والے بچے بھی جانتے ہیں جس سے آپ بالکل ناواقف ہیں۔ یہ تو آپ کا مبلغ علم ہے۔ اس پر آپ اس شخص کی کلام پر تنقید کرنے کے لئے اٹھے ہیں۔ جس کے سامنے آنے کی بڑے سے بڑے مدعا علیہم کو بھی کبھی جرأت نہ ہوتی۔ اذ اقل دین المرء محل صداۃ

شعر ۴۰ قول وزن فاسد بنائی با اگر ساکن ہے تو وزن صحیح لفظ غلط اور متحرک ہے۔ تو وزن فاسد۔

اقول بناء کی باء کو اس جگہ برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔ پس نہ لفظ علما ہے۔ نہ وزن فاسد۔

قول یاتین امامکم منکم جسے مرزا صاحب قرآن مجید میں مکرر آنا بتا رہے ہیں۔ ہرگز قرآن کی آیت نہیں۔

اقول اس شعر کا مدعا صرف اس قدر ہے۔ کہ متعدد جگہ قرآن کریم میں یہ پیشگوئی موجود ہے۔ نہ یہ کہ یہی الفاظ قرآن کریم میں بھی ہیں۔ چنانچہ آپ (مترض صاحب) خود بھی اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے اعتراض کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے۔ کیونکہ آپ نے اعتراض میں اس شعر کے فقرہ منکم یاتین امامکم کو چھوڑ کر اسکی بجائی یہ فقرہ رکھا ہے۔ "یاتین امامکم منکم" جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ خود آپ کے نزدیک بھی حضرت اقدس کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ بعینہ یہ الفاظ پیشگوئی کے ہیں کہ "منکم یاتین امامکم" بلکہ حضور کا منشا یہ ہے کہ اس بارہ

بارہ میں قرآنی پیشگوئی کا ماحصل وہی ہے جو ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ گو الفاظ اسکے اور ہیں۔ پس جب آپ خوب سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت اقدس نے اس جگہ صرف یہ بتایا ہے۔ کہ اس بارہ میں قرآن کریم میں پیشگوئی موجود ہے۔ تو آپ کا حضرت اقدس پر کیا یہ افتراء نہیں ہے۔ کہ انہوں نے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) الفاظ ”یا تین اما مکہ منکم“ کو قرآن کریم کی طرف منسوب کیا ہے افسوس آپ لوگوں کو عمداً جھوٹ سے کام لیتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ ہاں اگر آپ کا مدعا اس اعتراض سے یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس بارہ میں کوئی پیشگوئی موجود نہیں ہے تو اس صورت میں آپ کے الفاظ یہ ہونے چاہئے تھے۔ کہ یہ پیشگوئی قرآن کریم میں نہیں ہے۔ نہ یہ کہ ”یا تین اما مکہ“ جسے مرزا صاحب قرآن مجید میں مکرر آنا بنا رہے ہیں ہرگز قرآن کی آیت نہیں۔ علاوہ اسکے ”بناء مکرر“ کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں۔ کہ حضرت اقدس کا منشاء یہ ہرگز نہیں کہ بعینہ یہی الفاظ قرآن کریم میں بار بار آئے ہیں۔ بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ پیشگوئی متعدد جگہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے نہ یہ کہ یہ الفاظ رہا یہ کہ اس بارہ میں پیشگوئی قرآن کریم میں کہاں کہاں آئی ہے

سو آپ سورہ فاطمہ (اھدنا الصراط المستقیم

صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) سورہ اعراف (یا بنی ادم امّا یا یتیمکم رسل منکم یصفون علیکم ایاتی فمن اتقى واصلح فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون) سورہ یہود (یا من کان علی یثینۃ من ربہ ویتلوہ شاهد منہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ افا ما (رحمتہ) سورہ بنی اسرائیل ۶-۲) وان من قریۃ الا نحن مہلکوها قبل یوم القیامتہ و معدّبوہا عذاباً شدیداً (مع قولہ تعالیٰ) و ما کُنّا معدّبین حتی یبعث رسولاً و اذا ان مہلک قریۃ امرنا متوفیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول فد مرناھا تدمیراً (و قولہ تعالیٰ) یا اھل الکتاب

فَقُلْتُ لَكَ الْوِلَايَةُ يَا اَرْضُ جُول ۲۲ لَعْنَتُ بِلْعَوْنٍ فَاَنْتِ تَدْتَرُ

پس میں کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت تو ملعون کو سب ملعون ہو گئی ہیں قیامت کو بلا میں ملے گی

قد جاءكم رسولنا تبين لكم على فترة من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشير ولا نذير (سورہ نور) (وجد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات لتستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم) سورہ صف (يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا رسوله واطيعوا ائمة المسلمين واطيعوا ولاة الامر من بعدى اسمه احمد) اور سورہ جمعہ (واخرين منهم لما آلتهما بهم) کو غور اور تدبیر سے پڑھو۔ جن میں خوب واضح طور پر یہی پیشگوئی موجود ہے۔ (ان کا ان فیکم ناظر متوسم) نیز آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ الفاظ ”منکم یا تین افاکم“ یہ صحیح بخاری کی حدیث نبوی ”کیف انتم اذا نزل بن مریم فیکم واما مکم منکم“ کی طرف تلمیح ہے۔ اور دوسرے مصرعہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہی پیشگوئی جو حدیث شریف میں آئی ہے۔ قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ موجود ہے۔ غرض معترض صاحب کا اعتراض من کل الوجہ باطل اور فریب دہی پر مبنی ہے

قول گولڑہ کا معرب جولڑہ ہوگا۔ معلوم نہیں جو لڑکھو کر کیا گیا۔

اقول پہلے (بذیل شعر ۱۱) بھی بتایا جا چکا ہے کہ جولڑہ کو مرخم کر کے جولڑہ بنایا گیا۔ جو جائز درست اور بالکل صحیح ہے۔

قول جولڑہ میں وزن بھی صحیح نہیں اسلئے کہ غیر منصرف ہو تو نون نہ آئیگی۔

اقول شعر میں غیر منصرف کو منصرف بنانا بلا اختلاف جائز اور درست ہے۔ امرء القیس اپنے معلقہ میں لکھتا ہے

ضلیع اذا استند برئت سد فرجہ ۵ رضاف فولق الارض لیس باعزل

اور نیز کہتا ہے ۶ علی قطن بالیشم ایمن صوبہ ۷ والیسرۃ علی استار فید بل

اعزل صفت موازن فعل ہے اور بذیل علم موازن فعل اس لئے دونوں

غیر منصرف ہیں۔ مگر شعر میں آن کو منصرف کر کے لایا گیا ہے۔

قولہ ارض مؤنث ہے تدریس مؤنث کو حاضر چاہئے۔ نہ تدریس مذکر حاضر۔

اقول افسوس آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حفظ توازن کے لئے نشر کے

اندر بھی لفظ میں کمی بیشی کرنی جائز ہوتی ہے۔ پس شعر میں رعایت وزن کے لئے ایسا تغیر کرنا کیونکر ناجائز ہو سکتا ہے۔ سنئے! امام ثعالبی امام لغت اپنی کتاب خفۃ اللغة و سر العربیۃ (مطبوعہ مطبعہ عجوبہ مصر) کے صفحہ ۲۱۷ پر لکھتے ہیں "فصل فی حفظ التوازن - العرب تزدید و تحذف حفظاً للتوازن و ایشاراً لہ۔

اما الزیادۃ فکما قال تعالیٰ "وتظنون بالله انظنوناً" وکما قال فاضلونا السبیل" واما الحذف فکما قال جل اسمہ "واللیل اذ الیسر" وقال الکبیر المقاتل "ویوم التناد" و "یوم التلاق" وکما قال لبیدہ

ان تقویٰ ربنا خیر نفل * وباذن اللہ و عجل
ای و عجل۔ وکما قال الاعشی

ومن شافنی کاسف وجهی * اذا ما انتسبت لہ الکرن

ای انکرنی" اور ابن فارس امام لغت اپنی کتاب الصحاح میں لکھتا ہے۔

باب البسط فی الاسماء۔ "الوب تبسط الاسم والفعل فتزید فی عدد

حرفہا رسل اکثر ذلک لا قامۃ وزن الشعر و تسویۃ قوافیہ۔ وذلک

قول القائل * ولیلۃ خاتمة خمود + طغیاء تغشی الجدی والفرقود۔

فزاد فی الفرقا الواو وضم الفاء لاندلیس فی کلامہم فملوا وذلک ضم

الفاء وقال فی الزیادۃ فی الفعل * لو ان عمراً همان یرقودا۔ ومنہ

اقول اذا خرت علی کلکال۔ اذا کلککل وفی بعض الشعر "فانظور" اذا

"فانظر" وھذا اقرب من الذی ذکرنا فی النحر والزیادۃ لقی لا معنی لہا

باب القبط ومن سنن الوب القبط محاذیۃ للبسط الذی ذکرناہ

وھو النقصان۔ ن عدد الحروف کقول القائل * غرق فی الوشا حین مو

تکلم هذا النكس كالزمع شائناً ۲۳ وکل امرء عند التخاصم یسبر

اس فزایہ نے نیکس لوگوں کی طرح گالی کو ساتھ بات کی ہے اور ہر ایک آدمی خصومت کو وقت آزائی جاتا ہے

اتزعم یا شیخ الضلالة اثنی تقولت فاعلم ان ذیلی مطهر

لیا تو اسے گمراہی کے شیخ نہ گمان کرتا کہ میں یہ جھوٹ بنا لیا ہوں پس جان کہ میرا دم من جھوٹ سے پاک ہے

تتكرحفا جاء من خالق السما کیا تو اس حق و انکار کرتا ہو جو آسمان سے آیا

اذا ما رأينا ان قلبك قد غسا اذا ما رأينا ان قلبك قد غسا

جب ہم نے دیکھا کہ تیرا دل سیاہ ہو گیا

اخذتم طريق الشرك مركز دينكم اخذتم طريق الشرك مركز دينكم

تم نے شرک کے طریق کو اپنے دین کا مرکز بنا لیا

الخليل - اراد الخيال - وكذلك قول الآخر وسرحت حزنهم - اراد حرجوا

وہی الضامر ویقولون "ورسن المنا" ویریدون المنازل - و"کامناتذکی

ستابکمما الحبا" اراد نادا الحبا حب" (صفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴) اور پھر باب المحاذاة

کے ذیل میں لکھا ہے "معنی المحاذاة ان يجعل كلام بمخاء كلام فيوتی

به على وزن لفظا وان كانا مختلفين فيقولون الغلایا والعشایا فقالوا

الغلایا لا نضمهما الى العشایا ومثله قولهم اعود بلك من السامة

واللآمة فالسامة من قولك سممت اذا خصمت واللامة اصلها املت

لكن لما قرنت بالسامة جعلت في وزنها" (صفحہ ۱۹۵)

پس اس جگہ تدریس کی بجائے تدمر کا آنا ہر طرح سے جائز اور درست ہے۔

قوله اگر الزمع کی سیم مضوت ہے۔ تو لفظ صحیح وزن غلط اور ساکن

ہے تو وزن صحیح لفظ غلط۔

اقول الزمع کے سیم کو اس جگہ برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔ پس

وزن اور لفظ دونوں درست ہیں۔

وما انزلنا نائبا لله في الوری ۴۱ ففرقوا الی وجانبوا الیخ واجلوا

اور میں مخلوق کے لئے خدا کا نائب ہوں پس میری طرف بھاگو اور نافرمانی چھوڑ دو اور ڈرو

وان قضاء الله یاتی من السما ۴۲ وما کان ان یطوی ویلغی ویحجر

اور خدا کی تقدیر آسمان سے لے گئی اور ممکن نہیں ہوگا کہ موقوف رکھی جائے گی اور باطل کیجائیگی

لطقت بکذب ایہا الغول شقوة ۴۳ خفا لله یا صید الرد کیف تجسر

اے دیوتو نے بد بختی کی وجہ سے جھوٹ بولا خفا اللہ یا صید الرد کیسے تجسر

انقصه عرضی بالکاذیب والجفا ۴۴ وانت من الدیان لا تتستر

کیا جھوٹی باتوں کو ساتھ میری آبرو کا قصد کرتا ہے اور تو سزا دینے والے سے پوشیدہ نہیں ہے

وان تضربن علی الصلوات زجاء ۴۵ فلا الصخر بل ان الزحاجة تکر

اور اگر تو شیشہ کو پتھر پر مارے تو پتھر نہیں بلکہ شیشہ ہی ٹوٹے گا

وکل رفیع لاحالة یستر ۴۶ وکل رفیع لاحالة یستر

اور ہر ایک دور اور بلند بالضرور پوشیدہ ہو جاتا ہے

فانادعوننا حزیکم فتاخروا ۴۷ فانا دعونا حزیکم فتاخروا

کیونکہ ہم نے تمہارا گروہ کو بلایا اور وہ پیچھے ہٹ گئے

علی خصوص غیر قوم نطهر ۴۸ علی خصوص غیر قوم نطهر

جو خاص مجھ پر وارد ہوئیں اور دوسرے نبیوں والوں کیسے جو جگہ

۴۹

قوله بے وزن ہے۔

اقول الحق کے بعد واد کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے اسلئے وزن درست ہے۔

قوله وزن فاسد ہے۔

اقول وزن بالکل درست ہے۔ کیونکہ اسجگہ عکے کے عین کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔

وَأَرْسَلَنِي نَبِيًّا بِآيَاتِ فَضْلِهِ

اور خدا نے اپنے نشانوں کے ساتھ مجھے بھیجا ہے

وَفِي الْإِنِّ اسِرَّادُوسِبِلْ خَفِيَّةِ

اور دین میں بھید میں اور پوشیدہ میں ہیں

وَكَمْ مِنْ حَقَائِقَ لَا يُرَى كَيْفَ شَبَّهَا

اور بہت سی حقیقتیں ہیں جو انکی صورت نظر نہیں آتی

فِيَاتِي مِنَ اللَّهِ الْعَلِيمِ مَعْلَمُ

پس خدا کی طرف سے ایک معلم آتا ہے

وَأَنْ كُنْتَ قَدْ أَلَيْتَ أَنْ تَنْكَرُ

اور اگر تو نے قسم کھالی ہے کہ تو انکار کرتا رہیگا

وَسَوْفَ تَرَى الْفَصْلَ مَوْجِدُ

اور عنقریب تو دیکھ گا کہ میں سچا ہوں اور مدد کیا گیا ہوں

وَيَسْأَلُكَ الرَّحْمَنُ أَمْرِي فَيُنْجِلِي

اور خدا میری حقیقت میری پر ظاہر کریگا پس کھل جائیگی

أَرْيَاكَ وَغَدَّارُ الزَّمَانِ أَبَا الْوَفَا

پس تجھے اور خدا کے زمانہ شمار اللہ کو دکھلاؤں گا

لَا تَعْمُرُوا هَذَا السَّامُ وَدَعُوا

کہ میں اس عمارت کو بناؤں جو تمہارے اسکو توڑا اور بن گیا

وَيُظْهِرُهَا رَبِّي لَعَبْدٍ يُخَيِّرُ

اور میرا رب بھید اُس بندہ پر ظاہر کرتا ہے جو چاہے

كَيْفَ يَعْبُدُ نَوْدَهَا يَنْتَسِرُ

اس ستارہ کی طرح جو دور تر رہتا ہے دوری ان حقائق کا نور

وَيَهْدِي إِلَى اسِرَّادُهَا وَيُفَسِّرُ

اور اس کے بھید ظاہر کرتا ہے اور بیان فرماتا ہے

فَكَذَنِي لِمَا زُورَتْ فَالْحَقُّ يَظْهَرُ

پس تو جس طرح چاہا اپنی دروغ بازی کو فریب کر اور حق ظاہر ہو کر رہیگا

وَلَسْتُ بِفَضْلِ اللَّهِ مَا أَنْتَ تَسْطَرُ

اور میں خدا کے فضل سے ایسا نہیں جیسا کہ تو لکھتا ہے

أَتَنِي ظِلَامٌ أَوْ مِنَ اللَّهِ نِيرٌ

کہ کیا میں تاریکی ہوں یا نور ہوں

يَدُلُّهُ فَالضُّوْضَةُ يُخْفِي وَيُسْتَرُ

خدا کا نام نہ دکھاؤں گا پس نور و فرما دے سب ہوتے ہوئے

قَوْلُهُ مَعْلَمُ أَوَّلُ بے وزن ہے۔

أَقُولُ لفظ حقایق میں دو سکر قاف کو برعایت وزن ساکن کیا

گیا ہے۔ پس وزن درست ہے۔

قَوْلُهُ نَجْمُ مَذْكُرٍ ہے نوزہ چاہئے۔

أَقُولُ نوزہ کی ضمیر کا مرجع لفظ نجم نہیں بلکہ حقایق ہے۔ جیسا کہ ترجمہ

سے بھی ظاہر ہے۔ "ان حقایق کا نور چھپ جاتا ہے"

ويعلم ربي من تصلف و افتراء

اور خدا میرا جانتا ہے کہ میں ہر اور مفتری کہن ہے

انطفئ نور اقدار يد ظهوره

کیا تو اس نور کو بجھانا چاہتا ہے جس کا ظاہر کرنا ارادہ کیا

الا ان وقت الدجل والزور قد

خبردار ہو جھوٹ اور فریب کا وقت گزر گیا

وان كنت قد جاوزت حد تو رجع

اور اگر تو پر سبز گاری کی حد سے آگے گزر گیا ہے

ايا ايها الموفى خف القادر الذي

اے دکھ دینے والے اُس قادر سے خوف کر

اذا مات لظقمه يهلك الورى

جب اُس کا قہر بھر گتا ہے تو لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے

ولست تراعى نهج رفيق ولينة

ابنہ تیرے کی راہ کی رعایت نہیں رکھتا

الا ان حسن الناس حسن خلقهم

خبردار ہو کہ لوگوں کی خوبی اُنکے خلق کی خوبی میں ہے

اخيت ذنباً عايشاً واباً الوفا

کیا تو نے کسی بھیڑنے سے دوستی لگائی یا الٹی وفا

کیا تو نے کسی میں اپنا قدم ڈالا یا اہل بیت میں

۲۳۹ قول وزن فاسد

اقول - وزن بالکل درست ہے - کیونکہ امر شر کے ہمزہ قطعی کو اس جگہ

ہمزہ وصلی کا حکم دیکر حذف کیا گیا ہے جس کے ومن يصنع المعروف في غير اهله

یلاقی الذی لا فی مجیرام عامر میں آم کے ہمزہ قطعی کو وصلی کا حکم دیکر گرایا

گیا ہے (دیکھو جواہر البلاغہ ص ۲۶۲)

ومن هو عند الله بر مطهر

اور کہن وہ ہے جو اس کے نزدیک نیک اور پاک ہے

لك البهر في الدارين والنور بهر

مجھے دو دنیاؤں میں بخشنے والی اور نور ظاہر ہو کر رہیگا

وجاء زمان يحرق الكذب فاصبر

اور وہ زمانہ آگیا جو جھوٹ کو جلا دیگا پس صبر کر

فكفر وكذب ايها المنهور

پس مجھے کافر اور کذاب کہنے والے دیر آدمی

يشبه رؤس المعتدين ويقهر

جو تجاؤز کرنے والوں کا سر توڑتا ہے اور قہر نہیں ہوتا

فليس بواق بعد يا مزور

پھر اس کے بعدے مزور کوئی تجاؤز والا نہیں ہوتا

كذاب شاء الله تو ذی وقاب

اور بولوی شاء اللہ کی طرح نمیش زنی کرتا ہے

ومن يقصد التحقير خبثاً يحقر

اور جو شخص شہرت کو تحقیر کرتا ہے اسکی بھی تحقیر ہوتی ہے

اواقيت هذا اور ايت امر تسر

۲۴۰ کیا تو نے میری بات سن لی اور اس میں

۲۴۱ قول وزن فاسد

اقول - وزن بالکل درست ہے - کیونکہ امر شر کے ہمزہ قطعی کو اس جگہ

ہمزہ وصلی کا حکم دیکر حذف کیا گیا ہے جس کے ومن يصنع المعروف في غير اهله

یلاقی الذی لا فی مجیرام عامر میں آم کے ہمزہ قطعی کو وصلی کا حکم دیکر گرایا

گیا ہے (دیکھو جواہر البلاغہ ص ۲۶۲)

آلات اہل السب یدری بلطہ ۲۳۳ وجرم لطم باہراوی یکسٹر
خبردار ہو کہ گالی دینے والا طمانچہ و متنبہ کیا جاتا ہے اور جو طمانچہ مارنے کا مجرم ہو اسکو سوٹوں کو ساتھ کوٹا کر لے گیا

اور جیسے سہ ابوہم ابی واکامات اہماتنا، میں اہماتنا کے ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے۔ دیکھو سمع الہوامع جلد ثانی ۱۵۱
قولہ عیب اصراف ہے۔

اقول اس میں بھی کوئی جرح نہیں جیسا کہ شعر ثانی کے ذیل میں اس پر مفصل بحث کی جا چکی ہے۔

قولہ یہ تعلیم آپکی بالکل فرمان واجب الاذعان کے خلاف ہے پارہ ۱
سورہ شوریٰ میں یہ ارشاد ہے (جزاع و سیتہ سیتہ) مثلہا فزع فی واصلہ فاجوہ علی اللہ
شعر ۲۳۳ **اقول** یدری کا لفظ جو اس جگہ موجود ہے صاف بتا رہا ہے کہ جس سزا کی طرف حضرت اقدس نے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔ وہ بطور انتقام نہیں بلکہ بطور تادیب ہے۔ جیسا کہ ترجمہ میں بھی اس بات کی توضیح کی گئی ہے۔ پس آپس پر پکا اعتراف کرنا آپکی نادانی اور حماقت کا ثبوت ہے۔

قولہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود سے کسر صلیب جب نہ ہوا۔ تو سوٹے سے لوگوں کا سر نہ بھوڑتے تو اور کیا کرتے

اقول سگر نہ بنید بروز شپہ چشم + چشمہ آفتاب را چہ گنہ

اللہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ سے صلیب کو جس طرح ریزہ ریزہ کر دیا اسے خاک میں ملایا ہے۔ اس کا خود اہل صلیب کو بھی اعتراف اور اقرار ہے۔ سو جو شخص ایسی عالمتاب صداقت کا بھی بغض عناد کی وجہ سے عمداً انکار کرتا ہے۔ اس کا علاج بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ سوٹے کے ساتھ اسے سمجھایا جائے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ۵

العبد یقرع بالعصا : والحکرتکفیہ الاشارۃ

و انا و انا کما امام ملیکن

اور ہم اور تم خدا کی آنکھوں کے سامنے ہیں

فان كنت كذابا کما انت تزعم

پس اگر میں جھوٹا ہوں جیسا کہ تو گمان کرتا ہے

وان كنت من قوم اتوا من ملیکم

اور اگر میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنی بادشاہ کی طرف آئے

واقسمت بالله الذي جل شأنه

اور میں خدا کی قسم کھاتا ہوں جسکی شان بزرگ ہے

شعرا مال المفسدين ومن يعش

ہمیں انجام کار مفسدوں کا معلوم ہو گیا ہے اور جو شخص

وفي الارض حناش وسبع وشهم

اور زمین میں سانپ بھی اور دندے بھی مگر بے ہمت

منعنا من الكذب الكثير فاشروا

مجھے بہت جھوٹ و انکو منع کیا پس انہوں نے جھوٹ گزرتے شروع کیا اور انسان کی بدترین خصلت وہ جھوٹ ہی جو بار بار بیان کرتا

كتبت فويل للانامل والقلم

تو نے اپنی کتاب تلمیسی پس ان انگلیوں پر دواویلا ہے

فاياك والتهوين والسب والقلم

پس تو توہین اور گالی اور دشمنی ہی پر سیر کر

واعلم ان اللعن والسب ابکم

اور میں بتا رہا ہوں کہ لعنت بازی اور گالی تمہاری عادت آ

فيقضى قضايانا کما هو ينظر

پس وہ ہمارے مقدمہ کو جیسا کہ دیکھ رہا ہے فیصلہ کر دے گا

فتعل وانی فی الانام احقر

پس تو اونچا کیا جائیگا اور میں لوگوں میں حقیر کیا جاؤنگا

فتجزی جزاء المفسدين وتبتر

پس تجھ وہ سزا ملے گی جو مفسدوں کو ملنا کرتی ہے

سیکرمنی بتی وشانی یکر

کہ عنقریب ضایر اچھے بزرگ دیکھا اور سیری شان بلند کجا بیگی

الی برهه من بعد ذلك يشعر

کچھ مدت تک زندہ رہو گا اُسے بھی معلوم ہو جائیگا

رجال هانونی وسبوا وكفروا

وہ لوگ میں جو میری توہین کرتے اور گالیاں دیتے اور کافر کہتی ہیں

وشر خصال امرء کذب یکر

اور جو خصلت امرت کذب گزرتے

وتبت يد تقوی الانام وتهذر

اور ہلاک ہو گیا وہ ہاتھ جو لوگوں کو گھبراتا اور بکواس کرتا ہے

اذا عارصت الحجر بالحجر تمذر

جب تو نے پتھر چلایا تو پتھر سے ہی مل لایا جائیگا

ومن اکثر التكفير يومئذ یكفر

اور جو شخص بار بار لوگوں کو کافر کہتا ہے کفارہ دینے کا فریضہ پڑ جائیگا

شعر ۴۳۳ - القلم کے میم کو ساکن پڑھیں تو وزن صحیح خلاف قواعد

شوسہ۔ اور متحرک پڑھیں تو وزن فاسد قواعد کے موافق ہوگا۔

وکیف الفراغة للرسالة حصلت

اور کیونکر رسالہ تالیف کرنے کے لئے فراغت پیدا ہو گئی

او انیس جزا الکذب فیہا کانتھا

میں جھوٹ کی پیدائی اس رسالہ میں دیکھتا ہوں گویا

زمان یسمی الشرع عن کل فیکتہ ۲۴۶

یہ وہ زمانہ ہے کہ وقتاً فوقتاً شرع کے بدلے پانی نکال

المربک طنبور وما انت تزم

کیا طنبور اور دوسرے زائریں تیرے پاس موجود نہ تھے

کنیف قد عایت والعین نقی

پاخانہ پر ہونے دیکھا اور آنکھوں سے گراہت کی

وزلزلة اردی الاناس صر

اور ایک زلزلہ جس نے لوگوں کو ہلاک کر دیا اور ہوا سخت اور تیز چل رہی تھی

اقول - القلم کے میم پر وقف کیا گیا ہے۔ جو بلا اختلاف جائز ہے

اور اشعار عرب میں اسکی مثالیں موجود ہیں۔ (دیکھو ذیل شعر ۱۶۹)

شعر ۲۴۶ - اس کا ترجمہ کیا ہے "یہ وہ زمانہ ہے کہ وقتاً فوقتاً شرع کے بدلے

پانی نکال رہا ہے" غلط ہے صحیح یوں ہے "زمانہ ہر دودھ سے جو تھن میں ہے

شر کو متواتر بنا رہا ہے" ناظرین اس پہلی کو سمجھیں کہ کیا ہے۔ اقرب میں ہے۔

سم الماء او المطر او الداء نے سال و سم الماء صبا متتابعاً کثیراً والفیقة

اسم اللبن الذی یجتمع فی الضرع بین الحلیتین۔

اقول - یہ وہی پہلی ہے۔ جب پر امر القیس کا یہ شعر مشتمل ہے "فاضی

یسیم الماء عن کل فیکتہ یکب علیہ اذا قال دوح الکھبل اور اگر اب بھی آپ

اپنی جہالت کی وجہ سے اسے نہیں سمجھے۔ تو شرح دیوان امر القیس میں لکھا ہے

"کیچ یصب یقال سم المطر یسم سماً وسحوحاً والفیقة مابین

الحلیتین یعنی یسیم کے معنی یصب (زور کے ساتھ اوپر سے نیچے کو بہاتا ہے) ہیں

اور فیکتہ اس قلیل وقفہ کو کہتے ہیں۔ جو ایک بار جانور کا دودھ دہ کر پھر

دوبارہ دہنے کے درمیان آتا ہے" اور پھر حل الفاظ کے بعد اس شعر کے یہ معنی

لکھے ہیں۔

"معنا ان هذه السحاب یصب ماءاً ساعة ثم یسکن اخری

ثم يصيب اخرى كالفيقة التي بين الحلبتين واذ كان السحاب على مثل
 هذا الحال كان مطر اشد وسيله اقوى وامتد "يعني وہ بادل کچھ دیر
 زور سے برستا تھا۔ پھر کچھ دیر تک بارش تھی رہتی تھی اور اس طبع کے وقفوں
 کے ساتھ اس بارش کا ایک سلسلہ لگا ہوا تھا۔ اور (یہ ذکر شاعر نے اس غرض سے
 کیا ہے کہ) جب بادل کی یہ کیفیت ہو تو اس صورت میں بارش بہت سخت اور
 اس کا سیلاب بہت زوردار اور بہت بڑا ہوتا ہے۔ یہی معنی حضرت اقدس
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر کے ہیں۔ یعنی حضور نے زمانہ کو بادل سے اور شر
 کو پانی سے تشبیہ دیکر فرمایا ہے۔ کہ یہ زمانہ شرور کی پر زور بارش برسا رہا ہے
 اور پھر بارش بھی اس طور پر برس رہی ہے۔ جو نہایت خطرناک رنگ ہے یعنی
 اسکی بوچھاڑیں وقفوں کے ساتھ ہیں جب ایک بار بارش برسکر تھمتی ہے تو اوقت
 اس پانی کیوجہ سے مکانات کی بنیادیں اور درختوں کی جڑیں سست اور کمزور
 ہو جاتی ہیں۔ جسپر بہت زور کی بارش برسنے لگتی ہے۔ جو ان سست
 شدہ بنیادوں اور جڑوں کو اکھاڑ پھینکتی ہے۔ ممکن ہے کہ آپ ابھی اس
 اپنے ترجمہ کی غلطی کو نہ سمجھ سکے ہوں اسلئے میں اسکی اور بھی توضیح کرتا ہوں
 اس شعر کے مفردات کا ترجمہ لفظی حسب ذیل ہے۔

زمان - زمانہ - لیسے اوپر سے بزور بہاتا ہے۔
 الشر - بُرائی - عین - بعد -
 کل - ہر - فیکہ - وقفہ -

پس اس مصرعہ کا ترجمہ یہ ہوا کہ "یہ ایسا زمانہ ہے۔ جو کچھ کچھ وقفوں کے
 ساتھ شر کی بارش برسا رہا ہے۔ اب آپ اسکے ماحصل کو مد نظر رکھتے اس
 ترجمہ کو دیکھیں۔ جسکو اپنے غلط قرار دیا ہے۔ اور پھر اپنے بیان کردہ ترجمہ کو
 جی دیکھیں۔ جو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ آپ نے یسے کا ایسا ترجمہ کیا ہے جو فیکہ

ففي هذا الايام يطري ابن عريم ۴۴۴ مسيح اصل به النصر وخروا

پس اندنوں وہ مسیح تعریف کیا جاتا ہے جس کے ساتھ نصارے نے مخلوق کو گمراہ کیا اور مکر کیا

كذلك في الاسلام عات تشيع ۴۴۸ ابادوا كثيرا كاللصوص ودمروا

اسی طرح اسلام میں شیعہ مذہب پھیل گیا ہے جو عدل کی طرح بہتوں کو ہلاک کر چکے ہیں

مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کا ترجمہ یہ بتاتا ہے۔ کہ اس بارش میں وقفہ کوئی نہیں

حالانکہ غلط فہمہ وقفوں کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ وزیر ابو بکر شام

دیوان امر القیس کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ "ان هذا السحاب يصيب

ماءه ساعة ثم يسكن اخرى ثم يصيب اخرى كالفيقة التي بين الحلبتين"

(۵۷) روز فی مشرق معلقات میں امر القیس کے مذکورہ بالا شعر کے ذیل میں لکھا

ہے۔ "يسمى الماء من كل فيقة اي بعد كل فيقة من الفواق وهو مقدار ما

بين الحلبتين" یعنی فیقہ فواق میں سے ہے جس کے معنی ہیں۔ ایک بار

دہنے کے بعد دوبارہ دہنے سے پہلے کا وقت یعنی درمیانی وقفہ کا وقت اور لسان

العرب میں لفظ فواق کے معنی لکھے ہیں۔ "الفواق والفواق ما بين الحلبتين

من الوقت لانها تحلب ثم تترك سويرة يرضعها الفضيل لتدر ثم تحلب"

اور پھر لکھا ہے۔ "يقال لا تنتظرة فواق ناقة" "وقام فواق ناقة" جعلوه

ظرفا على السعة قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ينظروا الا الساعة

واحدة ما لها من فواق (ص ۵۷)

غرض آپ کا بیان کردہ ترجمہ بالکل غلط ہے اور صحیح ترجمہ وہی ہے جو قصیدہ

اعجازیہ میں اس شعر کے نیچے لکھا گیا ہے۔

شعر قول وزن صحیح نہیں۔

قول بہ کی بناء کو اس جگہ برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔

شعر قول چورمال لیتے ہیں۔ نہ ہلاک کرتے ہیں۔ یونہی فرما دیجئے۔ ابادوا كثيرا

کالذنیاب ودمردا۔

اقول آپ نے نہ اس شعر کے کلمات کا باہمی تعلق سمجھا ہے کہ کیا ہے۔ ۱۔
 نہ اسکے معنی۔ آپ نے یہ سمجھا ہے۔ کہ کالصوص ترکیب میں مفعول مطلق کا قائم
 مقام واقع ہوا ہے۔ جسکا ماحصل یہ ہے کہ جس قسم کی تباہی چورٹا لیتے ہیں۔
 اس قسم کی تباہی اہل تشیع نے ڈالی ہے۔ جسکی بنا پر آپ نے اسے محل اعتراض
 بنایا اور کالصوص کی جگہ کالذنیاب رکھ کر زعم خود اسکی اصلاح کی ہے حالانکہ
 یہ بنا ہی فاسد ہے۔ آپ نے اپنی جہالت کی وجہ سے اہل تشیع کے سامنے اہل
 سنت کو بھڑیں اور شیعوں کو ان بھڑوں کے مقابلہ میں بھڑیے قرار دیا ہے
 گویا شیعوں کے سامنے سنی کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتے۔ جہالت بھی بُری بلا ہے
 آپ کہاں سے کہاں چلے گئے۔

غرض کالصوص ترکیب میں مفعول مطلق واقع نہیں ہوا۔ بلکہ آبادوا
 کی ضمیر مفعول کا حال ہے۔ پس معنی اسکے یہ ہوئے کہ جس طرح چورچھپ چھپ
 کر لوگوں کے اموال پر تباہی ڈالتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ لوگوں نے بھی بظاہر
 اسلامی لباس پہن کر درپردہ اسلام اور اہل اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے
 (جیسا کہ بارہا اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔ ان کی مخفی کارروائیوں کی وجہ سے
 اہل اسلام کو بڑی بڑی مصائب کا نشانہ بنا پڑا۔ چنانچہ بغداد کی سلطنت
 ہلا کو خان تاتاری کو ہلا کر انہوں نے ہی تباہ کرائی۔

رہا یہ کہ جو نقصان چور پہنچاتے ہیں۔ وہ تباہی کے مفہوم میں داخل ہے یا
 نہیں۔ سو آپ کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ جن کا مال چرایا جاتا ہے۔ ان کے حق میں
 تو وہ مال تباہ شدہ ہی ہوتا ہے۔ گو چوروں کی نظر میں تباہ شدہ نہ ہو۔ جیسا کہ
 آپ کو بھی یہ تباہ شدہ ماننے سے انکار ہے۔ ابوالطیب نے کیا خوب کہا ہے
 کذا مضت الايام من بين اهلها م مصائب قوم عند قوم فوائد

توی شرکھم مثل النصار مخوفاً ۴۴۹ نری الجاہلین تشیعوا وتنصروا

ہم انکے شرک کو نصاریٰ کی طرح خوفناک دیکھتے ہیں ہم جاہلوں کو دیکھتے ہیں کہ شیعہ ہو جاتی ہیں اور نصاریٰ بھی

فتب واتق القہار ربک یا علی ۴۵۰ وان کنت قد ازمت حربی فاحضر

پس بے علی حارسی تو خدا سے ڈر اور توبہ کر اور اگر تو نے میرے مقابلہ کا قصد کر لیا ہے تو میں حاضر ہوں

۴۴۹ شعر قولہ وزن فاسد ہے۔

۴۵۰ شعر قولہ پہلے تو قہار سے آپ ان کو ڈراتے ہیں۔ پھر جبکہ کہہ کر قہر کو لغو کر دیا۔

۴۵۱ شعر قولہ اگر جلالی صفت کے ذکر کے بعد جمالی صفت کا ذکر کرنے سے جمالی

صفت لغو ہو جاتی ہے۔ تو آپ کے اس خانہ زاد معیار کے رو سے قرآن کریم

کی بہت سی آیتیں لغو ہو جائیں گی تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔

سُنیۃ! سورہ بروج میں ہے۔ وما نفقوا منهم الا ان مو منوا باللہ العزیز

الحمید جس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز بیان ہوئی ہے۔ جو اپنے معنوں

کے رو سے صفت قہار کے ہم رنگ ہے۔ اور پھر صفت حمید بیان ہوئی۔ خبر کا

تعلق سب سے پہلے صفت ربوبیت سے ہے۔ جس کا فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین

اسی طرح سورہ ص کے آخری رکوع میں ہے۔ رب السموت والارض وما

بینہما العزیز الغفار پھر سورہ مریم میں فرمایا۔ یا بٹ انی اخاف ان یمسک

عذاب من الرحمن فتکون للشیطان ولیاً۔ جس میں عذاب کا رخمان کی طرف

سے آنا بیان کیا گیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو صفت قہار کا صفت رب

سے بہت بڑا بھاری تعلق ہے۔ آپ نے شاید قہار کے معنی عیاذ باللہ ظالم

کے سمجھے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک قسم کے ظلم سے پاک ہے۔ قہار کے معنی

ہیں بڑا ہی غالب۔ اور رب کے معنی ہیں مالک۔ خالق۔ پرورش کرنے والا۔

گویا لفظ رب لفظ قہار کی تفسیر کر رہا ہے۔

علامہ اسکے حسب طرح صفت قہار پر انسان کو خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی طرف

عکفتم علی قبر الحسین کشرک ۲۵۱ فلا هو نجاکم ولا هو ینصر

تمہ نے مشرکوں کی طرح حسین کی قبر کا اعتراف کیا
پس وہ نہیں چھڑا نہ سکا اور نہ مدد کر سکا
الاربت یوم کا نشانہ عجز کم
وکیسما یوم اذا الصبح خیر ولا
خیر وار ہو کہ تمہارے عاجز رہنے کے لئے کوئی نجات دہان نہیں
خیر و مدد نہ دے گا ابو بکر اور عمر و عثمان خلیفہ ہو گئے اور حضرت زکریا

متوجہ کرتی ہے۔ اسی طرح صفت رب کا بھی یہی مقتضا ہے۔ جیسا کہ فرمایا
یا ایھا الناس اتقوا ربکم راخشاوایوفا لا یجزی والکن عین ولذہ ولا مولود
هو جازع عن والدہ شیئا (نہان رخ)

قوله وکسر امرعہ ماخوذ ہے۔ امر القیس کے مصرعہ سے۔ وان گنت
قد اذعت صراحی فاجمل۔

اقول یہ اخذ بطور تفصیل ہے۔ جو کوئی جائے اعتراض نہیں۔ بلکہ
متحسین ہے و تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر (

قوله علی کی یا ساکن ہو تو وزن صحیح لیکن سکون کی کوئی وجہ نہیں
بلکہ مناری معروض مبنی علی الفم ہوگا۔ اور اب وزن فاسد ہوا۔

اقول مصرع اول پر وقف کیا گیا ہے۔ اس لئے اس جگہ لفظ علی کی یا ساکن
ہے۔ پس فساد وزن نہیں ہے (دیکھو ذیل شعر ۱۶۹) عروض پر وقف
کرنے کی مثالیں اشعار عرب میں موجود ہیں۔

قوله ۲۵۱ نجا بمعنی چھڑانے اور خلاص کرنے کے متعدی بدو مفعول ہوتا ہے
اور وکسر مفعول کبھی من کبھی باء وغیرہ کے ساتھ آتا ہے۔ دیکھو ۱۵۱

نجینا کمر من ال فرعون الایہ۔ ونجینہ من الغم۔ والیوم نجیک بید نذ

اقول یہ جناب کا اس قدر زبردست اور خطرناک اعتراض ہے کہ جس سے
بچنے کی کوئی سبیل نہیں۔ جس کا دائرہ اس قدر وسیع ہے۔ کہ قرآن کریم بھی
اسکی زوے محفوظ نہیں رہ سکا۔ کیونکہ جس امر کو آپ نے اس جگہ محل اعتراض

نہا دیا ہے۔ اسکی مثالیں قرآن کریم میں نہایت کثرت سے موجود ہیں۔ جن میں سے
چند ایک مثالیں بطور نمونہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔

- (۱) فَجَنَّتْهُمْ وَاهْلًا جَلْعِينَ (شعراء ع ۹)۔ (۲) وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا
وَكَاثِبُوا يَتَّقُونَ رَحْمَ سَجْدَہ ع ۲)۔ (۳) فَجَنَّتْ مِنْ نَشَاوٍ وَلَا يَرُدُّ بَأْسًا عَنْ
الْقَوْمِ الْمَجْرَمِينَ (يوسف ع ۱۲)۔ (۴) فَجَنَّتْ وَمِنْ مَعَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (شعراء ع
(اس آیت میں حرف فعل تنج کا متعلق نہ میں بلکہ یہ من موصولہ کے لئے بیان ہے)
(۵) ثُمَّ نَجَّى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ الظَّالِمِينَ فِيهَا جَنَّتْ (مریم ع ۶۳)۔ ثُمَّ
نَجَّيْنَا مَسْلَمًا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ عَقَابَ اٰهْلِيْنَا نَجَّى الْمُؤْمِنِينَ (يونس ع
(۶) فَجَنَّتْهُمْ وَاهْلًا اَصْرَاوَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ وَلَمَّا انْجَاءتْ
رَسَلْنَا لُوطًا سِئْلًا بِهَمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالُوا لَا تَحْفَظْ لَاحِقُونَ
اِنَّا مَنجُوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا اِمْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (عنكبوت ع ۴)
(۷) اِلَّا اِلَّا لُوطًا اِنَّا لَمَنجُوْهُمْ اٰجْمَعِينَ (سجده ع ۴)۔ (۸) فَلَمَّا اِنجَاهُمْ
اِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْاَرْضِ (يونس ع ۳)۔ (۹) فَانجَيْنَاهُ وَاَهْلًا اِلَّا
اِمْرَاَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (اعراف ع ۱۰)۔ (۱۱) فَانجَيْنَا الَّذِينَ
يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ (اعراف ع ۷۱)۔ (۱۲) فَانجَيْنَاهُمْ وَمِنْ نَشَاوٍ وَاَهْلَكَ
الْمُسْرِفِينَ (انباء ع ۱)۔ (۱۳) وَانجَيْنَا مُوسَى وَمَنْ مَعَهُ اٰجْمَعِينَ (شعراء
ع ۴)۔ (۱۴) وَانجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (نمل ع ۴)۔ (۱۵)
فَانجَيْنَاهُ وَاَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا اٰيَةً لِلْعَالَمِينَ (عنكبوت ع ۲)
(۱۶) فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ۔

۱۲۷

یہ تمام آیات حسب بیان بنیاب معترض صاحب ”فہم صیح اور بلین تو کیا
صحیح بھی نہیں“ کیونکہ ان میں بنجی بمعنی چھوڑانے اور خلاص کرنے کے
استعمال ہوا ہے۔ جبکہ متعلق بنیاب معترض صاحب فرماتے ہیں کہ بنجا
بمعنی چھوڑانے اور خلاص کرنے کے متعدی بد و مفعول ہوتا ہے۔ اور دوسرا

مفعول کبھی من کبھی باء وغیرہ کے ساتھ آتا ہے۔“ (رسالہ ابطال ص ۹۹)
 لیکن ان آیات میں سے کسی میں بھی جناب معترض صاحب کی قائم کردہ شرط نہیں
 پائی جاتی پس ان کے بیان کے رو سے ان آیات میں ”محاورات کی غلطی اور
 الفاظ کا غلط استعمال معلوم ہونے کی وجہ سے وہ کلام (قرآن کریم) جو ان اغلاط
 پر مشتمل ہے، فصیح اور بلینج تو کیا صحیح بھی نہیں ہے۔ پھر ایسے کلام کو معجزہ
 کہنا بجز جہل بزرگ کے اور کیا کہا جائے؟“ (دیکھو ٹائٹل صفحہ دوم رسالہ ابطال)

کبرت کلمۃ تخرج من افواہهم ان یقولون الا کذبا تعالی اللہ عنہ
 علوا کبیرا۔ تکاد السموات یتفطرن منه یتنشق الارض و تحز الجبال
 ہذا آج کون جا کر بدبخت ابو جہل وغیرہ کو بتائے۔ کہ جو کام تم نہیں کر سکتے تھے۔
 اور ناکامی کے ساتھ دنیا سے گئے تھے۔ آج وہ کام تمہارے ایک قائم مقام اور
 جانشین نے کر کے دکھا دیا ہے۔ اور کون اس خوشی کا اندازہ لگا سکتا ہے جو
 آج شیطان رجیم (نعوذ باللہ منہ) کے گھر میں اس بات پر ہو رہی ہو گی۔
 کہ اسکے ایک سچے ہوا خواہ اور جانثار سپاہی نے قرآن کریم پر ایسا کاری
 حملہ کیا ہے جس کا مقابلہ دائرۃ امکان سے باہر ہے۔ اگر وہ دشمنان اسلام
 جہنوں نے قرآن کریم کے اندر نقائص و عیوب تلاش کرنے میں اپنی عمریں
 تباہ کر دی تھیں اور آخر کمال حسرت اور ناکامی کے ساتھ مرے تھے۔ آج
 زندہ ہوتے تو وہ اس کارنامہ پر پھوٹے نہ سکتے۔ جو آج سپوت نے کر کے
 دکھایا ہے۔ یہ ہے جناب معترض صاحب کی اس تنقید کی حقیقت جو انہوں نے
 حضرت سید موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصیدہ اعجازیہ پر کی ہے۔

اگر معترض صاحب اپنی پیش کردہ مثالوں میں سے دوسری مثال والی آیت و
 نجیناہ من الغم کے باقی الفاظ ہی دیکھ لیتے تو وہ ایسی ٹھوکر نہ کھاتے۔ کیونکہ
 اُن میں منجی کے ساتھ برز ہے۔ نہ تب اور باوجود وہ نجات دینے کے معنی دے رہے
 ہیں (یاد رہے کہ انجی اور منجی کا ایک ہی حکم ہے) ۲

و یوم فعلتم ما فعلتم بغدرکم ۵۲ باخ الحسین و ولده اذ استسما و

حسین کو بھائی سلم کے ساتھ اور علی کے ساتھ اور قید کیے

درجیکہ تم نے وہ کام کیا جو کیا

فرتم و اهل البيت اودوا و ذہرا

تم بھاگ گئے اور اہل بیت و کھ دے گئے اور قتل کئے گئے

فضل الاساری یلعنون و فاء کم

پس وہ قیدی یعنی اہل بیت تمہاری وفایر لعنت کرتے تھے

معلوم نہیں معترض صاحب کس عقل اور سمجھ کے آدمی ہیں۔ جو اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ سنجی متعدی بیک مفعول ہے۔ یا بدو حالانکہ مبتدی بھی جانتے ہیں۔ کہ یہ متعدی بدو مفعول نہیں ہوتا۔ بلکہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ جو بغیر واسطہ کسی صلہ و حرف جار کے آتا ہے۔ اور جہاں کہیں اس کے بعد کوئی حرف جار کے کسی متعلق پر آتا ہے۔ تو وہ تعدیہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کسی اور غرض کے لئے لایا جاتا ہے۔

معترض صاحب اس جگہ اپنی جہالت اور نادانی کی وجہ سے نہ صرف یہ ٹھوکر کھائی ہے کہ وہ سنجی کو متعدی بدو مفعول سمجھے ہیں۔ جنہیں سے دوبرا مفعول (بقول انکے) کسی صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ بلکہ ایک ٹھوکر انہوں نے یہ بھی کھائی ہے کہ حرف من اور حرف با کو وہ سنجی کے تعلق میں ہم معنی سمجھے ہیں۔ یعنی دونوں ایک ہی غرض (تعدیہ) کے لئے لائے جاتے ہیں۔ جبکہ ایسے کبھی من آ جاتا ہے۔ اور کبھی باء اور کبھی "وغیرہ" جس سے معلوم نہیں انکی کیا مراد ہے) مگر جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ یہ ساری بناوٹا علی الفاسد ہے۔ کیونکہ یہ حروف الگ الگ اغراض اور معانی کیلئے سنجی یا سنجی کے ساتھ آتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ یہ مجتمع طور پر بھی آسکتے ہیں جیسا کہ آیت فجینا صالحا والذین امنوا معہ برحمتہ منا ومن قریب (ہود ع ۶) سے ظاہر ہے

ہنال ترا لی عجز من تحسبوندہ ۵۵ شفیق النبی محمد فقکروا
 تب بحر او ضعف اس شخص کا یہی حسین کا ظاہر ہو گیا جس کو تم کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی قیامت کی عفت
 زعمتم حسیناً اندہ سید الوری وکل بنی منہ یثجو ویغفر
 تم گمان کرتے ہو کہ حسین تمام مخلوق کا سردار ہے اور ہر ایک بنی اس کی شفاعت سے نجات پائے گا اور بخشا جائے گا

اقول وزن بالظن درست ہے لیونکہ لفظ آخ اس جگہ مشدد واقع ہوا ہے۔ کیونکہ ایک لغت اسکی یہ بھی ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی جمع الجوامع میں لکھتے ہیں: "و نقص هن اعرف۔ و اب۔ و آخ و حم دون قصرها و فوق تشدید هن" یعنی لفظ هن کی زیادہ مشہور لغت تو اسی طور پر و صرف دو حرفوں ہا اور ن کے ساتھ ہے اور اب آخ اور حم کو اس طور پر (دو حرفی) ادا کرنے کی نسبت انہیں رفع نصب اور جر تینوں حالتوں میں الف کے ساتھ پڑھنا زیادہ معروف ہے اور تشدید کیساتھ داب۔ آخ اور حم استعمال کرنا اوپر کی دونوں لغتوں کی نسبت کم مشہور ہے اور جمع الجوامع میں ہے۔ "حکی ابو زید جاسنی اخذ" اور احصوا کے ہمزہ کی حرکت حرف ما قبل پر نقل ہو کر ہمزہ حذف ہو گیا ہے۔ اور وول کی پہلی واو کو ساکن کر کے دوسری واو میں ادغام کیا گیا ہے۔ کیونکہ دو حرف ہمجنس جمع ہونے ہیں۔ جو دونوں متحرک ہیں۔ پس وزن بالکل درست قطع اسکی یہ ہے۔

بأقل فعولن۔ حسین قل مفاعیلن۔ جہ اذا حصردا
 یا بزحاف تمبیق باقل فعولن حسین قل مفاعیلن وہ اذا فعول احصروا فاعلن
قوله۔ توہن اہلبیت نبوی۔

اقول۔ معصوم ہوتا ہے۔ کہ غالی و افضیوں کی طرح آپ بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گویا خدا کا شریک سمجھتے ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں

تھی۔ کہ حضرت ممدوح کی طرف عجز کے منسوب ہونے کو آپ اُنکی توہین قرار
 دیتے۔ کیونکہ عجز سے پاک صرف ایک ہی ہستی ہے۔ جسکا نام اللہ ہے۔
 جل شانہ و تعالیٰ جہ۔ اسکے سوا کوئی بھی عجز کے دائرہ سے باہر نہیں خواہ
 نبی ہو یا غیر نبی ایک وہی ہے جسکی شان ”علی کل شیء قدیر“ ہے جب
 کوئی بڑے سے بڑا نبی بھی حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی
 قدرتوں یا شریک نہیں۔ نہ کسی اور صفت میں۔ بلکہ سب اسکے سامنے عاجز
 ہیں۔ تو امام حسین علیہ السلام کی کیا ہستی ہے جو عجزوں سے پاک ہو ایک
 واقعہ کہ بلا ہی انہیں قادر مطلق بنانے والوں کا منہ کالا کرنے لئے کافی ہے
 جس میں چند خبیثوں کے ہاتھ آپ شہید ہوئے۔ افسوس مسلمان کہلا نیوالوں
 میں بھی وہی خیال استغریہ ہو گئے۔ جنکی وجہ سے عیسائیوں کا نام ضالین رکھا
 گیا تھا اگر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول و مصلوب مانتے
 ہوئے خدا یا خدائی کا حصہ دار ٹھہرایا تھا۔ تو ان نام کے مسلمانوں نے حضرت
 امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے خود اپنے ہاتھ آلودہ کر کے بعد میں انہیں
 ایک خدا بنا کر کیا واللہ ما قال المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔
 ففی هذه الايام يطير ابن مريم في مسيح اصل به النصارى فحسدوا
 كذلك في الاسلام فاشتبهوا اباؤا وكثيرا كالصوعس ودمردا
 نری شرا كهم مثل النصارى فحرفا في ذری الحجا هذین تشبهوا وتنصروا
قوله کیوں جناب! آپ کی مرتبہ باوجود نبی ہونے کے عدالت میں حاض
 کئے گئے۔ ضمانت لی گئی۔ تو نہ آپکا عجز ظاہر ہوا۔ اور نہ نشان نبوت میں کچھ
 فرق آیا۔ اور امام حسین علیہ السلام کہ بلا میں شہید ہوئے تو انکا عجز ظاہر ہو گیا
اقول۔ آپ لوگ بڑے ہی ڈھیٹھے ہیں کہ ہزار بار اپنی مہین
 من ادادا اھانتل کے وعید کا مزہ چکھ کر پھر بھی اپنی شرارت اور شوخی
 سے باز نہیں آتے

جن مقدمات کی طرف اپنے اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے
 خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی غلام حضرت
 مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو کوئی ضرر یا نقصان نہ پہنچا یا دوا
 بضر و نذر من شئ، بلکہ اللہ تعالیٰ کی خارق عادت نصرت و حمایت نے
 آپ کی صداقت کو اور بھی روشن و ہریدہ کیا۔ لیکن آپ اپنے ان بدقسمت
 بھائیوں سے تو جا کر پوچھئے۔ جنہوں نے حضور کے خوف پر فتنے برپا کئے
 تھے۔ کہ ان مقدمات کے نتیجہ میں سب زلت و خواری اور نامرادی و
 خسران دنیوی و اخروی کے انکے حصہ میں کیا آیا۔ وہ تو یہ آرزو میں رکھتے
 تھے۔ کہ ان جوئے مقدمات الزام قتل یا اقدام قتل یا جنت کے نتیجہ میں آپ قتل
 کئے جاویں۔ یا قید خانہ میں ڈالے جائیں یا جہنم کی آگ میں یہ کہ بطور سزا صنانے کے
 نیچے لائے جائیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف ان لوگوں کی یہ تمام آرزو میں خاک
 میں مل گئیں بلکہ سچا سچے خود ان پر طرح طرح کی ذلت کی مار پڑی۔ کسی کو کسی
 ملنے کی بجائے عدالت کی طرف سے نہایت ڈانٹ ملی۔ اور کسی کا نام ہمیشہ کے
 لئے عدالتوں کے کاغذات میں کذاب اور لٹیم رکھا گیا۔ اور جو سزا وہ حضور
 کو دلانا چاہتے تھے۔ وہ خود ان کو ملی۔ ہاں حضور کو ان مقدمات کی وجہ سے کئی بار
 عدالتوں میں جانا ضرور پڑا۔ مگر جب اس کا نتیجہ ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 عزت و اکرام اور دشمن کی ذلت اور رسوائی کی صورت نکلتا رہا۔ اور ان بدخلوں
 کے سارے کے سارے منصوبے بحکم و لایحقیق المکر السئی الا باہلہ خود انہی پر
 لٹ کر پڑے۔ تو باوجود اسکے آپ کا اس طور پر ان مقدمات کا ذکر کرنا کہ گویا وہ
 حضور کی امانت کا موجب ہوئے۔ اگر پرے درجہ کی بے شرمی نہیں تو اور کیا ہے۔
 باقی رہا یہ سوال کہ اگر ان واقعات سے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کے دامن پاک پر کوئی دھبہ نہیں آتا تو واقعہ کر بلا ہے حضرت امام حسین رضی
 اللہ عنہ کی معیشت و عزت کا کیونکر مزمل ہو سکتا ہے۔ سو یہ بھی سراسر آپ کی عبادت

پر مبنی ہے۔ کہ بلا کا واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان بالا کو ہرگز ہرگز نہیں گراتا۔ بلکہ اس جھوٹی خدائی کی بنیاد کو گراتا ہے۔ جو انکی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اسی طرح جن مقدمات کی وجہ سے حضرت اقدس کو عدالتوں میں جانا پڑا۔ وہ حضور کی شان کو گرا کر بلکہ بلند تر دکھاتے ہیں۔ ہاں اگر عیاذ باللہ کوئی شخص حضور کو بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح قادر مطلق اور خدائی کا حصہ وار ٹھہرائے تو یہی مقدمات ایسے ملحد کے خلاف زبردست حجت ہونگے کیونکہ حضور اپنی خواہش سے کبھی کسی عدالت میں نہیں گئے حضور تو اسے ہمیشہ اسے کراہت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خود حضور نے دوسروں کی سخت سے سخت زیادتیوں اور تعدیوں کے باوجود بھی کبھی کوئی نالش یا مقدمہ نہیں کیا۔ بلکہ جب کبھی آپ گئے۔ کسی مجبوری کے ماتحت گئے۔ خواہ حضرت والد ماجد کے حکم کی وجہ سے یا بحیثیت مدعا علیہ یا بحیثیت گواہ عدالت کے بلانے پر۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ خدائے برحق کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ پس اگر بغرض محال کوئی شخص آپ کی طرف خدائی منسوب کرے۔ تو یہ مقدمات اسے تو جھوٹا ثابت کرینگے۔ لیکن آپ کی شان میں ان سے کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ انہوں نے آپ کی صداقت و علو شان کو اور بھی روشن کیا۔

قولہ: کبھی حضرات شیعہ جناب امام کو آئینہ حضرت کا شفیق نہیں کہتے۔ یہ ان

پر اہتمام ہے۔ اگر کہتے ہیں۔ تو انکی مستند کتابوں سے محققین کا قول دکھاؤ
اقول: حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ تمام شیعہوں کا یا شیعہ محققین کا یہ مذہب ہے بلکہ آپ نے اپنے خاص مخاطب شیعہوں کے ایسے خیالات بتائے ہیں۔ جنہوں نے حضور ممدوح کا رسالہ وافع البلاء نکلنے پر اپنی بعض تحریرات میں ایسا ہی ظاہر کیا تھا۔ چنانچہ خود حضور اپنی اسی کتاب نزول المسیح میں (جس کا ضمیمہ اعجاز احمدی ہے) ص ۴۵ و ۴۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ”بعض نادان شیعہ نے جنہوں نے حسین

فَانْ كَانَ هَذَا الشَّرْكَ فِي الدِّينِ ^{جائز} فَبِاللَّغْوِ رَسَلُ اللَّهِ فِي النَّاسِ بُعْثُوا
 پس اگر شرک دین میں جائز ہوتا تو تمام پیغمبر محض لغو اور پر مبعوث شمار کئے جاتے
 وَذَلِكَ بِمِثْقَانٍ وَتَوْهَيْنِ شَانِهِم
 لَكَ الْوَيْلُ يَا غَوْلُ الْفَلَا كَيْفَ تَجْهَرُ
 ستان ہر اور انبیاء علیہم السلام کی کسر شان ہے
 لے جنگلوں کے غول تجھ پر تلے تو کیا دلیری کر رہا ہے

کی پرستش کو اسلام کا فخر سمجھ لیا ہے۔ ہمارے رسالہ دافع البلاء کے دیکھنے
 سے بہت زہر اگلا ہے۔ اور جوش میں آ کر یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ امام حسین
 کی وہ شان ہے۔ کہ تمام نبی اپنی مصیبتوں کے وقت میں اسی امام کو اپنا
 شفیع ٹھہراتے تھے۔ اور اس کی طفیل انہی مصیبتیں دور ہوتی تھیں ایسا
 ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مصیبت کے وقت میں امام حسین کے
 ہی دست نگر تھے۔ اور آپ کی مصیبتیں بھی امام حسین کی شفاعت سے
 ہی دور ہوتی تھیں۔

علاوہ اسکے شیعوں کی مستند کتاب تفسیر بحار الانوار کی دسویں جلد
 میں بھی ایک موقع پر لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا
 میں امام حسین کو اپنا شفیع اور وسیلہ بنایا۔
قولہ مصرعہ ثانیہ کا وزن فاسد ہے۔

اقول۔ وزن درست ہے۔ اس جگہ لفظ محمد (علی سماء الف

الف صلوة والسلام) کے پہلے میم کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے۔
 شعر **قولہ** بعینہ یہ شعر صفحہ ۸۲ سطر ۴ میں موجود ہے۔

اقول۔ تکرار شعر کوئی جائے اعتراض نہیں اگر آپ کے نزدیک یہ
 بھی کوئی مسئلہ ہے۔ تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

قولہ بعثوا کا ترجمہ مبعوث شمار کئے جاتے غلط ہے۔ صحیح ترجمہ
 ظاہر کئے گئے یا نکالے گئے ہوگا۔

مَحْتَبِكُمْ رَبِّ عِيُورٍ مَتَبَرٍ

پس نکو خدا کی جو عیور ہے ہر ایک ہر آدمی کو نیکو کیا وہ خدا جو ہر ایک کو نیکو کیا

وَعِنْدِي شَهَادَةٌ مِنْ اللَّهِ فَانظُرُوا

اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں تم دیکھ لو

قَتِيلَ الْعَدَا فَاَلْفَرَقِ اَجَلُ وَاظْهَرَ

و دشمنوں کا کشتہ ہو پس فرق کھلا کھلا ظاہر ہے

وَاَوْتَانَكُمْ فِي كُلِّ وَقْتٍ نَكْسَرُ

اور تمہاری بٹ ہر وقت توڑ رہے ہیں

طَلَبْتُمْ فَلَاحًا مِنْ قَتِيلٍ مَحْبِيَّةٍ

تم نے اس کشتہ سے نجات چاہی جو نو میدی ہو مری گیا

وَاللَّهُ لَيْسَتْ فِيهِ مَنَى زِيَادَةٌ

اور بخدا اسے مجھ سے کچھ زیادت نہیں

وَالِي قَتِيلٍ لِحَبِّ لَكِنْ حُسَيْنَكُمْ

امیر میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین

حَدَرْنَا سَفَاثَكُمْ اِلَى اسْفَلِ الثَّرَى

ہم نے تمہاری کشتیاں تختِ ثری کی طرف اتار دیں

اقول آجے اس اعتراض کا جواب اس ترجمہ میں موجود ہے۔ جو درجہ

موقع پر نیچے آعجاز احمدی کے صفحہ ۸۲ سطر ۸ کے ذیل میں کیا گیا ہے

جہاں الفاظ کی رعایت سے قریباً لفظی ترجمہ دیکھ گئے (کیا گیا ہے اور

یہاں پر اصل مطلب کو عام الفاظ میں اسے ظاہر کیا گیا ہے۔ غرض الفاظ

ترجمہ کا تغیر رعایت مقصود کیا گیا ہے۔ پس کوئی غلطی نہیں ہے۔

ثقف قول بے وزن ہے۔

اقول وزن درست ہے۔ اس جگہ سفائن کے وزن کو رعایت وزن

(نفوٹ) اسکان متحرک محض اس تقدیر پر یہاں مانا گیا ہے۔ کہ یہ قصیدہ جحر طویل سے مانا جائے

لیکن اگر اسے جحر وافر مشن سے مانا جائے۔ جو تمام بحر کی اصل اور جڑ ہے۔ اور اسکی دوسری اور چوتھی

جز کو مفاعلت سے فعلن (بجذ سبب خفیف اور اسکان ثانی سبب ثقیل) قرار دیا جائے

اور جہاں جہاں مفاعلت کی جگہ مفاعیلین آیا ہے اسے مزاحف مانا جائے۔ تو اسکان متحرک کی

اور یہ ظاہر ہے۔ کہ ان تغیرات میں سے کوئی تغیر بھی ناجائز یا معیوب نہیں ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ بحر

کی یہ عروض و ضرب عام شایع نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ اعاریض و ضرب و بحر میں زیادت جس طرح پہلے

جائز و دعا تھی۔ اسی طرح آئندہ بھی روا ہے۔ جیسا کہ مفتاح العلوم میں علامہ سکاک نے اسے بڑے زور

سے بیان کیا ہے۔

۱۳۱

ووالله ان الذہر فی کل وقتہ

اللہ بخدا کہ زمانہ اپنے ہر ایک وقت میں

تناہی لسان الناس عزذاب فحشہم

تمام لوگوں کو بد زبانی کی عادت چھوڑ دی

اشعثم طریق اللعن اہل سُنۃ

میں نے لعنت بازی کو طریقوں کو اہل سنت کی لعنت میں شمار کیا

فیالیت متم قبل تذک الطریق

پس کاش تم ان تمام طریقوں کو پہلے ہی مر جاتے

جعلتم حسینا افضل الرسل کلہم

تم نے حسین کو تمام انبیاء سے افضل ٹھہرا دیا

وعند النوائب الاذی تذکرونہ

اور مصیبتوں اور دکھوں کے وقت تم اُس کی یاد کرتے ہو

وخرت لہ اجارکم مثل ساجدہ

اور تمہاری نماز سجدہ کرنے والوں کی طرح اُس کے آگے گر گئی

فی یتیم جلال اللہ والمجد والعزۃ

تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا

فہذا علی الاسلام احد المصا

پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے

نصیۃ لکم فی نصیۃ لا یقصر

میں نصیحت کر رہا ہوں نصیحت میں کچھ قصور نہیں کرتا

ومقولکم یجری ولا یتحسر

اور تمہاری زبان اب تک لعنت بازی پر جاری ہو رہی ہے اور میں

فاجروا طریقکم فاشعثم نظروا

پس انہوں نے بھی طریق جاری کر دیا اگر چاہو تو دیکھ لو

ولم ینک دین اللہ منکم یخسر

اور خدا کا دین تمہارے سب سے تباہ نہ ہوتا

وجزتم حدود الصدۃ واللہ ینظر

اور سچائی کی حدود آگے گذر گئے

کان حسینا ربکم یا مرقد

گو یا حسین تمہارا رب ہے اور مجت جھوٹ بولنے والے

فما جرم قوم اشروا او تنصروا

پس اب مشرکوں یا نصرانیوں کا کیا گناہ ہے

وما وردکم الا حسین اتکذرا

اور تمہارا ورد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہو

لذی نفحات المساک قد مر مقنطر

کسوری کی خوشبو کی دھند کا ڈھیر ہے

قوله بے وزن ہے۔

اقول۔ وزن راست ہو طریقتم کی تاء کو برعایت وزن ساکن کیا

گیا ہے۔

قوله مقنطر بلا قناطر کے مستعمل نہیں ہوتا۔

شعر ۴۱ قول یہ آجکا دعویٰ بے دلیل ہے۔ جسکی کچھ حقیقت نہیں۔ اگر

وان كان هذا الشرك في الدين جائزا

اور اگر شرک دین میں جائز ہے

والتی صلاحه سابق جند نبینا

اور کیا غرض تھی کہ ہماری کالشکر مقابلہ کے لئے چلا گیا

فباللغو رسل الله في الناس بعثوا

پس خدا کی پیغمبر بھیجے ہو وہ طور پر لوگوں میں بھیجے گئے

الوحرب حزب المشركين قد قروا

مشرکوں کی لڑائی کو مقابل پر پس انکو ہلاک کیا

حاشیہ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جبکہ شرک جائز تھا۔ اور کافروں سے صرف اپنے ان معبودوں کی ستمی میں جو حسین کی طرح غیر اللہ تھے۔ مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر آخر مسلمانوں کو اجازت ہوئی کہ اب تم بھی ان مشرکوں کا مقابلہ کرو۔ تو اس مقابلہ کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ مشرکوں کو کہنا چاہئے تھا۔ کہ تم اپنی شرک سے حق پر ہو اور لا الہ الا اللہ غلط ہے۔ اب تم مہربانی کر کے جنگ چھوڑ دو۔ اور ہمیں دکھ نہ دو ہم تم سے بمقابلہ تمہارے کوئی جنگ نہیں کرتے اور ہم مانتے ہیں کہ غیر اللہ سے مراد میں مانگنا سب سچ ہے اس پر ہمارا کوئی اعتراض نہیں۔ منہ

آپ کے پاس اس کے ثبوت میں کوئی دلیل ہے تو پیش کیجئے۔

قولہ عرب سونا چاندی کے ڈھیر کو مقنطر کہتے ہیں۔ جیسا قرآن مجید

میں ہے۔ القناطير المقنطرة من الذهب والفضة لایة مؤلف فی قدر مقنطر کہ دیا ہے

اقول۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ یہ لفظ نہ چاندی سونے کے

لئے مخصوص ہے۔ نہ لفظ قنطار کے ساتھ۔ بلکہ عام ہے۔ تاج العروس

میں ہے۔ قنطرات الشئ اذا عقدت واحکمتہ اور اقرب الموارد

میں لکھا ہے۔ المقنطر المکمل وقیل المکتل یعنی مقنطر کے معنی مکتل

بھی بیان کئے گئے ہیں اور لفظ مکتل کے معنی تدور اور مجموع کے ہیں

چنانچہ اقرب میں لکھا ہے۔ کتلہ۔ دودہ۔ جمعہ۔ پس مقنطر کے معنی

ہیں مدور اور مجموع۔ اور ان معنوں کے رو سے یہ لفظ قدر کی صفت

واقع ہو سکتا ہے۔

وَشَنُوا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ بَسُوطِينَ ۝۴۴ فِصَارُ مِنَ الْقِتْلَةِ بَرَّازٌ مُعْصَفَرٌ

اور اپنی کوششوں کو خوب ان مشرکوں کو تباہ کیا اور ان کو سبوتا
یہاں تک کہ ان کشتیوں کو میدان جنگ سرخ ہو گیا

وَكَمْ مِنْ رَاعِيَاتٍ ابْدَتْ وَشَاهَا ۝۴۵

اور بہت سی کھیتیاں تباہ کر گئیں اور
بیوت مہینۃ و طرف مصلد

مغانہ شتی و المتاع الموقر

اور بہت سی قیمتیں اور بہت متاع مہل کے گھر

وَأَحْرَقَ مَالَ الْحَشْرِكِينَ وَخَصَلَتْ ۝۴۶

اور مشرکوں کا گھر بھجلا دیا گیا

شعر ۴۴، ۴۵، ۴۶ قولہ برّاز کے معنی میدان کیونکر ہو گیا۔ کیا یہ بھی کوئی

الهام لغوی ہے؟ ہاں برّاز بالزاد کے معنی میدان ہیں۔ لیکن یہ پائخانہ کے

معنی میں مستعمل ہے۔

اقول مجازی طور پر یا کنایہ کبھی برّاز سے پائخانہ مراد ہونے

سے آچکا یہ سمجھ لینا۔ کہ اب اسے اس کے اصلی معنی (میدان) میں استعمال

کرنا ناجائز ہے۔ آپچی کمال درجہ کی جہالت اور نادانی ہے۔ اس سے

یہ لازم نہیں آتا۔ کہ میدان کے معنوں میں اس کا استعمال نا درست

اور ناجائز ہے۔

قولہ معصفر صار کی خبر ہے منصوب ہو گا یہ عیب اصراف واجب

الاحتساب ہوا۔

اقول صدار اس جگہ ناقصہ نہیں بلکہ تامہ ہے اور لفظ معصفر

صدار کی خبر نہیں بلکہ برّاز کی صفت ہے۔ مقصود یہ ہے۔ کہ کشتگان میدان

کا رزار کے خونوں سے دھلاں کا سماں کچھ ایسا بدل گیا۔ کہ میدان کچھ اور

کا اور ہی ہو گیا۔ گویا پہلا میدان فنا ہو کر ایک نیا میدان پیدا ہو گیا جو

بالکل سرخ تھا۔ اور یوم تبدل الارض غیر الارض کا نقشہ بننے

آ گیا۔ اسی لئے لفظ برّاز کو نکرہ (لام التعبد سے خالی) لایا گیا ہے۔ پس

اس جگہ کوئی اصراف نہیں ہے۔

بدر واحد قام نوع قیامۃ ۴۴، وكان الصحابة كالا فانين كسروا
 بدر میں اور احد کی لڑائی میں ایک قیامت برپا تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم شاخوں کی طرح توڑے گئے

شعر (۴۷۷) قولہ مصرعہ اولی میں اخذ بفتح تین (صحیح بضم تین)
 ہے۔ تو وزن فاسد اور سکون جائے۔ تو لفظ غلط۔

اقول نہ لفظ غلط ہے۔ نہ وزن فاسد بلکہ آپ کا اعتراض غلط
 اور آپ کا فہم فاسد ہے۔ احد بروزن عنق ہے۔ جسکو سکون
 عین (بروزن قفل) پڑھنا بھی جائز اور درست ہے۔ اگر آپ کو معلوم
 نہ ہو تو صرف کے ابتدائی رسالے پڑھنے والے کسی بچے سے دریافت فرما
 لیں وہ بھی آپکو بتا سکیگا۔

قولہ مصرعہ ثانیہ کا وزن صحیح نہیں۔
 اقول وزن درست ہے۔ صحابہ کی تار کو برعایت وزن کن
 کیا گیا ہے۔

قولہ جنگ بدر میں شد کین تباہ ہوئے۔ نہ صحابہ شاخوں
 کی طرح توڑے گئے۔

اقول انوس فط تعصب اور بغض و عناد کی وجہ سے آپکی
 بصارت کو بھی اس قدر صدمہ پہنچ چکا ہے کہ لفظ احد کو نہ پڑھ سکے
 اور بجائے اُحد کے اُحد سمجھنے لگے۔ حالانکہ ایک موٹی سے موٹی عقل
 کا شد بود جاننے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ لفظ اُحد بفتح تین
 نہیں۔ بلکہ اُحد بضم تین ہے۔ جو ایک نہایت مشہور و معروف پہاڑی کا
 نام ہے۔ جہان اُحد ہوا تھا۔ جس میں صحابہ کرام نہایت کثرت سے
 شہید اور زخمی کئے گئے تھے۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
 حضرت اقدس نے فرمایا ہے۔ کہ "وكان الصحابة كالا فانين كسروا"
 معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب کتاب چھپ چکی۔ تو بعد میں کسی کے بتانے سے

ہمت مثل جریان العیود ماؤہم

در چشموں کی طرح ماؤہم کے خون رواں ہو گئے

تسور د عص الرمل ما کا زینت

اور ان کا خوناریت کے توتہ کے اور چڑھ کر

آپ کو معلوم ہوا۔ کہ یہ لفظ اُحَد بضم تین نہیں۔ بلکہ اُحَد بضم تین ہے جس پر آپ نے اغلاط نامہ میں اسکی تصحیح کر کے اس ٹھوکر کو غریب کاتب کی طرف منسوب کر دیا۔ اگر فی الواقع یہ سہو کاتب ہی ہے اور آپکی ٹھوکر کا اس میں دخل نہیں۔ بلکہ آپ اسے اُحَد بضم تین ہی سمجھتے تھے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ آپ نے اپنے اعتراض میں صرف بدر کو پیش نظر رکھ کر لکھ دیا۔ کہ ”جنگ بدر میں مشرکین تباہ ہوئے۔ نہ صحابہ شاخوں کی طرح توڑے گئے“ اگر لفظ اُحَد بضم تین (آپکی نظر کے سامنے ہوتا تو آپ اس بیہودہ اعتراض کو پیش نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ واقعہ احد کوئی لٹکا چھپا واقعہ نہیں۔ جس سے عوام ناواقف ہوں۔ بلکہ یہ ایک نہایت ہی مشہور و معروف واقعہ ہے۔ جس کا قرآن کریم میں بھی تفصیل کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی اسے جانتے ہیں۔ افسوس آپ اعتراض کرتے وقت آگاہی بھی نہیں دیکھتے۔ اور اگر آپ پہلے ہی سے اس لفظ کو بضم تین (اُحَد) سمجھتے تھے۔ تو اس صورت میں آپ کا ”وكان الصحابة كالافانين كسروا“ کو خلاف تاریخ قرار دینا آپکی اور بھی فضیحت کا موجب ہو گا۔ کیونکہ آپ کو تاریخ داتی کا دعویٰ تو اتنا بڑا ہے۔ کہ اسکی بناء پر خدا تعالیٰ کے بزرگ نبیؐ حضرت شیخ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام استہزاء کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔ کہ ”مرزا شیو! یہ ہے آپ کے نبیؐ صاحب کی تاریخ دانی“ اور باوجود اسکے معلوم آیکو اتنا بھی نہیں کہ واقعہ احد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پڑھتے حالت گزری تھی نہ

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد : میلش اندر طعنہ پا کاں کند
شعر (۴۸) قولہ لہمی الماؤ والد مع آتا ہے ہم الدم کی تشبیہ

وكان بحر الرمل موقفهم فهم
اور خالص بیت میں انکو کھڑے ہوئی جگہ تھی پس انہوں نے
وقاموا لبذل نفوسهم من صدقهم
اور اپنی صدق سوجان قربان کر نیکی کو ایسی جگہ کھڑی ہو گئے
وصبّت علی راس النبی مصیبة
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مصیبت نازل ہوئی
غلی رسلہم باروا علیہم وجہروا
بڑی دقت اور آلام و دشمنوں کا مقابلہ کیا اور لڑائی پر مجب
علی موطن فیہ المیتۃ یزور
جس میں موت شیر کی طرح غزائی تھی
ودقوا علیہ من السیوف المغفر
اور دشمنوں نے جو اس کے خود کو تلواروں کے سر میں منسا

اقول آج کا یہ اعتراض بھی سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ ہمیں
کا لفظ ہر ایک سیال چیز کے لئے استعمال ہوتا پانی یا آنسوؤں کی کوئی
خصوصیت نہیں ہے۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے۔ **هَمَّتْ عَيْنُهُ هَمِيًّا**
وَهَمِيًّا وَهَمِيًّا نَأَصَبَتْ دَمْعُهَا وَقِيلَ سَال دَمْعُهَا وَكَذَلِكَ كُلُّ سَائِلٍ
یعنی ہمیں کا لفظ جس طرح پانی آنسوؤں کے بہنے کے لئے آتا ہے اسی
طرح دوسری تمام سیال چیزوں کے بہنے کیلئے بھی استعمال ہوسکتا
اور ہوتا ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔ **هَمَّتْ لِلنَّاقَةِ هَمِيًّا ذَهَبَتْ عِلَى وَجْهِهَا**
فِي الْأَرْضِ وَكَذَلِكَ كُلُّ ذَاهِبٍ وَسَائِلٍ اور پھر لکھا ہے۔ **كُلُّ ذَاهِبٍ**
وَسَائِلٍ مِنْ مَاءٍ أَوْ مَطَرٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَدْ هَمِيَ

شعر (۴۸۱) قول المغفر چونکہ دقوا کا مفعول ہے اسلئے منصوب
ہوگا۔ یہ عیب اصراف ہوا۔

اقول۔ اسکی مثالیں اشعار عرب میں بکثرت موجود ہیں (تفصیل
کے لئے دیکھو ذیل شعر میں)

قولہ وزن فاسد ہے۔

اقول وزن درست ہے۔ کیونکہ برعایت وزن دوسرے
مصرع میں لفظ من کی میم کو ساکن اور المغفر کے لام تعریف کو مکسور
کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۱۵۱۲)

<p>علی مثلہا لم نطلع فی مکلمہ ان تمام مصیبتوں کے لئے دوسری بنی میں نظر نہیں پائی جاتی ففکر اھذا کلمہ کان باطلا پس سوچ کیا یہ تمام کارروائی باطل تھی الا لائمى عار النساء ابا الوفا اے عورتوں کے عار منہ اللہ</p>	<p>وان کان عیسے او من الرسل اخر خواہ عیسے ہو یا کوئی اور نبی ہو وما کان شرک الناس یغیر اور شرک کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسکو بد لایا جائے علامہ کفتیان الوغی تنم کب تک مردان جنگ کی طرح پٹنگی دکھائے گا</p>
---	--

شعر (۳۸۲) قولہ مکلمہ کے معنی عربی میں نبی کے نہیں ہیں۔
اقول کیا نبی مکلمہ نہیں بہتا۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی نہ تھے جسکو متعلق
 دیکھ لیں کہ اس میں شک نہیں کہ مکلمہ کا لفظ نبی کے لئے مخصوص نہیں
 بلکہ غیر بھی پر بھی بولا جاسکتا ہے۔ مگر چونکہ اس جگہ ”وان کان عیشی او
 من الرسل اخر“ اس بات کا قطعی الدلالتہ قرینہ موجود ہے۔ کہ یہاں پر
 لفظ مکلمہ سے مراد نبی ہی ہے۔ نہ غیر نبی اس لئے ترجمہ میں اس کے لئے نبی کا
 لفظ رکھنا بالکل درست ہے۔ اور موزون ہے۔

قولہ حضرت کو حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم نہیں
 سچ ہے۔ عاقلان گم شدند

اقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضور کے دشمنوں نے جو
 مظالم کے پہاڑ گرائے۔ ان کو حضرت ایوب علیہ السلام کی اس مصیبت سے
 کچھ بھی نسبت نہیں۔ جو ان کے دشمنوں کے ہاتھ سے انہیں پہنچی۔ حضرت
 ایوب علیہ السلام پر جو مصیبت آئی تھی۔ اس سے تو کہیں بڑھ کر صحابہ کرام
 رضی اللہ عنہم کو محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تکالیف پہنچائی
 گئیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 پر کفارناہنجا کا حملہ کس قدر شدید تھا۔ اگر آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ

<p>۴۱۵ وَذَلِكَ رَأَى لَا يَرَاهُ الْمَفْكَرُ یہ تو کسی عقلمند کی رائے نہ ہوگی</p>	<p>۴۱۵ أَرَأَيْتَ الْآيَاتِ فَلَا عَذْرَ بَعْدَهَا کیا میں نے ساتھ برس کی عمر کو بعد نو پرستی کو اختیار کیا</p>
<p>۴۱۶ وَلَنْ خَلَّتْهَا تَحْفَظَ عَلَى النَّاسِ تَظْهَرُ اور اگرچہ تو خیال کری کہ پوشیدہ رہیگا تو وہ ہرگز پوشیدہ نہ رہیگا</p>	<p>۴۱۶ أَرَأَيْتَ الْآيَاتِ فَلَا عَذْرَ بَعْدَهَا ہم سمجھ کر ایک نشان دکھلاؤ میں اس کو بعد کوئی عذر باقی نہ رہیگا</p>
<p>۴۱۷ وَمَنْ لَا يُوقِرْ صَادِقًا لَا يُوقِرْ اور جو شخص صادق کی معرتی کرتا ہو وہ خود معرت ہو جائیگا</p>	<p>۴۱۷ أَرَأَيْتَ بَعْدَ ذَلِكَ فَرَايَتْهَا تو وہ مقام نہیں میری ذلت کو چاہا پس خود ذلت اٹھائی</p>

وسلم کی سوانح عمری کا مطالعہ نصیب ہوتا۔ تو آپ ایسی بات کبھی زبان پر نہ لاتے۔ مگر آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق ہی کیا کہ جوابیہ شعر ۸۵ **قوله** چونکہ دیکھنے والا مفکر ہے۔ اس لئے لایری افعال قلوب ہوگا۔ یا تو اس کا دوسرا مفعول ذکر کیجئے یا پہلے کو بھی حذف کیجئے۔

اقول راہی اور مفکر اس بات کا قرینہ نہیں کہ یرسی اسجگہ افعال قلوب سے ہے۔ بلکہ برخلاف اسکے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں پر رؤیت سے مراد رؤیت تفکر (تفصیل کیلئے دیکھو ذیل شعر ۱۲۷) **قوله** مصرعہ زیر بن ابی سلمیٰ کے اس شعر سے لیا گیا ہے **وَمَهْمَا تَكُنْ عِنْدَ امْرِئٍ مِنْ خَلِيقَةٍ وَانْ خَالَهَا تَحْفَظَ عَلَى النَّاسِ تَعْلَمُ**

اقول یہ اخذ بطور تقمین ہے۔ اس لئے محل اعتراض نہیں بلکہ مقام مراد ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۹)

شعر ۲۸ **قوله** عیب اقواء ہے۔

اقول یہ کوئی عیب نہیں (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۱۱)

قوله زیر کے مصرعہ سے ماخوذ ہے ومن لا یکبر نفسا لا یکبر۔

اقول یہ مصرعہ (صحیح مصرع) غالباً زیر کا نہیں۔ بلکہ خود جناب کا طبع اور معلوم ہوتا ہے

و کاین من الايات قد مر ذكرها

اور بہت سوشان میں جگہ ہم ذکر کر چکے ہیں

فمن لنا بعد التجارب حيلة

پس ہمارے لئے بہت تجارب کے بعد ایک حیلہ ظاہر ہوا

فهذا هو التبكيك فاطر السما

پس اسی ذریعہ تمہارا منہ خدا بند کرنا چاہتا ہے

اثارت سنابل طرفنا نفع فوجهم

ہمارے گھوڑوں کو سبوں نے تمہاری خاک اڑادی

اتثبت عظمة ايتي بتقاعس

کیا تو پیچھے ہٹنے سے سیر نشان کو ثابت کر دیگا

فان تعرض الان يا بن تصلف

پس اگر تو نے مقابلہ سے منہ پھیر لیا

وان كنت تختار الهزيمة عامدا

اور اگر تو عمدتاً شکست کو اختیار کرے گا

ففيها نكال العالمين ولعنة

پس اس میں دین و دنیا کا وبال اور لعنت ہے

رايتم فاعرضتم وقلتم تروؤر

تم نے وہ نشان دیکھا اور انکار کیا اور کہا کہ جھوٹ بولتا ہے

لنكتب اشعارا بها الا تشعرا

تاہم چند شعر لکھیں جن میں وہ نشان معلوم ہو جائیں

وهذا هو الا فحام من ففكرها

اور یہی میری طرف سے اتمام حجت ہے

فمن من كمي اللوغا يبتختر

پس کیا تم کوئی سوار ہے جو میدان میں آوے

وقد جئت قد اساعيا لثقترا

اور تو مدینہ دور تا ہوا آیا تھا تا میری تھیر کرے

فهذا على بطن المكذب خنجر

پس یہ طور تو کذب کے پیٹ پر ایک تلوار ہے

وتهو بوهدا الذل عجزا وتحد

اور ذلت کے گڑھے میں عاجزی سے گر پڑیگا

وفيها فضيحتكم الا تشدكرا

اور اس میں تمہاری رسوائی ہے کیا تم خیال نہیں کرتے

زیر کا مصرعہ یوں ہے۔ ومن لا يكرم نفسه لا يكرم۔

اور یہ اخذ محل اعتراض نہیں۔ بلکہ ممدوح ہے۔ اس کا نام موازنہ ہی جیسا کہ نابغہ

تعلبی کے شعر ہے "بخلنا بالخلق قد تعلين + وكيف يعيب بخيل بخيلا"

کے مقابل پر بطور موازنہ کثرت نے کہا ہے

تقول مرضنا فاعدتنا + وكيف يعوھ مرضنا

شعر ۲۹۵ قول وزن فاسد ہے۔

یہ شعر لفظ کلین کا یہ شعر عمل کا یقین فی لسان العرب - منہ (عید و علی مطاوعہ العلوی و درگاہ)

وَمَا لَكَ لَا تَسْطِيعُ أَنْ تَصَادِقَ

اور اگر تو سچا ہے تو کیوں اب مجھ کو مقابلہ کی قدرت نہیں ملتی

۴۹ سَطَوْتَ عَلَيْنَا شَأْمًا لَتَوْقُرْ

اور جب تو مقامِ مدین میں بحث کے لئے انتخاب کیا گیا

وَأَمَّا لَا يَأْتِيكَ عَوْنٌ مُعَزِّرٌ

۵۰۰ لَعْمِي لَقَدْ شَجَّتَ قَفَاكَ رَسَالَتِي

اور اگر تو مر بھی جائے تو مجھے وہ مدد نہیں پہنچے گی جو تجھ کو عزت

اور مجھ کو قسم ہے کہ میری رسالہ نے تیرا سر توڑ دیا

وَلَيْسَ لَكُمْ مَوْلَىٰ وَمَنْ هُوَ بَصِيرٌ

۵۰۱ أَفِيكُمْ كَيْسٌ ذُو نَضَالٍ شَمْرَدَلٌ

اور تمہارا اب کوئی مولا نہیں جو تمہیں مدد دے

۵۰۲ وَجَنَّاكَ يَا صَيْدَ الرُّدَىٰ بِهَدْيَةٍ

۵۰۳ سِيَّاتِكَ مَتَّىٰ بِالتَّحَائُفِ سِرُّدٌ

۵۰۴ غَفِيرٌ بِمِيرَىٰ طَرَفٍ سِيدٌ مَحْمُودٌ رَتْفٌ لِيَكْتَرِي بِاسْتِغْرَارٍ

پس اگر ہو تو چاہئے کہ حاضر ہو جاؤ اور توقف نہ کرو

۵۰۵ فَا بَشِّرْ وَبَشِّرْ كُلَّ غَوْلٍ لَيْسَتَنِي

اور لے بال کے شکار ہم تیرے پاس ایک یہ لیکر آئیں

۵۰۶ اَقُولُ فَيُحْتَكِرُ كَيْ تَأْكُلَ كَرَامَتِ وَزْنِ سَاكِنٍ كَيْ گِیَا هے۔ اس لئے

کوئی فساد وزن نہیں ہے۔

۵۰۷ اَقُولُ عَيْبٌ اَصْرَافٌ هے۔

۵۰۸ اَقُولُ اسکی نظیریں اشعار بلغاء عرب میں بکثرت موجود ہیں اس لئے یہ کوئی

عیب نہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر میں)

۵۰۹ اَقُولُ عَيْبٌ اَقْوَا هے۔

۵۱۰ اَقُولُ یہ کوئی عیب نہیں (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر میں)

۵۱۱ اَقُولُ سَخْفَةٌ اَبْكَاءُ صَرْفٌ قَصِيدَةٌ تَوْبًا لِّالتَّحَائُفِ غلط ہے۔

۵۱۲ اَقُولُ سَخْفَةٌ اَبْكَاءُ صَرْفٌ قَصِيدَةٌ تَوْبًا لِّالتَّحَائُفِ غلط ہے۔

وَأَنَا الْبَازِي الْمَطْلَعُ عَلَى الْعَدَا

اور میں وہ باز ہوں جو دشمنوں پر جا پڑتا ہے

أَتَرَ كُلَّ شَرْقٍ فِي الْبِلَادِ وَغَرْبَهَا

تو مشرق مغرب کو میرے مقابل پر بر لگیتے کر

وَمَنْ كَانَ يَحْكِي نَاقَةَ مَشْمَعَلَةٍ

اور اُس شخص کو بالاجوتیزرواوشنی سے مشابہ ہو

وَأَنِّي لَعَسَ اللَّهُ لَسْتُ بِجَائِرٍ

اور میں بخدا ظالم نہیں ہوں

وَأَنْ كُنْتُ لَا تَصْغِي إِلَيْنَا تَعَاظِلًا

اور اگر تم نے ہماری اس قول کی طرف توجہ نہ کی

السَّاتِرِ تَرَى الْقَنَا مَزْعُومًا

کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ شخص تیرے چلارے ہے

فَإِنْ ضَرَفَتْ مِنْكُمْ عِلَاقَةٌ صَدَامًا

پس کہاں کو ذکر تہاری سچائی کی علامت چلی گئی

وَأَنْ مَعَانٍ مِنْ مَعِينٍ يُكَبِّرُ

اور میں خدا اٹھانے سے مدد دیا گیا ہوں

وَكُلَّ أَدِيبٍ كَانَ كَالْبَقِ يَطِيرُ

اور ہر ایک ادیب کو بلا کو جو مچھر کی طرح کودتا تھا

صَغَارِ عَيْسَ الْقَوْمِ فَاسْعَوْا وَدَبُّوا

قوم کو بڑی خواری میں آئی ہو دوڑو اور کچھ تدبیر کرو

وَأَنْ كُنْتُ تَاتِي بِالصَّوَابِ فَادْبُرُ

اگر تمہارا جواب درست ہوگا تو میں پیچھے ہٹ جاؤں گا

تَهْدُ وَتُلْغِي كُلَّمَا كُنْتُ تَعْدِي

تو تو اس غمارت کو ڈھکا دینا اور بیکار کر دینا جو تو ذہن بنا کر

جَهُولٌ وَلَا يَدْرِي الْعُلُومَ وَالْكَفْرَ

کہ جو تمہارے نزدیک جاہل ہے علم

وَأَيْنَ اخْتَفَى عِلْمٌ بِهِ كُنْتُ تَكْفُرُ

اور کہاں وہ علم چلا گیا جس کے ساتھ تو کافر بنا تا تھا

صرف قصیدہ اعجازیہ نہیں بلکہ اسکے علاوہ اردو حصہ الگ پس کر لی طرح تمام محبت کر رہا ہے

اور متعدد طور پر متحدی الگ ہے جس کے ہر پہلو سے وہ جھوٹا ثابت ہو چکا ہے پس

یہ ایک نہیں بلکہ بہت سے مخالف ہیں۔

شعر قولہ وزن فاسد ہے۔

اقول۔ قناتن عندکم میں شتر داخل یعنی تحقیق یا تحقیق واقع ہوئی ہے جو اس

بحر میں جائز ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعرے)

قولہ اس دوسرے مصرعہ کا ترجمہ تو ماشاء اللہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

اقول ترجمہ بالکل درست ہے۔ اگر ایک جاہل یا غبی اسے غلط قرار دے

واین التصلف بالفضائل ^{لغف} ۵۰ واین ہذا الوقت قوم ومعتز

اور کہاں وہ لاف فی فضیلت اور عقل کی کھانا رہتی ۵۱ سلاط علینا مثل سیف یشتہر

اور کہاں تاہو ہو گئی زبانوں کی چالاکی وہ زبانیں جو ہمہر تلوار کی طرح کھینچی گئی تھیں

وفی خمسة قد تم نظم قصید ۵۲ بل الوقت خالصہ اقل واقصر

اور میرا قصیدہ پانچ دن میں ختم ہوا بلکہ اصل وقت اس سے بھی کمتر ہے یعنی تین دن

تو وہ اپنی پروہ درسی کرتا ہے۔ اکفر کا ترجمہ (بڑا کافر) سہو کا تب کے باعث رہ گیا ہے۔

شعراہ قول وزن فاسد ہے۔

اقول وزن بالکل درست ہے۔ تصلف کی فاء کو برعایت وزن کیا گیا ہے۔

شعراہ قول طلاقۃ السین عربی کا محاورہ نہیں شاید یہ بھی کوئی الہام ہو۔ ہاں

اس معنی میں طلق اللسان اور لسان طلیق ذلیق آتا ہے۔

اقول یہ آپ کا سراسر ندیان ہے۔ یہ فقرہ محاورات عرب کے مطابق ہے

اور طلق اللسان اور لسان طلیق اس سے بالکل جدا گانہ ترکیبیں ہیں طلاقۃ السین

میں مصدر کو فاعل کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ جیسے یوم ظعنکم دیوم اقامتکم میں

ظعن اور اقامۃ کو ضمیر فاعل (کم) کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اور اس بات کو

شد بود جاننے والے بھی جانتے ہیں کہ طلاقۃ (بر وزن شعراہ) طلق کی مصدر

آتی ہے۔ اور طلق اور طلیق صفت کے صیغے ہیں۔ جنہیں اول الذکر اپنے فاعل کی

طرف مضاف ہے اور دوسرے کا فاعل ضمیر مستتر ہے۔ جو اس لفظ کے موصوف

(لفظ لسان) کی طرف راجع ہوئی ہے۔ ان باتوں کو چھوٹے چھوٹے بچے بھی جانتے

ہیں۔ پھر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جو شخص ان سے بھی بخبر ہے۔ وہ ایک قصیدہ

فکر بجھدک خمسہ لیلۃ ۵۱۳ وناد حسینا اوظفرا واصغرا

پس تو پندرہ راتیں کوشش کرتا رہ

وهذا من الايات يا اكبر العدا ۵۱۴ فهل انت تنسج مثلها يا مخترا

اور یہ خدا کا نشان ہے اسے بڑے دشمن

على موطن يخشوا الجبان نجرا ۵۱۵ فان كنت في شئ فبادر ونبدا

جہاں بزدل بھاگ جاتے ہیں ہم جم کر کھڑے ہیں

استر بغيا برق ايت ربنا ۵۱۶ سيطهر ربي كلما هو قسرا

کیا تو بغاوت کر کے ہم پر نشان کی چمک کو پوشیدہ کرنا چاہتا ہے

تريدون ذلتنا ونحن هو انكم ۵۱۷ ولله حكم نافذ فسيامر

تم ہماری ذلت چاہتے ہو ہم تمہاری

اور خدا کے لئے حکم نافذ ہے وہ فیصلہ کر دیگا

پرنکتہ چینی کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ جیسے مقابلہ سے بڑے سے بڑے مخالفین

مدعیان علم و فضل عاجز آچکے ہیں۔ فیا للجب

شعر ۵۱۲ قول بے وزن ہے۔

اقول خالص کے صدا کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے اسلئے کوئی فساد وزن نہیں ہے

تقریر قول وہ وزن مصرعہ کا وزن فاسد ہے۔

اقول پہلے مصرع میں بچھدک کے کاف ضمیر کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے

اور دوسرے مصرع میں ظفر کی زبا کو برعایت وزن مشدود اور اصغر کے سمرزہ قطعی

کو وصل کا حکم دیا گیا ہے اسلئے وزن درست ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھو ذیل شعر ۵۱۸)

قولہ اصغر ہو گا۔ عیب اصراف ہے۔

اقول اصراف کی نظیرین اشعار عرب میں بکثرت موجود ہیں۔ اسلئے یہ

کوئی عیب نہیں و تفصیل کیلئے دیکھو ذیل شعر ۵۱۹

شعر ۵۱۹ قولہ وزن غلط ہے۔ اقول تنسج کے جیم کو برعایت وزن ساکن کیا گیا

ہے اس لئے وزن درست ہے۔ شعر ۵۱۹ قولہ سے وزن ہے۔

ترکتہ کلام اللہ من غیر حجتہ

ترکتہ خدا کے کلام کو بے دلیل کر دیا

و یستمرہ المولیٰ لیدکر الوری

اور خدا نے اسکو سہل کیا تا لوگ یاد کریں

نیہ تجلت بینات من الہدیٰ

اور اس میں کھلی کھلی ہدایتیں موجود ہیں

وسماہ تبیاناً و قولاً مفصلاً

اور اسکا نام تبیان اور قول مفصل رکھا

قدیم ذکر بحث فیہ ظلم و قرینہ

پس ایسی بحث کو چھوڑ دی جس میں جھوٹ ہے

لنا الفضل فی الدنیا و انفاک راغم

ہمیں دنیا میں بزرگی دینی اور تو دولت میں ہر

علونا بسیف للہ خصماً ابالوفا

ہم نے اپنے دشمن ابوالوفا کو مار لیا

ایزعم انی قد تقولت عامداً

وہ گمان کرتا ہے کہ میں نے عمدتاً جھوٹ بنایا

اری باطلا قد لکم الحق جدرہ

میں کہتا ہوں کہ سچائی تو باطل کی دیواروں میں سڑاؤ کر دیا

وانی طبعاً لیوم نظم قصیدتی

اور آج میں نے اپنے اس قصیدہ کی نظم کو اچھا کر دیا

وان کلام اللہ اھدی و اظہر

اور خدا کا کلام اہل ہدایت اور کھلے تر ہے

فلا شک ان الذکر اعلى و ايسر

پس کچھ شک نہیں کہ قرآن روشن اور آسان تر ہے

وسماہ فرقاناً علیم مقدر

اور خدا نے اسکا نام فرقان علیم رکھا ہے

فاتی حدیث بعدہ تختیر

پس کس حدیث کو ہم اس کے بعد اختیار کریں

وفکر بنور القلب فیما نکثر

اور نور دل کے ساتھ ہماری باتوں میں غور کر

وکل صدوق لا محالہ یظہر

اور ہر ایک راست باز انجام کار غالب کیا جاتا ہوگا

فملی ثناء للہ شکرًا و نسطر

پس ہم مذکور کی تعریف از روئے شکر کے لکھتے ہیں

فویل لہ یغوی الاناس و یهدر

پس افسوس وادہا کہ لوگوں کو گمراہ اور بکواس کر رہا ہے

فاضحی الھد مثل الضحیٰ یبصر

پس ہدایت روز روشن کی طرح نمایاں ہوگئی

وکان الی نصف تمشی نو مبر

اور نومبر کا مہینہ قریباً نصف گذر چکا تھا

اقول : - ذلنا میں تاء کو برعایت وزن ساکن کیا گیا ہے ۔ اسلئے وزن درست

شعر ۲۷۷ : - قشعی نقضی کہنے میں ہیں تا اسلئے اسکا ترجمہ گندہ نکھلنے کے

اقول : - ترجمہ غلط نہیں بلکہ جو کچھ اپنے سمجھا ہے ۔ وہ غلط ہے ۔ آپ

کَذَلِكَ مِنْ شُعْبَانَ نَصَفَ كُشْلَهُ
 اسی طرح شعبان کا بھی نصف تھا
 فَيَا رَبِّ بَارِكْهُمَا لِمَنْ يَتَذَكَّرُ
 پس اے سرورِ عالم! ان کو بابرک کر جو یاد کرتا ہے
 رَمِيَتْ لَا غَتَالِيْنَ مَا كُنْتُ اَمِيًّا ۵۲۹ وَلَكِنْ رَمَاهُ اللهُ رَبِّي لِيُظْهِرَ
 میرے ان سال کو میری طرح چلایا تاکہ فخر دشمن کا نام تمام کرے اور اہلِ میل میں اس کو نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا تاکہ میرے لیے
 وَهَذَا الْعَهْدُ قَدْ تَقَرَّرَ رَسِيْنَا ۵۳۰ مِمَّا فَلَمْ يَنْكُثْ وَلَمْ يَتَغَيَّرْ
 اور یہ عہد بھی اس عہد کی طرح ٹھہرا اور جو موضع میں کیا گیا تھا پس عہد شکنی نہیں کی اور نہ ہم بدل گئے
 نَزِيْ بَرَكَاتٍ نَزَلُوْهَا مِنْ السَّمَاءِ ۵۳۱ لَنَا كَاللَّوْاقِحِ وَالْكَلَامُ يُنْضَرُ
 ہم ایک ایسی برکت کا کچھ ہیں جس سے آسمان سے پھر نواہری ہیں ان دونوں کی طرح جو حملِ ارموتی میں کلامِ تازہ لگا کر

سنے پر سمجھ لیا ہے۔ کہ گزرا ہمیشہ انفقنی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جس کی وجہ سے اپنے تئسی کا ترجمہ گزرا دیکھ کر اس سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ تئسی اس جگہ انفقنی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سننے سے تئسی کے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "متر" اور دیکھو تا مرس

اب کسی شہر کو دہانے والے بچے سے کہا کہ پرچہ لیجئے۔ کہ متر کے کیا معنی ہیں اس سے آپ کو جھٹ بتا دیگا۔ کہ اس کے معنی ہیں "گزرا" افسوس ہے کہ آپ نے عربی زبان سے بالکل ناواقف ہونے کے باوجود ایک عجیبی قصیدہ پر تنقید کرتے بیٹھے ہیں۔ سچ ہے: "اذا تاملت دين امرء قل حياوة"

شعر ۵۲۹ قولہ: - عیب امرت ہے۔
 اقول: - اس کی نظیر یہ شعراء عرب کے کلام میں بہت سی پائی جاتی ہیں۔ پس یہ کوئی عیب نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۵۳۱)
 شعر ۵۳۰ قولہ: - عیب اقواء ہے۔

اقول: - یہ نہ کوئی عیب نہیں ہے (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر ۵۳۱)
 شعر ۵۳۱ قولہ: - مصرع ثانیہ کا وزن ناقص ہے۔

واللہ اذ قصیدتی من موییدی ۳۲ فنتفی علی رب لولیم وکندر

اور خدا میری قصیدہ سے اسی خدا کی طرف سے ہے جس نے ہم انکی تعریف کو ہم میں اور شکر کرتے ہیں

اقول: - لوح کی حار کو برعایت دزن ساکن کیا گیا ہے۔ اس لئے دزن

درست ہے۔ (دیکھو ذیل شعر نمبر ۱۲)

قوله: - تنزل یسبی ادرنا نہیں آتا۔ بلکہ یسبی اترنا آتا ہے۔

اقول: - ترجمہ لفظی نہیں۔ بلکہ حاصل مطلب کو واضح الفاظ میں ظاہر کیا گیا

ہے۔ جو دروز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

قوله: - نزول کی ضمیر کا مرجع کون ہے۔

اقول: - اس ضمیر کا مرجع ملائکہ ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ آیت حتی

اذا فرغ عن قلوبہم میں ہم کا مرجع ملائکہ ہیں۔ (جن کا ذکر وہاں پر نہیں ہوا)

جیسا کہ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے: "باب حتی اذا فرغ عن قلوبہم قالو"

ماذا قال ربکم قالوا الحق وهو العلی الکبیر۔ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ال اذا قضی اللہ الامر فی السماء ضربت الملائکۃ باجنحتہما خضعا لالقول

لہ سلسلہ علی صفوان فاذا فرغ عن قلوبہم قالوا ماذا قال ربکم قالوا اللہ

قال الحق وهو العلی الکبیر۔

قوله: - نازل کتنا محاورہ نہیں ہے نازل علینا آتے۔

اقول: - آپ کے اس اعتراض کا دائرہ مجاہدیت وسیع ہے۔ جس سے قرآن کیم

بھی کسی تدبیر سے باہر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ قرآن کیم کی متعدد آیات میں یہ محاورہ

استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا: "وینزل لکم من السماء رزقا (سورن ۲۶) وانزل لکم

من السماء ثمانیۃ ازیاج (زمر ۱) یہ ہے۔ آپ کے علم۔ آپ کی عربی دانی اور قرآن

دانی کی حقیقت۔ جس کی بنا پر آپ نے حضرت یحییٰ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

تفسیرہ اعجازیہ پر تنقید کی ہے۔ "بریں عقل و دانش بایہ گزشت"

ویارت ان ارسلتني من عنایہ ^{سہ} فایک وکمل کلمات انصر
 اور اوسے رب کروڑا ہی عنایت ہو مجھے بھیجا ہے
 پس تائید کر اور ہر ایک طریق جو ہے سوچا، اسکو دل

قوله: کلام مذکور ہے۔ صحیح ترجمہ کلام تازہ کیا گیا۔ "ہوگا۔ مرزا یو ایسہ ہے آپ کے
 مرزا صاحب کی اردو میں اعجاز عظمیٰ۔

اول اسی ترجمہ میں ذیل شعر کے نیچے اسی لفظ کلام کو بہ تذکرہ استعمال کیا ہوا صاف
 موجود ہے۔ علی بن القیاس شعر ۳۹ کے ترجمہ میں بھی اس کا استعمال بصیغہ مذکور موجود ہے
 جرات کر رہے۔ کہ یہاں پر اس کی تائید ہوکتا ہے۔

شعر ۵۳۲ قوله:۔ وزن فاسد ہے۔
 بقول:۔ قیدتی کے قاف کو اس جگہ رعایت وزن پر کیا گیا ہے اس
 لئے وزن درست ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر نمبر ۱۱)

شعر ۵۳۳ قوله:۔ والنصر جائے۔ عیب اقوال ہے۔
 بقول:۔ یہ کوئی عیب نہیں (تفصیل کے لئے دیکھو ذیل شعر نمبر ۴۱)

وہن الاخر الکلام فی ہذا النظام ولله الحمد علی تحقیقہ علی
 علی بنیہ وآلہ سیم المبعوث منہم علی قدامہ تحت ظلالہ الصلوٰۃ والسلام
 علہ معلوماۃ وزنہ عرشہ ومداد کلماتہ تعالیٰ فی کل آن الی ابد الدھر
 بالذوام۔

اللہم اجعلہ خالصا لوجهک الکریم ویدی للمتقین وبیاضا لوجهی لیس والک
 وقلہ صنی انک انت العفو الرحیم ولا تحزنی یومہ یعقون یومہ لا ینفخ مال
 ولا ینون الا من اتی اللہ بقلب سلیم واحشرنی فی الذین الغت علیہم
 غیر المفضوب علیہم ولا الضالین۔ آمین۔

۔ (احقر البیاد محمد اسمیل احمدی حلالہ المورثہ قادیانی)